باسمہ تعالیٰ

محافظِ ربانی

۱۲۹۲ھ

بتاریخ مدرسہ عبدالرب دہلی

۱۸۷۵ء

تالیف

مولانا ظفر الدین قاسمی بھرتپوری
صدر المدرسین مدرسہ عبدالرب دہلی

ناشر
مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ دہلی

نام کتاب : محافظ ربانی (بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی)

نام مصنف : مولانا ظفرالدین قاسمی بھرتپوری:9818401594

(صدر مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی)

کمپوزنگ : عبدالحفیظ ربانی (تنویر پرنٹر دہلی)9213722053

ناشر : مدرسہ عبدالرب، کشمیری گیٹ، دہلی

سن طباعت : محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق اگست ۲۰۲۱ء

قیمت : ۵۰۰ / پانچ سو روپے

ملنے کے پتے:

☆ مدرسہ عبدالرب دہلی

☆ دینی کتاب گھر دیوبند 8445311065

☆ جامعۃ القرأۃ کفلیتہ، گجرات 9925988718

☆ مکتبہ مدنیہ دیوبند

☆ کتب خانہ عزیزیہ جامع مسجد، دہلی

☆ آزاد کتاب گھر، نوح میوات

☆ ربانی بک ڈپو، لال کنواں، دہلی 9873875484

☆ مکتبۃ العراق، جمشید پور 7870206544

فہرست

انتساب

میں اس کتاب کا انتساب حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات **امام مولانا محمد قاسم** محدث نانوتویؒ کے نام کرتا ہوں جن کی تحریک اور مخلصانہ مشورے سے بدر العلماء حضرت مولانا محمد عبدالرب دہلویؒ نے اس ادارے کو قائم فرمایا۔

اور

اُن تمام مؤرخین وسوانح نگاروں اور قلم کاروں کے نام جن کی کتابوں سے استفادہ کر کے محافظِ ربانی بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی کی تالیف میسر ہوئی۔

اور

ادارہ ہذا سے وابستہ رہنے والی اُن تمام نیک ہستیوں کے نام جو تعلیمی، انتظامی، مالی اور مشاورتی کسی بھی اعتبار سے ادارہ ہذا کی خدمت کر کے اس کی بقاء، تحفظ اور ترقی کا باعث بنیں۔

اور

اپنے تمام اساتذۂ کرام بالخصوص شیخ طریقت مولانا محمد جمیل احمد نوحی دامت برکاتہم اور والدین مرحومین نیز برادرِ معظم مولانا جان محمد صاحب مدظلہ العالی کے نام جن کی مشفقانہ توجہات اور درد بھری دعاؤں کے زیر سایہ راقم اس لائق بنا۔

ظفرالدین قاسمی بھرتپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہنیتی پیغام

از امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم

صدر المدرسین دار العلوم دیو بند و صدر جمعیۃ علماء ہند

بعد الحمد و الصلوٰۃ

دہلی کے چار قدیم مدارس مدرسہ عالیہ فتحپوری، مدرسہ حسین بخش، مدرسہ عبد الرب اور مدرسہ امینیہ یوم تاسیس سے لیکر آج تک مسلسل دینی تعلیمی سرگرمیوں میں مشغول ہیں، یہ اِن کے بانیان ومؤسسین عظامؒ کے اخلاص کا جیتا جاگتا ثبوت ہے، اِن مدارس کے تحفظ و ترقی کیلئے حضرات منتظمین کرام نے عہد بعہد اپنی جو کچھ انتظامی خدمات پیش کی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، حال سے کہیں زیادہ ان کا ماضی شاندار رہا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ان کی تاریخ مرتب ہو، تاکہ ماضی کو دیکھ کر حال و مستقبل کا جائزہ لیا جا سکے۔

زیر نظر کتاب بنام ''محافظ ربانی'' میں محترم مولانا ظفر الدین فاضل دار العلوم دیو بند نے مدرسہ عبد الرب کی تاریخ قلمبند کی ہے۔ یہ مدرسہ اپنی عمر عزیز کے ڈیڑھ سو سال مکمل کر چکا ہے، محترم موصوف لائق تحسین و قابلِ مبارکباد ہیں جنہوں نے اس اہم تاریخی دستاویز کو بڑی جانفشانی کیساتھ ترتیب دیا ہے۔

میں صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اس کتاب کے مصنف کی عمر میں برکت عطا فرمائے، شرور و فتن سے محفوظ و مامون فرمائے اور تمام مدارس بالخصوص مدرسہ عبد الرب کو قیامت تک جاری و ساری فرمائے، وقتی طور پر جو مشکلات ہیں اللہ اپنے فضل و کرم سے دور فرمائے۔ آمین والسلام

تائید وتوثیق

بقلم: جناب پروفیسر ڈاکٹر حاجی محمد یوسف صاحب تیزاب والے
سکریٹری منتظمہ کمیٹی

الحمدللہ! مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ، دہلی کا قدیم ترین، دینی وعلمی ادارہ ہے، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کی اب تک تاریخ مرتب نہ ہوسکی، دِل ہی دِل میں اِس کا بہت احساس گشت کرتا تھا کہ اپنے مدرسہ کی تاریخ قلمبند ہونی چاہئے تاکہ ہمارے اور ہمارے مابعد لوگوں کو اپنے اکابرین کی گراں قدر خدمات سے واقفیت حاصل ہو اور ایک تاریخی مواد ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجائے۔

ناچیز نے قبل ازیں بھی متعدد اہل قلم حضرات کے سامنے اس ضرورت کا اظہار کیا تھا لیکن مراد حاصل نہ ہوسکی، اخیر میں اس کا تذکرہ جناب مولانا ظفرالدین صاحب سے کیا، مولانا موصوف اپنے علمی مشاغل اور روزمرّہ کی مصروفیات کے پیشِ نظر دبے لفظوں میں ان شاءاللہ کے ساتھ ارادہ اور وعدہ کرتے رہے، بالآخر آج اُس ان شاءاللہ کا اثر ''**محافظِ ربانی بتاریخ مدرسہ عبد الرب دِلّی**'' کی شکل میں ظاہر ہوگیا، بندہ کا خیال ہے کہ اگر یہ ارادہ اور وعدہ بغیر ان شاءاللہ کے ہوتا تو نہیں لگتا تھا کہ یہ اہم تاریخی دستاویز معرضِ وجود میں آتی، موصوف مدرسہ کے ہر دِل عزیز صدر مدرس ہیں اور اپنے فرائضِ منصبی میں نہایت مستعد ہیں، کئی کتابوں کے

مصنف بھی ہیں۔نحو وصرف، اُصولِ حدیث اور اُصولِ فقہ پر سینکڑوں اشعار آپ کے جاندار قلم سے منصۂ شہود پر جلوہ گری کر چکے ہیں جن سے درسِ نظامی کے طلبہ بھرپور مستفید ہو رہے ہیں۔

ع ؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

زیر نظر کتاب کا مسودہ دیکھتے ہی طبیعت میں خوشی کی لہر دوڑ پڑی، سالہا سال سے جو اُمید لگا رکھی تھی الحمدللہ آج وہ برآئی، خوب لکھا اور بہت خوب لکھا ہے، ماشاءاللہ ادارہ ہذا کے احوالِ ماضیہ کا معتد بہ حصہ قلم بند ہو گیا، مولانا موصوف نے ماخذ و مصادر کے لئے کس قدر محنت عرق ریزی اور مغز ماری کی ہوگی، اس کا اجر تو اللہ تبارک تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائیں گے۔

میں جملہ اراکینِ منتظمہ کمیٹی کی طرف سے مولانا موصوف کو بصد خلوصِ دِل مبارک بادی پیش کرتا ہوں۔

موصوف کی اِس محنتِ شاقہ پر بندہ و جملہ اراکین منتظمہ کمیٹی بیحد ممنون ہیں۔نیز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تاریخی دستاویز کو مدرسہ کے حق میں خیر کثیر کا ذریعہ بنائے۔آمین

(حاجی) محمد یوسف (تیزاب والے)

(سکریٹری مدرسہ عبدالرب، دہلی)

۲۱ رجنوری ۲۰۲۰ء

پیش لفظ

بقلم: شیخ طریقت جامع المعقول والمنقول رئیس القلم محدث جلیل
حضرت مولانا محمد جمیل احمد الوری نوحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی)

الحمدللہ یہ تاریخی رسالہ بنام ''محافظ ربانی'' بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی اول تا آخر پڑھا اور سطر بسطر پڑھ کر خوب لطف اندوز ہوا، ماشاء اللہ عزیز مؤلف کو بحروف ابجد تاریخی نام نکالنے کی بھرپور ماہرانہ صلاحیت ہے ''محافظ ربانی'' سے بناء مدرسہ کی ہجری تاریخ ۱۲۹۲ھ اور ''بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی'' سے عیسوی تاریخ ۱۸۷۵ء برآمد ہوتی ہے، خوب سے خوب تر ہے جتنی داد دی جائے کم ہے، بڑی گہرائی اور تحقیق سے لکھا ہے، کسی اخبار کی نگارش یا کسی مضمون پر رپورٹ تیار کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا کسی تاریخی گوشوں کو تلاش وجستجو کر کے جوڑنا خاص طور پر ایسی تاریخ مرتب کرنا جس کا مواد و نقوش مرورِ وقت کے دبیز پردوں میں دب چکا ہو۔

عزیزم مولانا ظفر الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ دہلی نے اپنے اس مدرسہ کا یہ تاریخی مرقع بڑی عرق ریزی اور بڑی کاوِش ومحنت سے مرتب کیا ہے، اس کے لئے انہوں نے جہاں جہاں گذشتہ تاریخ کے اوراق میں مواد فراہم ہوسکتا تھا اُس کی یافت وحصول میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اس تاریخی رسالہ میں مدرسہ عبدالرب دہلی کی از اول تا آخر تاریخی سرگذشت ہے، مؤلف موصوف

نے ''بعنوان سلطنتِ مغلیہ کا زوال اور مدارس کا قیام'' ۱۸۵۷ء کے سنگین حالات کی بہت مناسب وصحیح تصویر کشی کی ہے۔

یہ حقیقت ہے، تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب ہندوستان پر انگریزی تسلط قابض ہوگیا تو مسلمانوں کی قوت وشوکت بالکل تباہ وبرباد ہوگئی اور یہاں کے مسلمان کسمپرسی کے حالات سے دوچار ہوگئے اور اسلام، دینِ حق پر چوطرفہ یلغار شروع ہوگئی، جہالت و ضلالت کی آندھیاں چلنے لگیں، عیسائی مشنریاں تثلیثی علم لے کر کود پڑیں، باشندگانِ ہند کے سروں پر عیسائیت کو زبردستی تھوپا جانے لگا تو ایسے تاریک ترین ماحول میں علماءِ حق کی ولی اللہی جماعت سر سے کفن باندھ کر آگے بڑھی اور عیسائیت کے سیلاب کو پوری جرأت اور ہمت کے ساتھ روکنے میں جٹ گئی۔ بالآخر کامیابی اور کامرانی سے ہم کنار ہوئی فللّٰہ الحمد تاریخ کے گذشتہ ابواب کی طرف اگر آپ مڑ کے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس دور کے مشائخ اور علماءِ حقانی کے دِلوں میں بالہامِ ربانی یہ تقاضا پیدا ہوا کہ اب ہندوستان میں مردم ساز کارخانے قائم کئے جائیں جہاں مردانِ حق پیدا ہوں اور رجال مجاہدین وجود میں آئیں جن کا مقصدِ حیات اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور شعائرِ اسلام کی بقاء وارتقاء ہو۔

یہ مردم ساز کارخانے دینی مدارس، مکاتب اور مراکز اسلامیہ کی صورت میں قائم ہونے لگے، اور اپنی پیداوار، رجال اللہ کی شکل میں بڑھانے لگے، اس سلسلۃ الذہب کی اولین کڑیاں دار العلوم دیوبند جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، جامعہ

قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباداور دہلی میں مدرسہ عبدالرب ،مؤخرالذکر مدرسہ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے مشورہ سے حضرت مولانا عبدالرب صاحب قدس سرہٗ نے قائم کیا تھا۔مولانا عبدالرب صاحب مرحوم دہلوی کے حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے نہایت گہرے مراسم تھے۔

حضرت مولانا عبدالرب صاحب مرحوم دہلوی،حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث کے نامور تلامذہ میں سے تھےاور راہِ سلوک میں انہیں سے مجاز بیعت بھی تھے بہترین خطیب تھے،موصوف کا وعظ سن کر سامعین وارفتہ وفریفتہ ہوجاتے تھے۔دہلی میں ان کا وعظ بہت مشہور تھا۔

یہاں ایک اور بات بھی نہایت اہم اور قابل ذکر ہے جو اس تاریخی رسالہ ''محافظ ربانی'' سے معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا عبدالرب صاحب مرحوم ولی اللّٰہی خاندان سے اخذِ حدیث میں عالی سند رکھتے ہیں اور مولانا محمد قاسمؒ صاحب اور مولانا رشیداحمد صاحبؒ گنگوہی ایک درجہ نازل سند کے مالک ہیں۔بایں وجہ کہ حضرت مولانا عبدالرب صاحبؒ مُسندِ حدیث حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے براہِ راست، بلا واسطہ شاگرد تھے اور مذکورینِ بالا دونوں اساطین اُمت حضرات بالواسطہ شاگرد تھے اور اہل علم جانتے ہیں کہ علوِ سند بھی نہایت اہم قابل فخر چیز ہے مولانا عبدالرب صاحبؒ اس میں اپنے معاصرین سے ممتاز تھے۔

مدرسہ عبدالرب دہلی کی ترقی وترویج میں ازاول تاہنوز جن قابلِ قدر شخصیات نے اپنے اپنے دائرہ عمل میں حصہ لیا ہے،خواہ ان سے اہتمام وانتظام متعلق ہو یا درس

وتدریس یا ارکانِ شوریٰ ہوں یا وہ معاونین ہوں ان سبھی کی خدماتِ جلیلہ قابل قدر اور شکر وامتنان کی مستحق ہیں، تاہم ان میں ایک اپنی نوعیت کی منفرد وممتاز عظیم شخصیت بھی ہے جس نے اس شجرۂ طیبہ کی آبیاری اور سیرابی میں اپنی متاعِ زندگی کے پچاس ساٹھ سال صرف کئے ہیں وہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی ہیں یہ حضرت شیخ الہند کے براہِ راست شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنے استاد کے مشن کی تکمیل میں اپنے آپ کو وقف کردیا تھا۔

ع ؎ یادش بخیر جب وہ تصور میں آ گئے

راقم الحروف کی ایک بھولی بسری یاد جو حافظہ کے ایک گوشہ میں محفوظ تھی نوک قلم پر آنے کے لئے بے تاب ہے، مجھے یاد ہے ۵۴۔ ۱۹۵۳ء میں احقر مدرسہ دعائیہ بارہ ٹوٹی دہلی میں پڑھتا تھا، یہ مدرسہ حضرت مولانا رحیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ تھا، یہاں دو سال گذار کر میں نے مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی میں داخلہ لیا، میرے ساتھ میرے ہمدم وہم درس رفیقِ محترم مولانا محمد سعید امینی حفظہ اللہ بھی تھے، مدرسہ امینیہ میں اس وقت شیخ الحدیث وصدر حضرت مولانا عبدالغنی صاحب شاہجہاں پوریؒ تھے اور مدرسہ عبدالرب دہلی میں صدر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی تھے۔ چونکہ دونوں مدرسے قریب قریب تھے چھٹی کے اوقات میں طلبہ باہم ملاقات کرتے تھے اور دیگر مدارس کے بارے میں گفتگو اور تبصرہ بھی کرتے تھے، اس وقت طلبہ کی زبانوں پر یہ تذکرہ عام تھا کہ معیارِ تعلیم میں تو یہ دونوں مدرسے اپنا جواب نہیں رکھتے مگر مدرسہ عبدالرب میں سختی زیادہ ہے، یہاں طلبہ کی نگرانی

پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، ضابطے کی پابندیوں پر عمل درآمد کرایا جاتا تھا اور تربیت پر خاص نظر رکھی جاتی تھی، اس لئے طلبہ گھبراتے تھے۔

دراصل طلبہ نوعمر، نوخیز ہوتے ہیں اس عمر میں عموماً طلبہ آزادی پسند ہوتے ہیں، پابندی سے گھبراتے ہیں، مولانا محمد شفیع صاحب طلبہ کی بے راہ روی پر سخت نوٹس لیتے تھے اور چونکہ حضرت مولانا موصوف ہر وقت مدرسہ میں رہتے تھے اس لئے طلبہ کا گھبرانا بجا تھا، حقیقت یہ ہے کہ آں موصوف حضرت شیخ الہند کے تربیت یافتہ اور حاصلِ فیض تھے، حضرت شیخ کے داماد بھی تھے اور چچا زاد بھتیجہ بھی تھے، وہ طلبہ کی تراش خراش پر زیادہ نظر رکھتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ ہر شاگرد اپنے اُستاد کا آئینہ بن جائے، اللہ تعالیٰ انہیں جنات النعیم کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائے۔

مدرسہ عبدالرب دہلی کی اس تاریخی دستاویز ''رسالہ محافظ ربانی'' میں، راقم سطور نے مدرسہ ہذا کی فہرستِ صدور و مشائخ میں جب مولانا قاری محمد عمر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی و اسم گرامی پڑھا تو بے اختیار زبان پر کسی شاعر کا یہ مصرع آ گیا

؎ مرے ہی نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

بیشک حضرت مولانا قاری محمد عمر صاحبؒ اس عہدۂ جلیلہ کے حق دار ہی نہیں بلکہ آپ زینت افزائے عہدہ اور حسن آرائے مسند تھے۔ تاہم یہ وقت آپ کا پیرانہ سالی کا تھا اور علالت وضعف کا بھی تھا، اس لئے فرضِ منصبی کی ادائیگی میں معذور تھے۔

حضرت والائے موصوف راقم الحروف کے شفیق استاد اور مخلص مربی تھے، آپ ۱۹۵۳ء میں مدرسہ دعائیہ بارہ ٹوٹی دہلی میں درسِ نظامی کے ماہر اور معقولات

کے کامیاب استاد تھے احقر نے متوسط درجات کی عربی کتب آپ ہی سے پڑھی ہیں۔
آپ میوات کا مشہور قصبہ مالب کے باشندہ تھے۔ گھر میں علمی ماحول تھا آپ کے والد محترم مُلاّ جی عبدالرحمن مرحوم، مالب کی تالاب والی مسجد میں مکتب پڑھاتے تھے، وہ حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے اسی وجہ سے مسلم لیگ کی طرف مائل تھے، تقسیمِ ملک کے وقت وہ مع اہل خانہ پاکستان چلے گئے مگر اس کے برعکس حضرت مولانا قاری محمد عمر صاحبؒ حضرت مولانا مدنیؒ کے فیض یافتہ اور ارشد تلامذہ میں تھے اور اُن کے عاشقِ زار تھے، کانگریس کے حامی تھے، یہیں مقیم رہے پاکستان نہیں گئے جس کی وجہ سے والد کی موروثی جائداد سے بھی محروم ہو گئے مگر اس کے باوصف اپنے موقف پر عزم و استقلال کے ساتھ سختی سے قائم رہے۔

مرے ہم دم وہم درس رفیقِ محترم مولانا محمد سعید صاحب امینی مالبی حفظہ اللہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت والا معقولات کے مشاہیر میں سے تھے، منطق وفلسفہ کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے، حصول منطق کی خاطر آپ نے مغربی پنجاب کے قصبہ اِنّی تک سفر کیا ہے، اس لئے معقولات پڑھانے کی ماہرانہ صلاحیت رکھتے تھے، دوسری طرف فنِ قرأت وتجوید کے بھی یگانۂ روزگار تھے، برصغیر کے معروف ومشہور قاری حضرت مولانا فتح محمد صاحب پانی پتی کے اخص الخاص تلامذہ میں سے تھے، مرحوم قاری فتح محمد صاحب فرماتے تھے کہ فنِ قرأت میں میرے معتمد علیہ دو ہی شاگرد ہیں ایک صاحب کوئی مغربی پنجاب میں ہیں اور دوسرے محمد عمر مالبیؔ ہیں، احقر (راقم) نے بھی حضرت والا سے ''النشر فی قرأت العشر'' ''مشافہۃً'' پڑھی ہے۔

بہر حال حضرت مولانا قاری محمد عمر صاحب مالبی نور اللہ مرقدہٗ علوم اسلامیہ کے ہر فن مولا تھے، علم وفضل کے اس اوج وعروج کے باوصف آپ کی سادگی بھی قابل دید تھی، دیکھنے میں بہت سیدھے سادے، نہایت بھولے بھالے اور بے تکلف معلوم ہوتے تھے، تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور رہتے تھے، جس سے ملتے تھے تواضع و انکسار سے ملتے تھے، چہرہ پر ہر وقت بشاشت اور تبسم کھلتا رہتا تھا، کم گو تھے، نہایت پابند وضع اور بزرگانہ مکارم اخلاق کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات پر متمکن فرمائے۔ آمین

بہر حال یہ تاریخی رسالہ بنام ''محافظ ربانی'' مدرسہ عبد الرب دہلی کا ایسا تاریخی مرقع ہے جس کی جتنی تعریف وتحسین کی جائے تھوڑی ہے، اس نے مدرسہ ہذا کو ایک نئی سمت اور نئی توانائی بخشی ہے اس سے پہلے مدرسہ کے نقوشِ ماٰثر اور تاریخی سانحات غیر واضح اور بکھرے ہوئے دانوں کی طرح غیر مرتب اور منتشر تھے، لائق مصنف نے ان منتشر اجزاء کو خوبصورت ترتیب اور نگارش کے حسین اسلوب کے ساتھ ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

اس قدیم دینی، ملی اور تعلیمی ادارہ کی تعمیر وترقی میں جن جن اہم اور قابل قدر شخصیات نے حصہ لیا ہے خواہ وہ اہتمام وانتظام کی صورت میں ہو خواہ وہ صدور وشیوخ کی شکل میں ہو یا وہ تعلیم وتدریس کی حیثیت سے ہو ان سب کا عہد بعہد سال بسال مع سنینِ میلاد ووفات مختصر انداز سے نہایت ہی دِل کش پیرایہ میں تذکرہ کیا ہے۔ اور پھر طرزِ تحریر کے اس پورے سفر میں نہایت محتاط روش اختیار کی ہے، اس طرح بے گرد و

غبار گذر جانا بڑی وسعتِ قلب اور ظرف کی بات ہے۔

ماشاء اللہ عزیز مصنف خوش گو اور زود گو شاعر بھی ہیں، ادب کا بہت عمدہ ذوق رکھتے ہیں آں عزیز کو معتبر اور معیاری شعر کہنے میں خاصہ ملکہ حاصل ہے۔ موقع بموقع مضمون کی مناسبت سے شعر کی پیوندکاری بڑے لطیف انداز سے کرتے ہیں جس سے عبارت مزین اور پُر لطف ہوجاتی ہے۔ راقم الحروف بھی ان کی صلاحیت اور فنی استعداد پر فخر محسوس کرتا ہے، آں عزیز میرے شاگرد ہیں اور مجاز بیعت بھی۔

ع ؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مدرسہ عبدالرب کی اس تاریخی دستاویز کو اپنی بارگاہِ قدس میں قبولیت بخشے اور مدرسہ ہذا کے بہی خواہان منتظمین، اراکین اور مدرسین کو اپنے اپنے دائرۂ عمل میں استقامت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد جمیل احمد نوحی

مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

بتاریخ یکم محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۱/اگست ۲۰۲۱ء بروز بدھ

موبائل نمبر:9873388735

تقریظِ مفید

بقیۃ السلف محقق عصر حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس، دین کی حفاظت کے قلعے ہیں

مدارس دینیہ یقینا دین کی حفاظت کے قلعے ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ انہیں مدارس کے فضلاء اور تربیت یافتہ علماء نے ہر فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اسلام پر کئے جانے والے ہر اعتراض کا نہ صرف جواب دیا، بلکہ دین کی حفاظت کے لئے جیل کی تکالیف تک برداشت کیں اور وقت آنے پر جانی قربانیاں بھی پیش کیں۔

آج کے بعض مدارس تو مستقل ذریعۂ معاش ہیں

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر اس بات کا اظہار بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ اب بعض مدارس کی بنیاد وتعمیر بجائے دین کی حفاظت کے اپنی اغراض کے لئے ہو رہی ہے، بلکہ بہت سے مدارس تو ایک مستقل ذریعۂ معاش کے طور پر بنائے جا رہے ہیں۔ کئی مدارس کا وجود آپس کے اختلاف کے سبب ہوا، مہتمم صاحب نے ایک استاذ یا منتظم کو مدرسہ سے نکالا یا اور کوئی اختلاف ہو گیا تو اس صاحب نے دوسرا مدرسہ بنا لیا۔ اور عوام بیچاری اپنے بھولے پن میں (اور صحیح معنی میں بھوٹ پن میں) ہر کسی کو مالی تعاون کر رہی ہے، ہمارے عوام اور اہل مال کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنا قیمتی سرمایہ کہاں صرف کر رہے ہیں۔

تاریخ کی تعریف

تاریخ کی کئی تعریفیں کی گئیں ہیں:

(۱)......جس کے ذریعہ نبیوں، بادشاہوں، فاتحوں اور مشہور شخصوں کے حالات اور گذرے ہوئے مختلف زمانوں کے عظیم الشان واقعات ومراسم وغیرہ معلوم ہوسکیں، اور جو زمانہ گذشتہ کی معاشرت، اخلاق، تمدن وغیرہ سے واقف ہونے کا ذریعہ بن سکے۔

(۲)......فطرت کے واقعات نے انسان کے حالات میں جو تغیرات پیدا کئے ہیں اور انسان نے عالم فطرت پر جو اثر ڈالا تھا، ان دونوں کے مجموعے کا نام تاریخ ہے۔

(۳)......تاریخ: واقعات اور حالات کا پتہ لگانا ہے جن سے دریافت ہو کہ موجودہ زمانہ گذشتہ زمانہ سے کیونکر بطور نتیجہ کے پیدا ہوگیا۔ چونکہ یہ مسلم ہے کہ دنیا میں جو تمدن، معاشرہ، خیالات، مذاہب موجود ہیں سب گذشتہ واقعات کے نتائج ہیں جو خواہ مخواہ ان سے پیدا ہونے چاہئے تھے، اس لئے ان گذشتہ واقعات کا پتہ لگانا اور ان کو اس طرح ترتیب دینا جس سے ظاہر ہو کہ موجودہ واقعہ واقعۃً گذشتہ واقعات سے کیونکر پیدا ہوا، اسی کا نام تاریخ ہے۔

(۴)......تاخیر کے جزو آخر کو مقلوب کرکے لفظ تاریخ بنایا گیا ہے، اور تاخیر کے معنی ہیں: اولین وقت کا آخرین وقت کے ساتھ نسبت دینا، مثلاً: یہ بتلانا کہ فلاں مذہب یا فلاں سلطنت یا فلاں معرکہ فلاں وقت میں ظاہر ہوا، تھا جو واقعات خاص اس وقت میں ظہور پذیر ہوئے ان سب کو معلوم کرنے کا مبداء یہی وقت ہوتا ہے۔ ان تعریفات کا خلاصہ کرکے یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو حالات واخبار بقید وقت لکھے جاتے ہیں، ان کو تاریخ کہتے ہیں۔

تاریخ کی عظمت اور اس کے فوائد

تاریخ ایک بلند مرتبہ شعبہ علم اور کثیر الفوائد وخوش نتائج فن ہے کیونکہ وہ ہم کو سابق امتوں کے اخلاقی حالات، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی پاک سیرتوں اور سلاطین کی حکومتوں اور ان کی سیاستوں سے روشناس کرتا ہے، تاکہ جو شخص دینی ودنیوی معاملات میں ان میں

سے کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اس کا دامن فائدہ سے خالی نہ رہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید بن شریک کو جو جاہلیت کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے اوران کو عرب وعجم کے اکثر معرکے یاد تھے صنعاء سے بلایا اور کاتب ومعین مقرر کئے کہ جو کچھ یہ بیان کریں اسے قلمبند کرتے جاؤ۔

فن تاریخ میں ابومحنف کلبی اور واقدی زیادہ مشہور ہیں۔عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ (م:۲۷۶ھ) ،ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری (م:۲۸۱ھ)، محمد بن سعد واقدی (م:۲۳۰ھ) کا شمار ثقہ مؤرخین میں ہوتا ہے۔احمد بن یعقوب عباسی تیسری صدی کے مؤرخ ہیں۔احمد بن یحیی البلاذری (م:۲۷۹ھ) محدثین کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔ابو جعفر محمد بن طبری (م:۳۱۰ھ)، ابوالحسن مسعودی (۳۴۵ھ) وغیرہ قابل ذکر مؤرخین ہیں۔جن کی تصانیف امت میں مقبول اور مشہور ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون اردو ص ۳۴، الفاروق، تاریخ اسلام، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون ص ۱۲۴)

مدارس عربیہ کی تاریخ

مدارس عربیہ کی زبردست خدمات ہیں، ان خدمات کو اجاگر کرنا اور امت تک پہنچانا بھی از حد ضروری ہے، ہمارے بہت سے ادارے وہ ہیں جن کا فیض دور دور تک پہنچا، مگر عوام کیا خواص بھی ان سے متعارف نہیں، اور نہ ان مدارس کے ارباب شوری اور اہل انتظام کی اس طرف توجہ ہے، بلکہ بعض حضرات کو درخواست کرنے پر بڑی مایوسی کا جواب سننے کو ملا۔ ماشاء اللہ بعض مدارس نے اس کی طرف توجہ کی، مثلاً: دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تاریخ شائع ہیں۔جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تو ہمارے رفیق مفتی عبدالقیوم راجکوٹی صاحب مدظلہ نے مثالی کام کرکے جامعہ کی تاریخ بڑی تفصیل کے ساتھ مرتب کی ہے، امید کہ وہ پانچ چھ جلدوں میں شائع ہوگی، اس کی پہلی جلد منظر عام پر آگئی ہے۔

مؤرخ کے لئے چند ضروری امور

مؤرخ کے لئے ضروری ہے کہ: واقعات صحیحہ کو جمع کریں، رطب و یابس سے پرہیز کریں۔ تاریخ میں حقائق ہوں تعریف پر اکتفا نہ ہو۔ تحریر میں مبالغہ نہ کریں، تعریف وتنقید حد میں ہو۔ اس قدر اختصار بھی نہ ہو کہ قاری کے لئے واقعات کا سمجھنا مشکل ہو، اور نہ اس قدر طوالت ہو کہ ناظرین کے لئے اکتاہٹ کا سبب بنے۔

محافظ ربانی

''مدرسہ عبدالرب'' ہندوستان کے مدارس دینیہ میں ایک قدیم دینی درس گاہ ہے، ایک وقت میں اس کا بڑا شہرہ تھا، اکابر علماء اور کہنہ مشق اساتذہ کے وجود سے یہ ادارہ آباد تھا، وہاں کے فضلاء کی ایک طویل فہرست ہے، ضرورت تھی کہ اس ادارہ کی ایک تاریخ لکھی جائے اور امت مسلمہ اس سے واقف ہو۔ الحمد للہ حضرت مولانا ظفر الدین صاحب قاسمی مدظلہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور'' محافظ ربانی'' کے نام سے ایک کتاب تیار فرمالی۔ ماشاءاللہ موصوف نے بڑی محنت اور مشقت سے اس کام کو انجام دیا، اللہ تعالی اس تاریخ کو امت کے لئے نافع بنائے اور مرتب کے لئے ذریعۂ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

مرغوب احمد لاجپوری

۹/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۷/نومبر ۲۰۱۸ء، بروز سنیچر

ارشاداتِ عالیہ

گنجینۂ علم واخلاق حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی رحمہ اللہ

نائب مہتمم واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

ہم دست کتاب ''محافظِ ربانی'' بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی، جس کو جناب مولانا ظفرالدین صاحب قاسمی زیدمجدہ (شیخ الحدیث ثانی وصدر المدرسین مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ دہلی) نے بڑی جگرکاوی سے ترتیب دیا ہے، کتاب باصرہ نواز ہوئی، اوّل تا آخر بندے نے مطالعہ کیا۔

مدرسہ ہذا، دہلی کا قدیم ترین، دینی وعلمی ادارہ ہے جس کی بنیاد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحریک اور مشورے سے حضرت مولانا محمد عبدالرب دہلویؒ نے ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں رکھی، حضرت مولانا عبدالرب صاحب، حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے نامور تلامذہ میں سے تھے اور اُنہی سے مجازِ بیعت بھی، مدرسہ عبدالرب، مادرِعلمی دارالعلوم دیوبند سے گویا ۹؍سال بعد قائم ہوا، اس ادارہ میں بڑے بڑے اہل علم وفضل اکابر نے منصبِ تدریس کوجلا بخشی ہے، جن میں حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہویؒ، حضرت مولانا فخرالحسن محدث گنگوہیؒ، حضرت مولانا عبدالعلی محدث میرٹھی ثم دہلوی رحمہم اللہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

علامہ یوسف بنوریؒ کے بیان کے مطابق حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ نے تدریس کا آغاز مدرسہ عبدالرب سے فرمایا، حضرت شیخ الہندؒ کے داماد حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ ۶۱؍سال وہاں استاذ رہے اور تقریباً ۲؍سال منصبِ اہتمام بھی

سنبھالا، انہی اکابر میں حضرت مولانا قمر الدین صاحب مدظلہ۔ (حال شیخ الحدیث ثانی دارالعلوم دیوبند) بھی ہیں، موصوف نے کئی سال اس ادارے میں درسِ حدیث دیا ہے۔

مدرسہ عبدالرب میں بندے کی سب سے پہلی حاضری ۱۴۱۰ھ میں ہوئی جب کہ محترم مولانا عبدالستار سلام قاسمی زید مجدہ منصبِ اہتمام پر فائز تھے، مدرسہ میں حاضر ہوکر طلبہ کا تعلیمی جائزہ بھی لیا تھا، دارالعلوم دیوبند سے میرے ساتھ دیگر اساتذہ بھی تشریف لائے تھے اور تعلیمی معیار کو سراہا تھا۔

الغرض اس کی قدیم تاریخ ہے، درمیان میں یہ ادارہ خزاں آشنا بھی رہا لیکن جلد ہی بادِ بہار بھی آتی رہی، بحمد للہ اس کا موجودہ انتظام باصلاحیت اور مخلص لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور برابر ترقی کررہا ہے، ضرورت تھی کہ ایسے ادارے کی تاریخ سامنے آنی چاہئے، چنانچہ مولانا ظفر الدین صاحب زید علمہ وفضلہ نے مدرسہ عبدالرب کا تاریخی مرقع بڑی عرق ریزی سے ترتیب دیا ہے، مدرسہ ہذا کی گویا یہ ازاول تاریخی سر گزشت ہے، زبان بھی اس کی صاف وشستہ ہے، اور ترتیب بھی عمدہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت عطا فرمائے اور مؤلف سلمہٗ کو اجرِ جزیل سے نوازے۔ آمین ثم آمین

خیرخواہ

عبدالخالق سنبھلی
خادم دارالعلوم دیوبند
۱۵/ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لاجپوری مدظلہ العالی
شیخ الحدیث ثانی مدرسہ جامعۃ القرأت کفلیتہ، گجرات

حامداً و مصلیاو مسلما!

رب اکرم کا یہ کرم ہوا کہ اس نے ''محافظ ربانی بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی'' کے بالاستیعاب مطالعہ کی سعادت بخشی۔ **فللّٰہ الحمد علی ذالک**

وہ شہر دہلی جو سالہا سال سے علم وادب کا گہوارہ رہا جس میں محدثین، مفسرین کبارِ اہلِ علم وفضل نے علومِ الٰہیہ سے نہ صرف اہالیانِ ہند بلکہ عالم کے بے شمار طالبینِ علومِ نبوت کو فیضیاب فرمایا، اسی شہر میں بے شمار مدارسِ دینیہ وجود میں آئے، انہی مدارس میں سے ایک مدرسہ عبدالرب دہلی بھی ہے، جو دہلی کا قدیم ترین مدرسہ ہے۔

راقم الحروف کے جد بزرگوار سابق مفتیٔ اعظم برما حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہٗ بھی اسی درسگاہ کے فضلاء میں سے تھے، بایں نسبت بندہ کا جب بھی دہلی کا سفر ہوا تو یہ دِلی اشتیاق رہا کہ مدرسہ عبدالرب کا دیدار کروں، بارہا مدرسہ کی زیارت سے مشرف ہوا، اور بعض ذمہ دارانِ مدرسہ سے ملاقات بھی ہوئی، مدرسہ کی تاریخ سے متعلق جستجو بھی رہی لیکن کوئی خاص تاریخی بات حاصل نہ ہوسکی، اسی وقت سے دِل میں یہ خیال گردش کررہا تھا کہ کاش کوئی بندۂ خدا یہ بیڑا اُٹھائے لیکن ''کل امرٍ مرھونٌ باوقاتہ'' چنانچہ رب ذوالجلال نے یہ سعادت فاضل گرامیٔ قدر مولانا ظفرالدین صاحب قاسمی دام ظلہٗ کوعنایت فرمائی۔ جب موصوف کی جانب سے ترتیب تاریخ کی اطلاع ملی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی، جب کتاب کا مسودہ تیار ہوکر موصول ہوا، بندہ نے خاص اہتمام سے ازاول تا آخر پڑھا۔

الحمدللہ! اس کتاب پر احقر کے بڑوں کی تقاریظ موجود ہیں، قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ احقر قلم فرسائی کرے، لیکن مرتب کتاب زیدہ مجدہ کے مخلصانہ اصرار پر چند گذارشات پیش خدمت ہیں:

مدارسِ دینیہ کی تاریخ مرتب کرنے کے بسیار مقاصد ہو سکتے ہیں، احقر کی نظر میں ایک اہم مقصد یہ ہے کہ سابق بانیین، منتظمین، معلمین و متعلمین کے حالاتِ زندگی کو پڑھ کر موجودہ بانیین و ذمہ دارانِ مدراس و جامعات، معلمین و متعلمینِ مدارس اپنے آپ کو اُن کے اوصاف سے متصف کریں، اُن کے نقشِ قدم پر گامزن ہو کر امتِ مسلمہ کو ایسے وارثین انبیاء فراہم کریں جن کے پیشِ نظر اپنے مفاد کو قربان کر کے امت مسلمہ کی صحیح دینی رہبری کا جذبہ ہو، جو حفاظت و اشاعتِ اسلام کے خاطر اپنے تن من دھن کی بازی لگا دے، جو اپنے سارے اُمور میں دُنیا پر آخرت کو ترجیح دے۔

بطور جملہ معترضہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمائے کہ ہماری نسبت تو علماء ربانی و حقانی علماء دیوبند کی طرف ہوتی ہے، مگر ہم اُن کے احوال و اطوار، آداب و خصلت، سادگی و بے تکلفی، خلوص و ہمدردی، خیر خواہی و غم خواری وغیرہ اوصاف سے کوسوں دور ہیں، مدارس کی تعداد بڑھ چکی ہے اور علم حقیقی گھٹ چکا ہے، اوصافِ حمیدہ وغیرہ کے الفاظ ہیں اور اُس کی حقیقت کا فقدان ہے۔

بے ہوش جو پڑے ہیں شاید اُنہیں جگا دے	ہر درد دلِ مند کو رونا مرا رُلا دے

رب کریم سے دعا ہے کہ ہمیں کتابِ ہذا کے مطالعہ کی توفیق عطا فرمائے اور ماضی کے انفاسِ قدسیہ کے احوالِ حسنہ کو پڑھ کر اپنے مستقبل کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ رشید احمد لاجپوری غفر اللہ لہٗ (۱۵؍صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۳؍اکتوبر ۲۰۲۰ء بروز شنبہ)

تقریظ محسن ومشفق حضرت مولانا بشیر احمد صاحب قاسمی

(امام وخطیب ومحرر مدرسہ حسین بخش دہلی)

جناب مولانا ظفر الدین صاحب قاسمی بھرتپوری لائق ستائش اور قابل مبارکباد ہیں، جنہوں نے ''محافظ ربانی'' بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی لکھ کر مدرسہ عبدالرب کو تاریخی حیثیت سے نئی روشنی اور توانائی بخشی ہے، اس کتاب نے اہل مدرسہ کا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے اور دیگر ذمہ دارانِ مدارس کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ بقیہ مدارس کی تاریخ بھی اسی طرح مرتب ہونی چاہئے، یہ کام مولانا نے خالص رضائے الٰہی کے خاطر کیا ہے، ورنہ آج کے اس دورِ انحطاط میں ایسے خشک اور محنت طلب موضوع پر قلم اُٹھانے کی جرأت ہر کسی کو نہیں، بالخصوص جبکہ ذمہ دارانِ مدارس کی طرف سے کسی بھی طرح حوصلہ افزائی کی اُمید نہ ہو۔

یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ مؤلف محترم اس کتاب کی تالیف میں تقریباً ۲ رسالوں سے مشغول ہیں، ادارہ سے متعلق تاریخی مواد کی تلاش وجستجو کے لئے کہاں کہاں کا سفر کیا، کس قدر صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے اور ماخذ ومراجع کے خاطر نایاب کتابوں تک رسائی کے لئے کتنی تکالیف برداشت کیں، اس کا صحیح اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کا کبھی ان راہوں سے گذر رہوا ہو، مؤلف موصوف صرف دادِ تحسین ہی نہیں بلکہ گرانقدر انعام کے بھی حق دار ہیں، یہ تاریخی کارنامہ ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہے گا اور آنے والی نسل کے لئے سنگِ میل کا کام دے گا، اس شاہکار تصنیف کا سہرا موصوف کے برادرِ معظم، میرے دوست مولانا جان محمد صاحب کے سر جاتا ہے جنہوں نے مؤلف موصوف کی تعلیم و تربیت میں اہم رول ادا کیا، دعا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کے لئے اس کتاب کو ترقیٔ دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ (مدرسہ حسین بخش دہلی)

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب ندوی پالنپوری

(ناظم اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ عربیہ مجلسِ دعوت الحق پالنپور و نائب صدر جمعیۃ علماء پالنپور)

الحمدللہ! مدرسہ عبدالرب، ہندوستان کے ان قدیم تاریخی مدارس میں سے ایک ہے جس نے علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت، احقاقِ حق وابطالِ باطل اور تذکیر وارشاد میں نمایا کردار ادا کیا میرے جد امجد حضرت مولانا محمد نذیر صاحب پالنپوریؒ بھی اسی مدرسہ کے فیض یافتہ وفارغ التحصیل تھے اس وجہ سے مجھے مدرسہ ہذا سے والہانہ لگاؤ ہے، غالباً ۵ رسال قبل دہلی جانا ہوا، میرے محب گرامی حضرت مولانا محمد عمران صاحب مظاہری مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن مسجد اللہ، روشن آرا باغ، شکتی نگر دہلی کی وساطت سے مدرسہ عبدالرب میں حاضری ہوئی، اس وقت معلوم ہوا تھا کہ مولانا ظفرالدین صاحب صدر مدرس مدرسہ عبدالرب، مدرسہ کی تاریخ مرتب فرمارہے ہیں، بڑی مسرت ہوئی اس کے بعد سے اب تک کتاب کی طباعت کا شدت سے انتظار رہا، بالآخر آج وہ مبارک گھڑی آن پہنچی، جسکے دیدار کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں، ماشاءاللہ مصنف نے یہ کام بڑی جانفشانی کے ساتھ کیا ہے، اس سفر میں کتنی دُشواریاں یقینا آئی ہونگی لیکن موصوف نے گویا تلاطم خیز موجوں سے مقابلہ کرتے ہوئے کشتی کو ساحل تک لگانے میں زبردست کامیابی حاصل کرکے اولوالعزمی کا بیّن ثبوت پیش کیا ہے بقول کسے:

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہونہیں سکتا　　ہمت کرے انسان تو کیا ہونہیں سکتا

زیرنظر کتاب میں تقریباً تمام احوال پر روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کافی ضخیم ہے پھر بھی مصنف مزید مواد دستیاب ہونے کی امید پر ہنوز کتاب کی طباعت کے لئے تیار نہیں، لیکن ''کب تک جیا کرے گا کوئی انتظار میں'' احباب کے اصرار پر بمشکل راضی ہوئے موصوف جہاں شاندار قلم کار ہیں وہیں میدانِ درس کے کامیاب شہسوار ہیں، اُصولِ حدیث اور اُصولِ فقہ پر منظوم و منثور طرز کی کتابیں آپ کے رُسوخ فی العلم کی گواہی دیتی ہیں۔

مجھے ذاتِ باری سے اُمید ہے کہ کتاب ہذا ''محافظِ ربانی'' بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی کے طبع ہوجانے کے بعد مدرسہ کی سرگرمیوں میں نئے جوش اور جذبے کا آغاز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

عبدالقدوس ندوی پالنپوری

عظمتِ دینی مدارس سب پہ کردو آشکار

منظوم تاثرات:
بقلم حضرت علامہ ابوالماجد قانی قاسمی میواتی

حمد ہے بے حد خدایا شکر تیرا بے شمار ❖ عبدِ رب کی آگئی تاریخ زریں خوشگوار
ہم کو اس تاریخ کی تھی ایک مدت سے تلاش ❖ دیر آید، خیر آید، مرحبیٰ پروردگار
اس کے بانی منتظم استاذ و غالب باکمال ❖ صاف ظاہر ہوگیا وہ جس پہ چھایا تھا غبار
فارغ التحصیل اس کے مثلِ مرغوب و نذیر ❖ بے بدل داعی فقیہ و نابغۂ روزگار
سب مدارس کی بھلا تاریخ آنی چاہیے ❖ عظمتِ دینی مدارس سب پہ کردو آشکار
گر نہیں ہوتے مدارس دین مٹ جاتا یہاں ❖ آج بھی اسلام کا ان سے تشخص برقرار
واقعی تہذیبِ اسلامی کے گہوارہ ہیں یہ ❖ اس لیے چبھتے ہیں دشمن کی نظر میں بن کے خار
ان مدارس کی ضرورت ہے سبھی کو گام گام ❖ ان سے ہی روشن ہے دنیا روشنی کے ہیں منار
کارنامے خوب ان کے، ماضی ہے کتنا حسین ❖ علم کی نشر و اشاعت ان کا شیوہ و شعار
اس محافظ کا مؤلف شیخ ظفر الدین ہے ❖ لائقِ تحسین ہے میرا عزیز خوش نگار

قول قانی! یا خدا ایں مدرسہ قائم بدار
تا قیامت فیضِ او جاری بود لیل و نہار

ابتدائیہ

حامداًومصلیاامابعد

آغازِ سخن حمدِ خدا سے ہو قلمکار

ہر آن ظفرؔ اس کی مدد کا ہے طلبگار

یہ رسالہ مدرسہ اسلامیہ عبدالرب کشمیری گیٹ دہلی کا ایک تعارفی خاکہ ہے جس میں مدرسہ ہذا کی تاریخ، بانی اور اِس میں اہم اہم پیش رو حضرات کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ ہے، کافی عرصہ سے مجلسِ شوریٰ مدرسہ ہٰذا کے سکریٹری محترم الحاج ڈاکٹر محمد یوسف صاحب تیزاب والے بندہ سے اصرار کررہے تھے کہ مدرسہ ہذا کا تاریخی و تعارفی خاکہ ہونا چاہیئے، بندہ ان شاء اللہ کے ساتھ ارادہ اور وعدہ کرتا رہتا، اوراس طرح یہ کام مؤخر ہوتا رہا۔

لیکن جس وقت مدرسہ میں تعمیرِ نو کا کام چل رہا تھا، اس وقت اس کی زیادہ ضرورت محسوس کی گئی۔ اس کے علاوہ بعض مواقع پر ملک اور بیرونِ ملک سے اہل علم حضرات کا جب دہلی آنا ہوتا ہے تو قدیمی تاریخی مدرسوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے مدرسہ ہذا میں بھی قدم رنجہ ہو جاتے ہیں، اُس وقت وہ حضرات، مدرسہ کا تعارفی کتابچہ وغیرہ معلوم کرتے ہیں، تاریخی مواد اور تعارفی خاکہ مرتب نہ ہونے کی وجہ سے منتظمین و مدرسین کو خفت اُٹھانی پڑتی، ان تمام وجوہات وضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بندہ نے اس سلسلے میں قلم فرسائی کا عزم کیا، مگر کسی ادارہ کی تاریخ لکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے پیش رَو اکابرین کے احوال وکوائف پختہ حوالوں کیساتھ دستیاب ہوں، چونکہ یہ کام محنت طلب تھا جس کے باعث بندہ کی ہمت نہیں ہو پارہی

تھی ، کیونکہ درس وتدریس ، امامت اور روز مرہ کی عائلی مشغولیات کے علاوہ مدرسہ کے محافظ خانہ میں نہ تو کوئی تفصیلی قدیم ریکارڈ موجود تھا اور نہ ہی کوئی ایسی خاص کتاب نظر سے گذری جو مدرسہ ہذا کی تاریخ میں پہلے کبھی لکھی گئی ہو، جسے بنیاد بنا کر آگے تسلسل قائم کیا جاتا، اِس بے سروسامانی کے عالم میں، ''نہ پائے رفتن، نہ جائے ماندن'' آدمی کرے تو کیا کرے۔

شبِ بزم ملاقات میں ہر چند یہ چاہا آنکھیں تو لڑاؤں ذرا اِس رشکِ قمر سے
پرخوف مرے دِل میں یہی آیا کہ ہے ہے نازک ہے نہ دَب جائے کہیں بارِ نظر سے

الغرض یہ کام انتہائی مشکل لگ رہا تھا لیکن وعدہ وفائی کی فکر ہمہ وقت دامن گیر رہنے لگی، اس درمیان ہمارے دور کے ایک جانے پہچانے مصنف کی کتابیں نظر سے گذریں جن میں مولانا عبدالرب کے نام کے ساتھ سہارنپوری لکھا ہوا ملا اور یہ بھی لکھا ملا کہ مولانا عبدالرب کو جب مدرسہ کے لئے شیخ الحدیث کی ضرورت پیش آئی تو مولانا عبدالعلی کو بلایا، اور ایک مجلہ میں یہ بھی لکھا کہ مولانا عبدالرب دہلوی یہ مولانا محمد حسین فقیر دہلوی کے تلمیذ تھے، جب کہ تاریخی اعتبار سے تینوں باتیں بالکل غلط ہیں۔

راقم کو یہ چیزیں بھی خوف زدہ کر رہی تھیں کہ آگے چل کے کہیں ہمارے مدرسے کی تاریخ ہی مسخ ہو جائے، تو قلب اس کام کے لئے اور بھی زیادہ آمادہ ہونے لگا، لیکن سوال یہی تھا کہ اس امرمہتم بالشان کو کس طرح انجام دیا جائے، شدہ شدہ ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ مدرسہ کا سرسری اور مختصر تعارف چند اوراق میں لکھ کر ڈاکٹر صاحب کے سپرد کر دیا جائے، تاکہ بات بھی رہ جائے اور قدرے کام بھی ہو جائے، تو اس کے لئے ۲۰۱۵ء میں کمربستہ ہوکر کام شروع کر دیا، جیسے جیسے مواد دستیاب ہوتا جاتا اس میں شامل کرتا رہتا، اس طرح ایک سال میں ۵۰۔۶۰ صفحے تیار ہو گئے، ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر بیحد پسند کیا، ہمت افزائی کے بلیغ کلمات

ارشاد فرمائے اور اضافہ کرنے کا بھی مشورہ دیا، پھر رفتہ رفتہ محنت ہوتی رہی اور اضافہ ہوتا رہا، بندہ عاجز کو امید نہیں تھی کہ اس قدر مواد جمع ہو جائے گا اور طویل کتاب بن جائے گی۔ بس اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے ہی سہل کیا۔ اور بسیار تلاش وجستجو کے بعد یہ تاریخی مواد قلم بند ہو گیا۔

اس کے لئے عاجز نے اپنی بساط اور ہمت کے مطابق محنت میں کمی نہیں چھوڑی اور جو کچھ لکھا، وہ تحقیق کے ساتھ ہی لکھا متعدد کتب خانوں اور لائبریریز کو ڈھونڈ مارا تب یہ جمع پونجی ہاتھ آئی۔

بعض مؤرخین وسوانح نگاروں کی تصانیف دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مدرسہ عبد الرب سے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک روئیداد بنام ''تذکرہ فیض رسانی'' شائع ہوتی تھی جس میں مدرسہ کے احوال وکوائف، فارغ ہونے والے طلبہ کے ناموں کے علاوہ مدرسہ کے معاونین واساتذۂ کرام کا مختصر ذِکر ہوتا تھا مگر افسوس صد افسوس ''تذکرہ فیض رسانی'' کا ایک نسخہ بھی مدرسہ کے کاغذات میں محفوظ نہیں اگر اس کے دو۔ چار نسخے ہی مل جاتے تو اس وقت بہت مدد ملتی، حدتو یہ ہے کہ مدرسہ میں ۱۹۲۰ء سے پہلے کے رجسٹر تک موجود نہیں جن میں مدرسین کرام کے اسمائے گرامی درج ہوں اللہ جانے کہاں گئے کون لے گیا یا کسی نے فضول سمجھ کر جلا دیئے۔ واللہ اعلم بالصواب

لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے راقم کے خالہ زاد بھائی مولانا حکیم الدین ربانی (بانی ومہتمم جامعۃ البنات محمدیہ فیروز پور جھرکہ میوات) کو کہ انہوں نے حضرت مولانا مفتی رشید احمد لاجپوری دامت فیوضہ شیخ الحدیث ثانی جامعۃ القرأت کفلیتہ گجرات کا رابطہ نمبر عنایت فرمایا اور کہا کہ آپ حضرت والا سے رابطہ کیجئے اُمید ہے کہ کچھ مزید مواد مہیا ہو جائے، چنانچہ حضرت والا سے جیسے ہی رابطہ ہوا اور راقم نے مسودہ دکھایا بیحد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے:

''برسوں سے انتظار تھا کہ کوئی مدرسہ عبدالرب کی تاریخ مرتب کرے ۔اللہ رب العزت نے یہ دولت آپ کے حصہ میں لکھی تھی، دیر آید درست آید۔''اوکما قال

بعد ازاں حضرت والا نے راقم کو ۱۹۱۰ء کی روئیداد ''تذکرۂ فیض رسانی'' اپنے کتب خانہ سے عطا فرمائی اس روئیداد کو دیکھتے ہی تڑپتی روح کوسکون، ترستے دیدوں کوسرور نصیب ہوا، اس مسرت بھرے لمحہ کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی، اللہ رب العالمین ان دونوں حضرات کودونوں جہان میں خوشی نصیب فرمائے۔آمین

اسی طرح محققِ وقت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کی خدمت میں راقم نے معلومات کے تعلق سے مستقل سفر کیا، حضرت موصوف نے، حضرت مولانا عبدالرب دہلویؒ کا رسالہ ''ارشادِ پیر'' کا عکس عنایت فرمایا، فجز اہم اللہ خیر الجزاء۔علاوہ ازیں دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ودیگر قدیمی اداروں کی لائبریریوں اور کتب خانوں میں متعدد بار حاضر ہوکر مستفیض ہوتا رہا۔

بندہ نے مدرسہ عبدالرب کی تاریخ کے سلسلہ میں مستقل طور پر کوئی کتاب نہیں دیکھی، کثیر تلاش وجستجو کے باوجود ایک رسالہ تک نہ ملا، حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوز بری کی کتاب ''علمی مکاتیب'' دیکھنے سے تو یقین ہوگیا کہ اِس ڈیڑھ سو سالہ مدت کے درمیان اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

علمی مکاتیب دراصل اُن خطوط کے مجموعے کا نام ہے جو اکابر کی طرف سے مولانا مرغوب احمد صاحب کی جانب ارسال کئے گئے، مولانا لاجپوری نے افادۂ عام کے خاطر اُن خطوط کو یکجا کر کے شائع فرمادیا ہے۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**

لہٰذا مناسب ہوگا اگر مدرسہ عبدالرب کی تاریخ سے متعلق مولانا عبدالقادر صاحب کا جوابی خط نقل کردیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مکتوب استاذِ محترم مولانا عبدالقادر صاحب

عزیزِ گرامی مولوی مرغوب احمد حفظہ اللہ واسخدمہ لدینہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محبت نامہ ملا، خیریت معلوم ہوئی بعد میں آپ کے زمیل درس ورفیق سے دوسرا رقعہ بھی ملا، الحمدللہ! خیریت سے ہوں اور آپ عزیزم کے لئے دِل وجان سے ترقی فی الدارین کی دعا کرتا ہوں جملہ طلبہ مشکوٰۃ شریف کوخصوصاً اور بقیہ کو بشرطِ سہولت میرا سلام عرض ہو۔

مدرسہ عبدالرب کی تاریخ کے متعلق تحقیق سے معلوم ہوا کہ اِس موضوع پر کوئی کتاب نہیں چھپی ہے۔ البتہ ہدیٰ ڈائجسٹ کا ایک خصوصی نمبر دہلی کے مدارس کے موضوع پر کبھی نکلا تھا، ان شاءاللہ تلاش کر کے مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ کے ساتھ بھیجنے کی سعی کرونگا، اِس مدرسہ سے مجھے بھی ایک گونا تعلق ہے کیونکہ ہمارے نانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہیں سے سندِ فراغت حاصل کی تھی، تقریباً اَسّی یا سو رسال پہلے بلکہ کچھ زائد۔ خدا کرے گھر میں سب بخیر ہوں۔ فقط والسلام

عبدالقادر غفر لہٗ

یکم رنومبر ۱۹۸۷ء

(علمی مکاتیب: ص ۳۰۱)

یہ تو احسان ہے اُن مؤلفین ومصنفین کا جنہوں نے چیدہ چیدہ ذکر مدرسہ عبد الرب اور اُس کے فارغین واساتذہ کا اپنی تصانیف میں کر دیا، جن سے آج محافظ ربانی کے لئے بڑی رہنمائی ملی ہے۔

اس تاریخی جمع پونجی کا نام ''محافظِ ربّانی'' بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی رکھا۔

ابجد کے حساب سے محافظ ربانی کے ۱۲۹۲ھ اور بتاریخ مدرسہ عبدالرب دلی کے ۱۸۷۵ء نمبر نکلتے ہیں اور یہی مدرسہ ہذا کا سن تاسیس ہے، یہ بھی خوش آئین بات ہے کہ یہ نام مسجد نبوی مدینہ منورہ شریف میں بعد نمازِ عصر بیٹھے بیٹھے ذہن میں آیا جب نمبر نکال کر دیکھے تو بالکل سن تاسیس کے موافق تھے بہت مسرت ہوئی، دِل میں بڑی تمنا تھی کہ اس رسالہ کا تاریخی نام رکھا جائے اللہ نے وہ بھی پوری فرمائی۔

بندہ عاجز کا ابھی اس کی طباعت واشاعت کا ارادہ نہیں تھا، خیال تھا کہ اور توقف کیا جائے، اس اُمید پر کہ کچھ مزید مواد کی یافت ہو۔ بقول کسے:

تلاش و طلب میں جو لذت ملی ہے
دعا کر رہا ہوں کہ منزل نہ آئے

مگر احبابِ مدرسہ کی رائے اور ملک کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر مناسب یہی قرار پایا کہ فی الحال اس کی طباعت کرالی جائے، پھر اگر زندگی رہی اور حالات بخیر رہے تو ان شاء اللہ طبع ثانی میں دیکھ لیا جائے گا، کیونکہ حکومت وقت نے ۲۰۱۹ء میں شہریت ترمیمی قانون بنا کر پورے ملک کے مسلمانوں کو عجیب اضطراب و بے چینی میں مبتلا کر دیا، پھر مزید اندیشے اور خطرے بھی سر پر منڈلا رہے ہیں، آسام کے حالات سب کے سامنے ہیں، آئے دن فرقہ وارانہ فسادات منظم سازش کے تحت کرائے جارہے ہیں، اوپر سے کورونا وائرس (وباءعام) ایسی مسلط ہوئی کہ جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، امت مسلمہ بھی بڑے امتحان وآزمائش سے گذر رہی ہے، کئی ماہ مساجد بھی عمومی نماز باجماعت سے موقوف رہیں اور مدارس میں تعلیمی نظام معطل ہو کر رہ گیا، لاک ڈاؤن کی وجہ سے اقتصادی حالات بھی ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں نہ جانے اس مصیبت سے کب نجات ملے گی، رہی سہی کسر اُمت کے جید علماء صلحاء کی پے درپے حادثاتِ اموات نے پوری کر دی "اللھم

احفظنا من کل بلاء الدنیا و عذاب الآخرہ ”دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے عالم کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان شاء اللہ انجام بخیر ہوگا۔

بہر حال مدرسہ کے معاونین، مخلصین، متعلقین اور فنِ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کرتے ہوئے بندہ خوشی محسوس کرتا ہے۔

اثناء تالیف، احباب نے اختصار و تفصیل کی بابت اپنے اپنے مزاج و مذاق کے اعتبار سے مختلف مشورے دیئے، راقم نے قابل قدر شخصیات کی آراء کا احترام کرتے ہوئے **خیر الامور اوساطھا** پر عمل کیا ہے، کہ قاری کی تشنگی بھی باقی نہ رہے اور اُکتاہٹ کا باعث بھی نہ بنے۔ ویسے تو عصرِ حاضر کا المیہ کسی پر مخفی نہیں ہے، کتب بینی سے جس درجہ بے اعتنائی و بیزاری برتی جارہی ہے اُسے دیکھ کر ایک مؤلف و مصنف کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، مگر ان حالات میں کیا اہل قلم خامہ فرسائی کرنی چھوڑ دیں؟ ہرگز نہیں بلکہ نقوشِ اسلاف کی بقاء کے لئے اس سلسلے کو جاری رکھنا از حد ضروری ہے۔ تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اکابر کے تاریخی، تعمیری اور انقلابی کارناموں کو پڑھ کر اپنا ایمانی روحانی اور عملی محاسبہ کرتی رہے، پژمردگی و بزدلی اور غفلت کی شکار نہ ہو بلکہ دین کے خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں، ماشاء اللہ ”ذکرِ صالحین“ کے نام سے حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوز بری نے بیڑا اُٹھا رکھا ہے، اب تک تین جلدیں منظر عام آچکی ہیں اور اب دوسرا ایڈیشن ۷ر جلدوں میں آرہا ہے، خدا کرے ہماری نسلیں ایسی کتابوں کو پڑھنے کے لئے اپنا وقت نکالے۔

بقول شہریار:

نشاط غم بھی ملا رنجِ شادمانی بھی

مگروہ لمحے بہت مختصر تھے فانی بھی
بھٹک رہے ہیں تعاقب میں اب سرابوں کے
ملا نہ جن کو سمندر سے بوند پانی بھی

زمیں بھی ہم سے بہت دور ہوئی جاتی ہے
ڈرا رہی ہے خلاؤں کی بے کرانی بھی

طویل ہونے لگی ہیں اسی لئے راتیں
کہ لوگ سنتے سناتے نہیں کہانی بھی

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد جمیل احمد نوحی الوری (شیخ الحدیث وصدرالمدرسین مدرسہ عالیہ فتحپوری) کا ذِکر نہ کیا جائے، جنھوں نے اس خادم کی ادنیٰ سی درخواست پر کثرتِ مشاغل وعدیم الفرصتی کے باوجود کتاب ہذا پر پیش لفظ رقم فرمایا، اسی طرح محقق عصر ممتاز عالم دین حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری ڈیوزبری کا بھی بندہ احسان مند ہے جنھوں نے مسودہ پڑھنے کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا اور بندہ کی درخواست پر کلماتِ عالیہ ونصائح غالیہ سے لبریز تقریظ تحریر فرمائی (حضرت والا کی طرف رہنمائی حضرت مولانا عبدالغفار صاحب بستویؒ استاذِ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی نے فرمائی، پھر مولانا محمد مسلم صاحب قاسمی امام مسجد بادل بیگ، بازار سرکیوالان، حوض قاضی کے توسط سے رابطہ ہوا)۔

اسی طرح پیکرِ اخلاص ومحبت مجموعۂ علم وعمل، محبوبنا ومخدومنا حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بندہ ممنون ہے جنھوں نے علالت کے

باوجود مسودہ کو اول تا آخر پڑھنے کے بعد بیش بہا وحوصلہ افزاء کلمات تحریر فرمائے۔ اور افسوس کہ کتاب طبع ہونے سے قبل حضرت اس دنیا سے کوچ فرما گئے، اللہ مغفرت فرمائے۔آمین

نیز حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب (شیخ الحدیث ثانی جامعۃ القرأت کفلیتہ، گجرات کا کہ جنہوں نے کتاب ہذا کے لئے نایاب مواد فراہم کرکے اس کی افادیت کو دوبالا کردیا اور احقر کی درخواست پر مسودہ کی تصحیح اغلاط میں گرانقدر تعاون فرمایا اور حضرت مولانا عبدالقدوس ندوی پالنپوری حفظہ اللہ وحضرت بشیر احمد قاسمی کا جنہوں نے ہمت افزائی کے بلیغ کلمات تحریر فرمائے، ان سبھی حضرات نے خیرخواہانہ مشوروں اور نیک دعاؤں سے نوازا اور اس سفر میں جن حضرات نے کسی بھی طرح تعاون دیا اُن کا بہت بہت شکریہ۔

اللہ تعالیٰ اس خاکہ کو اپنی بارگاہ میں حسنِ قبولیت عطا فرمائے اور مدرسہ کے حق میں اسے مفید اور خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے۔آمین یارب العالمین

وماتوفیقی الا باللہ

ظفرالدین قاسمی بھرتپوری

خادم تدریس مدرسہ عبدالرب دہلی

۱۰رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰راگست ۲۰۲۱ء بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد

سلطنت مغلیہ کا زوال اور مدارس کا قیام

جب ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج کا دور ختم ہوکر زوال پذیر حالات آ گئے تو مسلمان اوران کی تربیت کرنے والے علماء دین نے اپنے دلوں میں یہ ٹھان لی کہ ہمیں اپنی جان سے زیادہ ایمان اور دین کی حفاظت کرنی ہے۔ ''جان جائے تو جائے مگر ایمان نہ جائے'' کا نعرہ ہر خاص وعام کی زبان زد تھا۔

۱۸۵۷ء اوراس کے بعد کا دور مسلمانوں کیلئے زبردست امتحان وآزمائش کا دور تھا، نہ جان محفوظ تھی نہ مال، غرض کہ انحطاط وزوال کا دور دورہ تھا، نفسی نفسی کا عالم تھا ایسے پرُ آشوب دور میں ہمارے علماء حق کی سرگرمیوں میں مزید حرکت آئی اور مدارس اسلامیہ کی بنیادیں رکھنی شروع کر دیں، اور ہندوستان کے چپے چپے پر مدارس کا قیام عمل میں آنا شروع ہوگیا۔

تم جتنا تراشوگے یہ اور سوا ہوگا
اسلام وہ پودا ہے کاٹو تو ہرا ہوگا

علماء دہلی اور دینی جدوجہد

ہندوستانی مسلمانوں کی رہبری کرنے میں دہلی کے علماء صلحاء پیش پیش تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مغل حکومت کا آخری دور پایا، آپ نے عالمگیرؒ کی وفات ۱۱۱۸ھ کے بعد دور زوال کے ۱۱ر مغل بادشاہوں کا دور دیکھا ہے کافی

جدو جہد اور کوشش کے باوجود بھی جب چمن اجڑنے لگا تو ان حضرات نے جہاد فی سبیل اللہ میں قدم رکھا، کسی نے میدانِ کارزار میں کسی نے دعوت وتبلیغ میں تو کسی نے علم دین کی نشر واشاعت میں جہاد کیا یعنی ہر طرح سے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔

اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

پختہ طبعوں پر حوادث کا اثر ہوتا نہیں کوہ ساروں پر نشانِ نقشِ پا ملتا نہیں

خاندانِ ولی اللّٰہی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفیٰ ۱۱۷۶ھ) کے ۴؍ فرزند ان ارجمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۰ء)، شاہ رفیع الدین (متوفی ۱۲۳۰ھ ۱۸۱۱ء)، شاہ عبدالقادر (۱۲۳۰ھ ۱۸۱۱ء)، شاہ عبدالغنی (۱۲۲۷ھ ۱۸۰۹ء) رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ انہوں نے چپے چپے پر قرآن وحدیث کے علوم وافکار کو نشر کیا، پھر ان کے شاگردوں نے ان حضرات کے نیک مشن کو جاری رکھا، اسی خاندان کے عظیم فرد حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو ان کے علمی ونسبی سلسلے کی اہم کڑی ہیں۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بےتعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کے لگے پانی

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کا ذکر خیر

یوں بسر کر اور گزر جا غم کدے سے شاد شاد
عمر بھر روتے رہیں اہل جہاں تیرے لئے

آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے ہیں ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷۷۹ء کو دہلی میں پیدا ہوئے علوم اسلامیہ کی تحصیل اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمہم اللہ سے کی۔ تکمیل علوم کے بعد اپنے آبائی مدرسہ رحیمیہ دہلی میں اپنے نانا جان کی نگرانی میں درسِ حدیث پڑھانا شروع کیا اور ۲۰ رسال تک درس دیتے رہے، ۱۲۴۰ھ میں حج بیت اللہ کا قصد کیا وہاں دورانِ قیام شیخ محدث عمر بن عبدالکریم مکی متوفی ۱۲۴۷ھ سے اجازتِ حدیث حاصل کرکے اور بہت سے تشنگانِ علوم کو سیراب کرکے واپس ہندوستان تشریف لے آئے اور شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی کے وصال کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے، شاہ عبدالعزیز نے آپ کو اپنے بیٹے کی طرح پالا اور اپنی تمام مملوک جائیداد وغیرہ کا آپ ہی کو مالک بنا دیا۔

ہجرتِ مکہ مکرمہ:

آپ نے دہلی میں ۱۲۵۸ھ تک حدیث کا درس دیا پھر دوبارہ اپنے جملہ اہل وعیال سمیت مکہ معظّمہ کے لئے مستقل ہجرت فرما گئے ۱۲۵۸ھ سے ۱۲۶۲ھ تک حجاز مقدس کی سرزمین پر تدریس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا، علم وفضل کے اعتبار سے یگانۂ آفاق تھے آپکی ساری زندگی حدیث کے مبارک مشغلے میں صرف ہوئی بڑے بڑے علماء فضلاء نے آپ سے حدیث کا درس لیا۔ ایشیاء کے علاوہ عالم اسلام کے نامور علماء نے بھی آپ سے علمی استفادہ کیا، ہندوستان میں علم حدیث بالخصوص صحاح ستہ کی سند میں آپ مرکز ومرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کی جانشینی:

دہلی میں آپ نے اپنی مسند کا جانشین مولانا نواب قطب الدین خان محدث دہلوی کو نامزد کیا جن کی مظاہر حق شرح مشکٰوۃ بہت مشہور ہے، اس جانشینی کا اظہار شاہ صاحب نے کسی سائل کے جواب میں ایسے وقت کیا کہ جب آپ مکہ کے لئے ہجرت کا رختِ سفر باندھ چکے تھے اور اہل شہر دہلی کو الوداع کہہ رہے تھے، چنانچہ تذکرۃ الکرام وتذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرۂ رحمانیہ میں یہ عبارت موجود ہے۔

> (شاہ محمد اسحاق صاحب) جب دہلی سے روانہ ہو کر قطب صاحب میں ٹھہرے اور تمام عمائد شہر دہلی مشائعت کو وہاں تک پہنچے تو ایک اہل حدیث عالم نے جو حضرت شاہ صاحب کی موجودگی تک اپنے آپ کو حنفی

کہا کرتے تھے، شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ! دہلی کو علم سے خالی کئے جارہے ہیں اپنا کوئی جانشین مقرر فرما دیجئے، عمائدِ شہر نے بھی اس قول کی ہم نوائی کی مگر حضرت شاہ صاحب کچھ خاموش رہے، دوسری بار عرض کیا گیا، تب بھی آپ چپ رہے، تیسری مرتبہ سب کے اصرار پر فرمایا، ہم نے قاری عبدالرحمن اور نواب قطب الدین خان کو حدیث پڑھادی ہے اُن سے استفادہ کرو۔ (تذکرہ رحمانیہ، ص: ۵۰، بحوالہ مقالاتِ فریدی، ج ۲، ص ۱۰۶)

وفاتِ شاہ صاحب

عمر کے آخری چار سال آپ نے مکہ مکرمہ میں گزارے، بالآخر ۲۷/رجب ۱۲۶۲ھ میں اسی مبارک مقام پر بحالت صوم وفات پائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ مولانا عبدالرب دہلوی نے اپنی تصنیف فردوسِ آسیہ میں تحریر کیا ہے:

''راقم جب حاضر ہوا زیارتِ جنت معلیٰ میں جو قبرستان ہے مکہ معظّمہ کا، تو پایا میں نے اس قبرستان کو تین حصے پر، پہلا حصہ مدفنِ غرباء پایا، دوسرا حصہ مدفنِ جناب ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عبداللہ ابن عمر اور صحابہ اور صلحاء امت کا پایا اور اس میں مرشدی و مرشد ابی مہاجر حاجی حضرت مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم مغفور کی قبر پائی نور اللہ مرقدہٗ۔''

(فردوسِ آسیہ باب درک المآرب فی مناقب اسد اللہ الغالب ص ۸۲)

اللہ رب العزت آپ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور آپ کا علمی فیضان رہتی دنیا تک جاری وساری فرمائے، سید نذیر حسین محدث دہلوی یہ شعر

پڑھتے تھے:

برائے رہبریِ قوم فساق
دوبارہ آمد اسمٰعیل و اسحاق

(نزہۃ الخواطر، حیاۃ شاہ محمد اسحاق) (تحریکِ آزادی میں مسلم علماء وعوام کا کردار، بصائر القرآن)

شاہ صاحب کے نامور تلامذہ میں مولانا محمد عبدالربؒ دہلوی

حضرت شاہ صاحب کے مشہور تلامذہ میں مولانا عبد الخالق محدث دہلوی (مولانا عبدالرب کے والد)، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، مولانا نواب قطب الدین خان محدث دہلویؒ، قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی، مولانا نواب صدرالدین محدث دہلویؒ، مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ، مولانا شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا عبدالقیوم بھوپالی، مولانا شاہ محمد عمر بن شاہ محمد اسمعیل شہیدؒ، مولانا شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی اور مولانا محمد عبدالرب دہلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں (بصائر القرآن، مجلہ احوال وآثار)۔

ان حضرات نے دنیا بھر کو علم سے سیراب کیا اور اپنے آپ کو راہ حق کیلئے ہبہ کر دیا۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے مرہونِ منت صرف ہندوستانی مسلمان ہی نہیں بلکہ دنیا میں آج جہاں بھی دینی و اسلامی تحریکات سرگرم عمل ہیں اکثر کا سہرا انہیں حضرات کے سر جاتا ہے۔

نوٹ: مولانا محمد عبدالرب دہلوی صاحب کا ذِکرِ خیر کرنا ہمارا مقصد ہے، لیکن ان کے تذکرے سے پہلے ضروری ہے کہ ان کے جد امجد اور والد بزرگوار کا بھی تذکرہ کر دیا جائے۔

تذکرہ حضرت مولانا خیر اللہ دہلویؒ

(مولانا عبدالرب کے جدامجد)

مولانا عبدالرب دہلوی کے جدامجد مولانا خیر اللہ دہلوی، بہت بڑے عالم، فاضل، قاضی اور محدث تھے، وہ ملکِ عرب کے رہنے والے قریش خاندان سے تھے، ان کا نسب نامہ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے، شاہجہاں کے دور میں ہندوستان آ گئے تھے، ان کی وابستگی بحیثیت اتالیق مغلیہ خاندان کے بادشاہوں سے رہی، قلعہ میں بڑی عزت ووقعت تھی، یہ علمی مقام ومنصب آپ کی اولاد میں بھی باقی رہا، چنانچہ صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا عبدالخالق محدث دہلوی اوصاف و کمالات میں آپ کے حقیقی جانشیں بنے۔

دنیا میں بہت کم خاندان ایسے ہوں گے جو صدیوں تک علم وفضل اور خدمت خلق کی شناخت کے طور پر احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے، اُنہی پاک طینت شخصیات میں مولانا خیر اللہ دہلوی ہیں۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

تذکرہ حضرت مولانا عبدالخالق محدث دہلویؒ

(مولانا عبدالرب کے والد)

مولانا عبدالخالق بن مولانا خیر اللہ دہلوی متوفی ۱۲۶۱ھ، دہلی کے معزز اور علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ اور شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے صفِ اول کے تلمیذِ رشید تھے خود آپ

کے والد مرحوم حضرت مولانا خیر اللہ دہلوی بہت بڑے عالم فاضل قاضی اور محدث تھے، حکیم مولانا سید عبدالحی لکھنویؒ نے مولانا عبدالخالق کا تذکرہ ''نزہۃ الخواطر'' میں ان الفاظ میں فرمایا ہے:

الشیخ العالم المحدث عبد الخالق الحسینی الدهلوی احد علماء المشهورین قرأ العلم علی الشیخ عبد القادر بن ولی الله العمری الدهلوی ولازمه' مدة من الزمان ثم اسند الحدیث عن الشیخ اسحاق بن افضل العمری الدهلوی سبط الشیخ عبد العزیز و درس بدهلی مدة طویلة ، اخذ عنه ختنه' السید الامام نذیر حسین الحسینی المحدث وخلق آخرون، توفی سنة احدیٰ وستین و مأتین و الف کما فی مقدمة غایة المقصود۔

''شیخ عالم محدث عبدالخالق حسینی دہلوی بڑے مشہور عالم ہیں جنہوں نے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے علم حاصل کیا اور ایک لمبے عرصہ تک اُن کی صحبت میں رہے بعد میں حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے بھی سند و اجازت حاصل کی، دہلی میں طویل مدت حدیث وتفسیر کا درس دیتے رہے۔ (نزہۃ الخواطر، مقالاتِ فریدی)

جناب سر سید احمد خان صاحب نے آثار الصنادید میں، مولوی بشیر الدین دہلوی نے واقعات دار الحکومت دہلی میں، اور مولانا امداد صابری نے ''دہلی کی یادگار ہستیاں'' میں مولانا عبدالخالق دہلوی کے احوال وکوائف میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے درج ذیل سطور میں اُس کو بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

مولوی بشیرالدین دہلوی تحریر کرتے ہیں:

’’مولانا عبدالخالق دہلوی، آپ کے علم وفضل کا مرتبہ بہت بلند تھا تقویٰ وشعار، ترویجِ ملت واعلائے دین میں ہمیشہ مُساعی رہتے تھے، اور بہت سے لوگ آپ کے ارشادِ ہدایت سے راہِ راست پر آئے اور بہت شائقینِ تحصیلِ کمال کو آپ کی خدمت میں رہ کر فوائدِ علمی سے بہرۂ وافر ملا، آپ کی وضع بہت سادی اور کلام بہت زرین، اخلاق بہت وسیع امانت و دیانت بدرجۂ غایت، اس جامعیت کے ساتھ کوئی کم ہی میری نظر سے گذرا ہے، آپ کے دو صاحبزادے تھے، بڑے مولانا عبدالقادر اور چھوٹے مولانا عبدالرب واعظ و بانیٔ جامع مسجد سہارنپور، دونوں حافظ و حاجی اور دہلی کے مشاہیر میں سے تھے، مولانا عبدالخالق دہلوی پنجابی کٹرہ میں واقع مسجد اورنگ آبادی میں رہتے تھے بلکہ اُس کے متوّلی تھے، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحب زادے مولانا عبدالقادر اُس کے امام مقرر ہوئے، پیش امامی کے پندرہ روپئے ماہانہ گورنمینٹ کی جانب سے ملتے، یہ مسجد ریلوے اسٹیشن میں آ گئی اور مسمار کردی گئی اور نشان تک باقی نہ رہا، اِس جگہ جو محلہ آباد تھا سب اُجاڑ دیا گیا، اور لوگ یہاں سے منتقل ہو کر شیش محل تیلی واڑہ، کشن گنج (جہاں ریلوے اسٹیشن ہے) اور آزاد مارکیٹ کے علاقہ میں منتقل ہو گئے۔

(آثارالصنادید ج ۲، ص ۸۶، واقعاتِ دارالحکومت دہلی، ج ۲)

مزید تعارفی خاکہ

مولانا عبدالخالق نے اپنی صاحبزادی کا نکاح اپنے شاگرد مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے کیا، سید صاحب کا وطنِ اصلی سورج گڑھ، مونگیر صوبہ بہار ہے، بغرض تعلیم دہلی تشریف لائے اور مولانا عبدالخالق کے یہاں مسجد کٹرہ پنجابی میں ہی رہتے اور پڑھتے، اسی طرح مولانا عبدالرب کے بڑے بھائی مولانا عبدالقادر نے اپنی بیٹی کا عقدِ مسنون ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب سے کیا، ڈپٹی صاحب بھی بچپن میں مولانا عبد القادر کے پاس ہی پلے اور پڑھے، ڈپٹی صاحب کا وطنِ اصلی بجنور یوپی تھا''۔

(واقعاتِ دارالحکومت دہلی)

حضرت مولانا عبدالقادر دہلوی

(برادرِ معظم مولانا عبدالرب دہلوی)

مولانا عبدالقادر دہلوی آپ مولانا عبدالخالق محدث دہلوی کے بڑے بیٹے ہیں، حیات النذیر مطبوعہ ۱۹۱۲ء میں آپ کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے:

''مولوی عبدالقادر صاحب کے حالات بہت دِلچسپ ہیں یہ بادشاہ کی بہو مرزا فخر الملک ولی عہد کی بیٹی محمدی بیگم کے اُستاذ تھے اور مسجد اورنگ آبادی کے امام بھی تھے، قلعہ اور دربارِ شاہی میں باریاب تھے، مولوی صاحب ذی علم، صاحب اقبال تھے، حاجی، حافظ اور حکیم بھی تھے، اگرچہ باقاعدہ مطب نہیں کرتے تھے، لیکن فن طب میں عبورِ کامل تھا اور خاص

خاص معرکۃ الآراء علاج کیا کرتے تھے، تعویذ گنڈے بھی کرتے مگر بطور ذریعۂ معاش نہیں، نہ بالعموم بلکہ بطور اپنی جان پہچان میں، لوگ کہتے ہیں کہ بعض عملیات مولوی صاحب کے اب تک مشہور ہیں، ہمیشہ عاشورہ کو وعظ کہتے تھے، محمدی بیگم صاحبہ کی زندگی تک اُن کو خاندانِ شاہی سے پینشن ملتی رہی، انگریزی گورنمینٹ سے بہ معاوضہ مسجد اورنگ آبادی اُن کو معقول معاوضہ بطور انعام مل چکا، دہلی کے اعلیٰ رؤساء میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا، بڑے ذی وجاہت تھے، تمام شہر اُن کو مانتا تھا، آخر عمر میں نابینا ہوگئے تاہم سارا کاروبار، شادی بیاہ آپ ہی سرانجام دیتے کیونکہ آپ کو اس کام میں خاص قسم کا سلیقہ تھا، رمضان شریف میں بالالتزام تراویح سنایا کرتے تھے، قرآن مجید خوب اچھا یاد تھا، ۳۰/ برس ہوئے انتقال ہوگیا، مرتے وقت زبان پر کلمہ جاری تھا۔

مولوی عبدالقادر صاحب کی آل اولاد کا بڑا کنبہ ہے، خان بہادر مولوی عبدالحامد صاحب اُن ہی کے صاحبزادے ہیں، جو ڈپٹی کلکٹری کے درجہ سے پینشن لے کر اب دہلی کے اونریری مجسٹریٹ ہیں، دوسرے بیٹے حافظ مولوی عبدالواجد ہیں، ان کے بڑے لڑکے حیدرآباد میں مددگارِ مہتمم بندوبست تھے، ان کا وہیں انتقال ہوا۔ مولوی عبدالقادر صاحب کی تین لڑکیاں تھیں، ایک مولوی ڈپٹی نذیر احمد کے نکاح میں آئی، جن کا ۱۳۱۵ھ میں انتقال ہوا''۔ (حیات النذیر ص ۴۶)

علامہ راشد الخیری دہلوی

مولانا عبدالقادر صاحب کے ایک بیٹے مولوی حافظ عبدالواحد تھے اُنہی کے ایک صاحبزادے مولوی عبد الراشد ہوئے جو علامہ راشد الخیری کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اپنے نام کے ساتھ الخیری اس لئے لکھتے ہیں کہ آپ کے دادا کے دادا کا نام خیر اللہ تھا جن کا ذکر پہلے ہو چکا، ۱۸۶۸ء میں دہلی کے علاقہ کوچہ چیلان میں پیدا ہوئے اور وہیں رہائش تھی آپ اُردو کے سلجھے اور منجھے ہوئے ادیب تھے، بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں جن میں

''صبح زندگی''	''شامِ زندگی''	''شبِ زندگی''
''منازل السائرۃ''	''جوہر عصمت''	''حیاتِ صالحہ''
''دِلّی کی آخری بہار''	''دُرِ شہسوار''	''اُندلس کی شہزادی''
''زیورِ اسلام''	''سیدہ کا لال''	''امین کا دمِ واپسیں''

وغیرہ معرکتہ الآراء کتابیں ہیں۔ علامہ کا شمار عالی مرتبہ ادیبوں میں ہوتا ہے، انہوں نے تقریباً تمام تصانیف میں اصلاحِ خواتین کو اپنا موضوع بنایا ہے،

آپ ایک مٹتی ہوئی تہذیب اور بکھرتی ہوئی اجتماعی زندگی کے نوحہ گر دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے تھے کہ میں نے اُردو زبان علامہ راشد الخیری کی کتابیں پڑھ کر سیکھی ہے۔

اُن کے بعد اُن کی لائق اولاد نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ جناب صادق

الخیری اور رزاق الخیری جیسے لوگوں سے آج بھی علمی، ادبی حلقوں میں اُن کے نام کی گونج ہے۔ علامہ راشد الخیری کی وفات ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔

مسجد اورنگ آبادی

یہ مسجد شہر شاہجہاں آباد میں پنجابی کٹرہ کے اندر تھی، اس مسجد کو نواب اورنگ آبادی بیگم اورنگ زیب عالمگیر کی بیوی نے تخمیناً ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں تعمیر کیا تھا، یہ مسجد بھی اوپر سے نیچے تک سنگِ سُرخ کی بنی ہوئی تھی اُس کے صحن میں ایک حوض بھی تھا جس میں نہر کا پانی آتا تھا۔ اس مسجد کا صحن بہت وسیع تھا، لیکن لوگوں نے اُس صحن کے بڑے حصے میں اپنے گھر بنالئے، بعد میں اس مقام پر پنجابی سوداگر رہنے لگے، اسی وجہ سے یہ کٹرہ ''پنجابی کٹرہ'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس مسجد کے مولانا عبدالخالق محدث دہلوی متولّی اور منتظم اعلیٰ تھے، امامت اور تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے، اُن کے انتقال کے بعد بڑے صاحبزادے مولانا عبدالقادر اُن کے جانشین ہوئے۔

مسجد اورنگ آبادی کے متعلق سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

اورنگ آبادی بیگم، شاہجہاں کی بیوی تھی یہ مسجد اس جگہ تھی جہاں آج کل پرانی دہلی کا ریلوے اسٹیشن ہے، جب ۱۸۵۲ء میں ریل کی پٹری ڈالی گئی تو اس مسجد کو شہید کردیا گیا۔ (آثار الصنادید: ج۱، ص۳۴۹)

جب یہ کٹرہ ختم کردیا گیا اور مسجد شہید کردی گئی تو یہاں کے لوگ دہلی کے مختلف مقامات پر منتقل ہوگئے۔ غالباً مولانا عبد القادر اور مولانا عبد الرب کنبہ سمیت کوچہ چہل امیران (کوچہ چیلان) میں چلے گئے، وہیں پر اس خاندان نے

اپنے گھر بنالئے اور پھر نسلیں پروان چڑھیں۔جیسا کہ علامہ راشد الخیری کے حالات میں ملتا ہے۔

پنجابی کٹرہ

مناسب ہوگا اگر پنجابی کٹرہ کا سرسری تعارف ہو جائے، جہاں مولانا عبد الخالق دہلوی مسجد اورنگ آبادی میں حدیث وتفسیر کا درس دیا کرتے تھے، یہ کٹرہ ۱۸۵۲ء میں (جب ریل کی پٹری بچھائی گئی،آج وہیں پرانی دہلی ریلوے جنکشن ہے)اجاڑ دیا گیااور مسجد شہید کردی گئی۔

مولانا امداد صابری نے لکھا ہے:

''بقول مرزا غالب کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازے تک ایک میدان ہوگیا پنجابی کٹرہ، دھوبی واڑہ، رام جی گنج،سعادت خان کا کٹرہ، جنرل کی حویلی، رام جی داس گودام والے کے مکانات، صاحب رام کا باغ اور حویلی،ان میں سے کسی کا پتہ نہیں۔ (مرزا غالبؔ)

جن عمارتوں کا ذکر مرزا غالب نے کیا ہےاُن میں سے اکثر محلے اور عمارتیں ایسی ہیں جن سے اب دہلی والے واقف بھی نہیں۔بقول خواجہ حسن نظامی صاحب ''میں بھی نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں تھی''

پنجابی کٹرہ سوداگروں کا مسکن تھا جس میں زیادہ تر پنجابی اُترا کرتے تھے اس وجہ سے یہ پنجابی کٹرہ مشہور ہوگیا،اس کٹرے میں ایک خوبصورت مسجد سنگِ سرخ کی تھی اُس میں ایک حوض بھی تھا اُس مسجد کو نواب اورنگ آبادی بیگم اہلیہ اورنگ زیب

عالمگیر نے تعمیر کیا تھا جس میں مولانا عبدالخالق صاحب درس دیا کرتے تھے۔ رات دِن قال اللہ وقال الرسول کا ذِکر رہتا تھا، اِس مسجد کے صحن میں لوگوں نے مکانات بنا لئے تھے، یہ کٹرہ اور مسجد اُس جگہ تھی جہاں اب دہلی کا ریلوے اسٹیشن ہے۔

ٹک دیکھو بعد مرگ مرے انتظار کو
نرگس نے چھا لیا ہمارے مزار کو

(دہلی کی یادگار ہستیاں: ص ۵۰)

حضرت مولانا محمد عبدالرب قریشی دہلوی

بانئ مدرسہ عبدالرب دہلی

(متوفی ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۸ء)

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے نامور تلامذہ اور خلفاء میں سے مولانا محمد عبدالرب قریشی دہلویؒ بھی ہیں آپ کا شمار بڑے ماہر فن فعال اور متحرک علماء حق میں ہوتا ہے، آپ کے والد ماجد کا نام مولانا عبدالخالق دہلوی اور جد امجد کا نام مولانا خیر اللہ دہلوی ہے۔ سلسلۂ نسب صحابئ رسول حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل سے ملتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرب دہلوی نے دین کے ہر شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، خواہ تصنیف و تالیف ہو یا تعمیرِ مساجد و مدارس یا درس و تدریس یا

دعوت وتبلیغ، الغرض آپ کی ذاتِ والا صفات دین کے تمام میدانوں میں سباقِ غایات اور صاحب آیات تھی آپ حدیث، تفسیر، لغت، تمام علومِ دینیہ کے بحرِ ذخار اور یکتائے روزگار تھے، مطالعۂ کتب کا اتنا شوق تھا کہ آپ کا بہت بڑا کتب خانہ ہر فن کی کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔

۱۳ رویں صدی کے نامور مؤرخ وسوانح نگار مولانا رحمن علی مرحوم اپنی تصنیفِ لطیف ''تذکرۂ علماء ہند'' میں مولانا عبدالرب دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولوی محمد عبدالرب دہلوی معقول ومنقول کے جامع، فروع واصول کے ماہر، فنونِ علم وادب میں کامل، عربی لغت کے رموز پر حاوی تھے، پُر تاثیر وعظ میں شہرۂ آفاق تھے، زرکثیر خرچ کرکے سہارنپور کی جامع مسجد بنوائی، چودھویں صدی کے پانچویں سال ماہ محرم دہلی میں وفات ہوئی۔ اللہ ان کی قبر کو ٹھنڈی کرے''۔ (تذکرۂ علماء ہند ص ۱۸۹)

مولانا عبدالرب بہترین خطیب

حضرت مولانا عبدالرب علیہ الرحمہ کی خطابت ووعظ گوئی، گفتارِ دلبرانہ تھی، قدرت نے سلاست وروانی، شیریں بیانی اور شعلہ مقالی ایسی عطا فرمائی تھی کہ جس کا جواب نہیں تھا، چنانچہ مولانا سید عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''نزہۃ الخواطر'' میں رقم طراز ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''الشیخ العالم الصالح عبد الرب بن عبد الخالق الحسینی

الدهلوى احد العلماء المشهورين لم يكن فى زمانه مثله فى الموعظة والتذكير، وكان له معرفة بمواقع الخطبة على حسب الحوادث، ويجودها ببلاغة ولكلامه وقع في اذهان الناس، وسلاسة تعشقها الاسماع، وتلذذبها القلوب، وهو اذا شاء ابكى الناس، واذا شاء اضحكهم، ولقوة عارضته جمع مالا خطيرا زهاء مأة الف، واسسها جامعا كبيرا ببلدة "سهارنپور" جامعا بين الحسن والحصانة من حمر الحجارة وبيضها المنحوتة على نهج الجامع الشاهجهاني ببلدة "دهلى" واسس مدرسة في بلدة "دهلى" وله رسائل بالاردو منها "فردوس آسية"۔

"محترم عالم صالح مولانا عبدالرب بن مولانا عبدالخالق حسینی دہلوی مشہور علماء میں سے ایک تھے، وعظ نصیحت کرنے میں آپ کے جیسا اس زمانہ میں کوئی بھی نہ تھا ،آپ حسب حال ہر موقع میں خطبہ دینے کو بخوبی جانتے تھے اور اُس میں بلاغت سے کام لیکر بہتری پیدا کرتے ،آپ کی باتیں لوگوں کے ذہنوں میں جگہ پکڑتی تھیں اور ایسی سلاست سے تقریر کرتے کہ سننے والے کے کان اُن کے عاشق ہوتے تھے اور لوگوں کے دِل اُس سے لذت حاصل کرتے ، وہ جب چاہتے لوگوں کو رُلا دیتے اور جب چاہتے ہنسا دیتے اور جس صلاحیت کے وہ مالک ہو چکے تھے، اُس کی وجہ سے لاکھوں سے زائد مال جمع کر چکے تھے، اس جمع شدہ مال سے آپ نے سہارنپور شہر میں دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد کے طرز پر ایک بہت بڑی جامع مسجد کی بنیاد ڈالی جو خوبصورتی اور مضبوطی دونوں لحاظ سے یکتائے روزگار تھی، جو سرخ اور سفید پتھروں کو تراش تراش کر

بنائی گئی، آپ نے دہلی شہر میں ایک مدرسہ کی بھی بنیاد رکھی تھی، آپ کے کئی رسالے اردو زبان میں ہیں اُن میں سے ایک ''فردوسِ آسیہ'' بہت معروف ہے۔

(نزہۃ الخواطر، ج۸، ص ۳۲۴)

مشہور مؤرخ مولانا امداد صابری تحریر فرماتے ہیں:

مولانا محمد عبدالرب صاحب، دہلی کے ممتاز علماء میں سے تھے علوم دینی کی تحصیل وافر تھی، بے نظیر واعظ تھے اور طرز ایسا مؤثر تھا کہ سامعین خود رفتہ اور مسخر ہوجاتے تھے مسجد کٹرہ نظام الملک اُردو بازار مچھلی والان نزد جامع مسجد دہلی میں ۲۹ر برس تک وعظ فرمایا اور خلق اللہ کو وعظ سے محظوظ و مستفیض کیا، اُن کے انتقال کے بعد اس مسجد میں اُن کے صاحبزادے مولوی محمد ادریس صاحب نے عرصہ تک وعظ فرمایا، مولوی عبدالرب صاحب نے سہارنپور کی جامع مسجد تعمیر کروائی اور مسجد آسیہ بیگم بھی بنوائی آپ کے زمانے میں ایک دوسرے واعظ مولوی حفیظ اللہ خان تھے چنانچہ ان دونوں واعظ و عالم دین کے بارے میں مولوی بشیر الدین صاحب مؤلف واقعاتِ دارالحکومت دہلی تحریر فرماتے ہیں:

''اِس زمانہ میں دہلی میں بڑے نامور واعظ دو ہی تھے احناف میں مولوی عبدالرب صاحب اور اہل حدیث میں مولوی حفیظ اللہ خان صاحب آپ کا وعظ عالمانہ اور بڑا پُر تاثیر تھا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن وحدیث کا دریا بہہ رہا ہو، یوں کہیے کہ سمندر میں سے زرِ بے بہا نکال کر سامعین کے سامنے بکھیر رہے ہوں، خاکسار اپنی خوش نصیبی سے دونوں صاحبوں کی

مجالس وعظ میں بار ہا حاضر رہا ہے، واقعی بات اور حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ دونوں صاحب اپنی اپنی جگہ لاجواب تھے ان صاحبوں کی زبان میں ایسا جادو تھا کہ لوگوں کے دِل اپنے قابو میں کر لیتے تھے اور بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست پر لگا دیتے اور حافظہ وسلسلۂ سخن کا یہ حال تھا کہ بحرِ مواج لہریں مار رہا ہے، آمد تھی آورد نہ تھی، تقریر اور طرز بیان ایسا شستہ اور مسلسل کہ مضامین اُمڈے چلے آتے تھے، تأمل اور غور کی ضرورت نہ تھی''۔

(واقعاتِ دارالحکومت دوم)

مولانا عبدالرب کے بڑے بھائی مولانا عبدالقادر صاحب تھے، جو مولوی بشیر الدین مؤلف واقعاتِ دارالحکومت دہلی کے نانا اور ڈپٹی نذیر احمد کے خسر تھے۔

(دہلی کے قدیم مدارس اور مدرسین صفحہ ۱۸۸)

مولانا عبدالرب صاحب کو اللہ نے جو اعزاز بخشا وہ کم ہی ہستیوں کو نصیب ہوا، دارالعلوم دیوبند کی سنگِ بنیاد کے موقع پر بھی آپ کو تقریر کا موقع دیا گیا۔

جامع مسجد دہلی کے مشہور واعظ جناب مولانا مولوی امیر الدین احمد دہلوی نے ۲۶۵ رصفحے کی ایک کتاب بنام ''تفسیر ابرِ کرم'' تصنیف فرمائی، جس میں فضائل نماز، فضائل درود شریف، صحابہ و اہل بیت کے مناقب پر مشتمل خوبصورت مواعظ شامل ہیں، انہوں نے اس کتاب کے شروع میں اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء و رؤساء اور واعظین کا تذکرہ بھی کیا ہے یہ کتاب ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوئی، مولانا امیر الدین احمد دہلوی کا مکان کوچہ پنڈت میں تھا اور جامع مسجد میں وعظ کرتے تھے، اس لئے

واعظِ جامع مسجد سے مشہور تھے۔آں موصوف نے اپنی اس کتاب میں مولانا مولوی محمد عبدالرب دہلوی کی بہت تعریف لکھی ہے لکھتے ہیں:

''یادش بخیر بدر الصلحاء مولانا ومخدومنا مولوی عبدالرب صاحب فخرِ ہند علیہ الرحمہ یہ بزرگ نیک نام جامع کمالاتِ صوری ومعنوی ونکتہ سنج حدیث بندی تھے، آپ کے اوصاف میں نہ زبان کو طاقتِ تقریر ہے اور نہ قلم کو یارائے تحریر، دلائل عقلیہ اورفنون حکمیہ کوآپ کی ذاتِ گرامی پر ناز تھااور علوم عربیہ کوآپ کی زبان دانی سے افتخار تھا، خُلق وعلم اورحلم کا کچھ حساب نہ تھا بحر البیانی میں روئے زمین پراُن کا جواب نہ تھا، حضرت مرحوم راقم کے وعظ میں اُستاذِ شفیق تھے جو کچھ وعظ بندۂ فقیر نے حاصل کیا وہ حضرت ہی کا فیض تھا، الٰہی اس مرحوم علیہ الرحمہ کو ہمیشہ جنت میں خوش رکھے''۔آمین

(تفسیر ابرِ کرم:ص ۲۵)

مولانا اشتیاق اظہر اپنی کتاب فخر العلماء میں تحریر کرتے ہیں:

اُن (مولانا عبدالرب) کی سحر البیانی کا ذِکر جامع مسجد دیوبند کی تعمیر اوردار العلوم دیوبند کی تاسیس کے سلسلے میں ہو چکا ہے۔مرحوم،مولانا قاسم نانوتویؒ کے دوست تھے جس کا ثبوت فیوضِ قاسمیہ کے خطوط سے ہوتا ہے۔

(فخر العلماء:ص ۷۲،سوانح علماء دیوبند ص ۷۵۵)

حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد عبدالرب علمی عملی کمالات کے پیکر تھے ساری زند گی دعوت وتبلیغ اورتعمیراتی کاموں میں گزاری، اللہ پاک نے مولانا کی زبان میں وہ

لطافت و چاشنی رکھی تھی کہ قاسی القلب اور پتھر دل بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ پاتا۔

جامع مسجد دیوبند کی تعمیر اور قیامِ دارالعلوم کا پسِ منظر

یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مولانا عبدالرب دہلوی بِنائے دارالعلوم کے اصل محرکین میں سے نہ ہوں مگر اُس کی سرگرمیوں میں کسی نہ کسی درجہ شریک و سہیم ضرور رہے، کیونکہ جب اہلِ دیوبند کو آپ نے جامع مسجد بنانے کی ترغیب دی اور وافر مقدار چندہ جمع کرایا تبھی حضرت نانوتویؒ نے اہل دیوبند کو مدرسہ قائم کرنے کی طرف متوجہ فرمایا جس کی وجہ سے جامع مسجد بھی بنی اور دارالعلوم بھی وجود میں آیا۔ محقق العصر و مؤرخ دوراں مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کی تحریر ملاحظہ ہو:

''دیوبند کی عالیشان جامع مسجد کی تعمیر میں بھی مولانا عبد الرب کی ترغیب اور کوششوں کا خاص حصہ ہے، یہ مسجد ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں بنی شروع ہوئی تھی ۳/سال میں تکمیل کو پہنچی۔''

(مجلہ احوال وآثار، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۴ء)

دارالعلوم دیوبند کی بنا سے قبل دیوبند کے مشہور بزرگ حاجی سید محمد عابد حسین صاحب نے قصبہ کی بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھ کر ایک ایسی مسجد کی ضرورت محسوس کی کہ جس میں نمازیوں کی بڑی تعداد جمع ہو سکے۔ چنانچہ حاجی سید محمد عابد حسین نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر مولانا عبدالخالق دیوبندی کے زیر اہتمام پایۂ تکمیل کو پہنچی، اسی درمیان اس مسجد کی تعمیر کے واسطے مولانا محمد عبدالرب نے چندہ فراہمی کے لئے وہاں وعظ فرمایا، جس کی وجہ سے لوگوں نے بے دریغ ہو کر مسجد کی تعمیر کے واسطے چندہ عنایت

فرمایا، یادرہے کہ مولانا عبدالخالق دیوبندی خودبھی بہت بڑے صاحب نسبت عالم و فاضل تھے اوراُن کی اولادبھی نیک اور باکمال ہوئی، مولانا نورالحسن دیوبندی، مولانا عبدالخالق دیوبندی کے ہی صاحبزادے تھے حضرت شیخ الہند بھی آپ کے اقرب تلامذہ میں سے تھے، علم وفن میں بڑی صلاحیت کے حامل تھے حضرت شیخ الہند کی تقریرِ ترمذی جوترمذی کے شروع میں ہے وہ مولانا نورالحسن دیوبندی سے ہی مستفاد ہے، جیسا کہ اس کی آخری عبارت سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالشکور دیوبندی متوفی ۱۹۶۳ء جید عالم تھے، پہلے مدرسۃ العلوم حسین بخش دہلی میں حدیث پڑھائی پھر دارالعلوم دیوبند میں بلالئے گئے، وہاں کچھ عرصہ رہےاُس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں انتقال فرمایا، آج کل مولانا عبدالشکور کے پوتے مولانا قاری فوزان قاسمی ہیں جو دارالعلوم میں شعبہ حفظ وقرأت میں مدرس ہیں، اللہ تعالیٰ اس خاندان کوبھی شروروفتن سے محفوظ رکھے۔آمین

بہرحال تعمیر جامع مسجد دیوبند کے واقعہ میں مولانا عبدالرب دہلوی کا تذکرہ متعدد کتابوں میں موجود ہے چنانچہ محترم ڈاکٹر عبید اقبال عاصم دیوبندی نے اپنی تالیف ''دیوبند تاریخ وتہذیب کے آئینے میں'' کے اندر جوتحریر ہےاس کا کچھ اقتباس نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

> ''حسن اتفاق کہ ان دنوں اپنے وقت کے مشہور خطیب داعئ اسلام مولانا عبدالرب صاحب، دیوبند تشریف لائے انہیں حاجی صاحب کے اس جذبے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مذکورہ بالاخواب کے بارے میں

پتہ چلا تو آپ نے اپنے وعظ ونصیحت کا رُخ اس گرانقدر کام کی طرف کر دیا ،مولانا عبدالرب صاحب کے وعظ اور حضورِ اکرم ﷺ کے اس خواب کو سن کر باشندگانِ دیوبند میں جوش و جذبہ اس قدر اُبھر آیا کہ انہوں نے روپیوں کے علاوہ زیور، کپڑے، برتن، لکڑی، اینٹ اور چونا، جس سے جو کچھ بن پڑا الا کر دیدیا۔ (دیوبند تاریخ وتہذیب کے آئینے میں، ص ۲۴۱)

اس کے بعد پروفیسر مولانا ڈاکٹر محمد انوار الحسن شیرکوٹی کی تحریر نظر نواز ہوئی جسے مولانا سید اشتیاق اظہر نے اپنی کتاب ''فخر العلماء'' میں نقل کیا ہے اس میں تعمیر جامع مسجد دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے ابتدائی احوال کا ذکر کیا گیا ہے مندرجہ ذیل سطور میں کچھ اقتباس نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''دارالعلوم کے افتتاح اور آغاز کا واقعہ اِس طرح ہے کہ مولوی عبد الرب صاحب واعظ دہلوی نے اہل دیوبند کو اپنے ایک وعظ میں ترغیب دی کہ وہ دیوبند میں جامع مسجد تعمیر کریں اور اپنے پُر اثر بیان سے چندہ کی تحریک بھی کر دی چنانچہ مجلسِ وعظ میں ہی سات آٹھ سو روپئے چندہ ہو گیا، اور تقریباً اِسی رقم کے مزید وعدے بھی ہو گئے اُس وقت یہ رقم بطورِ امانت رکھی گئی اور یہ طے پایا کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ جب نانوتہ سے تشریف لائیں تو جامع مسجد کی جگہ کا انتخاب حضرت کے مشورے سے کیا جائے۔

تین چار ماہ کے بعد حضرت نانوتویؒ کی تشریف آوری ہوئی تو جناب

شیخ کرم نبی وغیرہ دس عمادینِ شہر چھتہ کی مسجد میں جمع ہوئے میں خود (انوارالحسن شیرکوٹی) بھی اُس مسجد میں موجود تھا، لوگوں نے واقعہ عرض کیا اور رقم سامنے رکھدی، فرمایا کہ بھائی تمہارے قبضہ میں سو سے زیادہ مسجدیں ہیں اگر اب جامع مسجد نہ ہو بھی تو کوئی گناہ تھوڑا ہے، لوگوں کو اِس جواب سے کچھ مایوسی ہوگئی کہ شاید حضرت کا منشاء جامع مسجد بنوانے کا نہیں ہے، عرض کیا گیا کہ منشاءِ مبارک کو اور واضح فرمایئے، پھر یہی فرمایا کہ اگر جامع مسجد شہر میں نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے، پھر لوگوں نے کہا کہ حضرت جو منشاء مبارک ہو صاف ارشاد فرمائیں ہم سب خدام تعمیل کے لئے موجود ہیں، فرمایا کہ بھائی دیوبند میں بھتیری مسجدیں ہیں اگر ایک مسجد اور بڑھائی تو کیا ہوا؟ کوشش کرو کہ احکامِ الٰہی بتانے والے بن سکیں جن سے مسجد کی آبادی بھی ہے اور دین کی بقاء بھی ہے اور میرا مطلب یہ ہے کہ مسجد تو خیر بناؤ یا نہ بناؤ لیکن آج سب سے بڑی ضرورت مدرسہ بنانے کی ہے تاکہ دین کے مبلغ پیدا ہوں اُس پر سب نے عرض کیا کہ سبحان اللہ اِس سے بہتر کیا بات ہے، پھر حضرت! اِس کو قائم فرما دیجئے ہم سب ارشاد کی تعمیل کریں گے''۔

(فخر العلماء: ص ۹۰، مؤلفہ مولوی سید اشتیاق اظہر)

تحریرِ بالا سے معلوم ہوا کہ تعمیرِ جامع مسجد دیوبند میں تو مولانا عبدالرب دہلوی کی کاوِشوں کا بڑا حصہ ہے ہی، اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد میں بھی

کسی نہ کسی درجہ مولانا عبدالرب دہلوی کی شرکت رہی ہے۔

مولانا عبدالرب ایک صاحبِ نسبت بزرگ

شریعت کے عالم و فاضل کو اپنے علم میں کمال اور عمل میں قوت و روحانیت اُس وقت تک نصیب نہیں ہوتی جب تک وہ کسی صاحب نسبت بزرگ کے سامنے زانوے ادب تہہ نہ کر لے، قال کی سند کے ساتھ حال کی سند سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے ، جسے سلوک وطریقت کہتے ہیں آج کل اِس کا فقدان ہوتا جارہا ہے۔
مولانا روم فرماتے ہیں:

قیل را بگذار مردِ حال شو پیشِ مردِ کاملے پامال شو

مولانا عبدالرب صاحب کے تعارف کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے تلمیذ ہونے کے ساتھ مجاز بیعت بھی تھے، چنانچہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا عبد الرب کو حضرت شاہ محمد اسحاق سے نسبتِ تلمذ اور اجازتِ بیعت حاصل تھی یہ اس لئے نہایت اہم ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے بہت کم مجازینِ بیعت کا علم ہے، عمومی تاثر وروایت یہی ہے کہ شاہ محمد اسحاق کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے اور شاہ صاحب سے اجازتِ بیعت چند ہی اصحاب کو عطا ہوئی۔ (احوال وآثار، شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۴ء)

مولانا عبدالرب دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک کتاب بنام ”ارشاد پیر“ مرتب فرمائی ،جس میں اپنے شیخ ومرشد حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات قلم بند کئے ہیں، جس کا عنوان

''ارشادِ پیر'' رکھا اور پھر اُس کی روشنی میں اپنے مریدین اور متوسلین کے لئے خلافِ شرع امور سے بچنے اور نام نہاد مکار پیروں سے اجتناب کرنے کی وصیت ونصیحت کی ہے۔ جو ''عرضِ فقیر'' کے عنوان سے ہے، اس کتاب کا تذکرہ محقق وقت حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے اپنے سہ ماہی مجلہ ''احوال وآثار'' میں بڑے اہتمام کے ساتھ کیا اور پوری کتاب کا عکس اپنے سہ ماہی مجلہ میں شائع بھی فرمایا، یہ کتاب ۲۶؍صفحات پر مشتمل ہے راقم کے پاس اس کی فوٹو اسٹیٹ بھی موجود ہے جو مولانا کاندھلوی سے دستیاب ہوئی۔

مولانا عبدالرب محقق ومصنف

مولانا عبدالرب کا علم بہت گہرا تھا آپ احقاق حق اور ابطال باطل میں بہت سرگرم عمل تھے فرقِ باطلہ کا رَد پوری قوت کے ساتھ کرتے تھے چنانچہ متعدد کتب تصنیف فرمائیں، مثلاً فردوس آسیہ، بہار آسیہ، گلزار آسیہ، آپ کی فردوس آسیہ نامی کتاب بڑی معرکۃ الآراء ہے، جس میں اہل تشیع کا مثبت انداز میں رد کیا گیا اور اہل بیت وخلفاء راشدین کے فضائل ومناقب بیان کئے گئے ہیں، یہ کتاب اُس وقت کی اہم ضرورت تھی جس نے علمی دنیا میں تہلکہ مچادیا تھا، اسی کتاب میں ایک بیان بنام ''مرج البحرین فی شہادۃ الحسنین'' ہے جس میں نواسۂ رسول حضرات حسن وحسینؓ کے فضائل بیان کئے ہیں۔ محقق عصر حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے اپنے سہ ماہی مجلہ احوال وآثار میں مولانا عبدالرب دہلوی کی تین چار کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، بالخصوص ''ارشادِ پیر'' نامی تصنیف کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بتلایا۔ تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا عبدالرب کی تین چار کتابیں دستیاب ہیں، جس میں ''فردوسِ آسیہ'' خاصی مشہور کتاب ہے یہ کتاب مولانا نے اپنی جواں مرگ دُختر آسیہ بی بی کے ایصالِ ثواب اور یاد تازہ کرنے کے لئے لکھی تھی بار ہا چھپی ہے، ایک اور کتاب گلزارِ آسیہ ہے اور ایک مختصر سی تالیف جو یہاں پیش کی جارہی ہے وہ ''ارشادِ پیر'' ہے یہ رسالہ مولانا نے بظاہر اپنے مریدین کے استفادہ کے لئے مرتب اور شائع کیا تھا، اس کے ۲ عنوان ہیں صفحہ ۲۰ تک افاداتِ شاہ محمد اسحاق درج ہے اور ۲۱ سے ۲۶ تک اپنے سلسلۂ بیعت کے تمام شجرے ایک کے بعد ایک ذکر کئے گئے ہیں''۔ (احوال و آثار شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۴ء)

مولانا کی گلزارِ آسیہ نامی کتاب کے آخری صفحہ پر منشی غلام دستگیر کے قلم سے ایک اشتہار یا اعلان ہے جس میں آپ کی کتابوں کا مختصر تعارف لکھا گیا ہے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو:

''یہ کتاب مستطاب ''چہل حدیث'' نام از تصنیفات مولانا مولوی محمد عبدالرب دہلوی عجب نافع کتاب ہے اور حضرت موصوف نے اپنی بیٹی آسیہ بیگم مرحومہ کے صدمہ میں بڑی سعی اُس کے لکھنے میں کی، کہ اس وقت میں حکم اکثر کا رکھتی ہے، ہزاروں آدمی اُس کے مطالعہ سے لامذہبوں کے دام سے بچ گئے اور ہزاروں آدمی جو لامذہب ہونے چلے تھے وہ سنبھل گئے اسی واسطے کہ غیر مقلدوں کا بڑا (دعویٰ) یہ تھا کہ ہم حدیث رسول اللہ ﷺ پر چلتے

ہیں اور مقلد لوگ اپنے اپنے امام کے قول پر چلتے ہیں، اس کتاب کے ملاحظہ سے عقدہ کھل گیا کہ یہ سب کتاب صحاح ستہ کی حدیثوں سے بھری ہوئی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ان حدیثوں پر عمل نہیں کرتے ، سبحان اللہ! کیا مقبول کتاب ہے کہ قبل اس کے ۵۰۰ رنسخے اس کے میر معظم علی صاحب کے مطبع میں چھپے اگر چہ انہوں نے لوگوں کے اغوا سے لوح اسکی غیر مطبع میں چھپوادی تھی مگر عنایت الٰہی سے شائقوں کا یہ حال تھا کہ دم نہیں لینے دیتے تھے سواب بارِ دوم ۱۰۰۰ رنسخہ چھپا ہے خدا کی قدرت ہے کہ مولانا کا جیسا وعظ سریع التاثیر ہے ایسی ہی تحریر بھی اُن کی دِل پذیر ہے، بعد اس کے آپ نے ''بہارِ آسیہ'' مردوں کے حال میں اور ''گلدستۂ آسیہ'' ولادت شریف اور وفات شریف کے بیان میں اور ''اِرشادِ پیر'' شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، منازل عقبہ میں مع شجرۂ منظومہ کے نہایت مؤثر ہے لکھی ، بفضلہٖ تعالیٰ سب ہی مقبول ہوئیں۔

ان سب کے بعد اب ایک کتاب ''فردوسِ آسیہ'' لکھی اُس کے دو مقصد رکھے ہیں ۔مقصد اول کا نام حواسِ خمسہ ہے، حاسہ اول **نعم الرفیق فی مناقب الصدیق** ، حاسہ دوم **روضة الاحباب فی مناقب عمر بن الخطاب** ، حاسہ سوم **قرة العینین فی مناقب ذی النورین**، حاسہ چہارم **درک المآرب فی مناقب اسد اللہ الغالب**، حاسہ پنجم **مصباح الزیت فی مناقب اهل البیت** ، بقیہ حاسہ پنجم **مرج البحرین فی ذکر شهادة**

الحسنین ہے یہ کتاب ہر مسلمان کے اسلام کوقوۃ دیتی ہے اور عاشق صحابہ تو اس کتاب کوایک دم جدانہیں کرتا مقصد دوسرا اس کتاب کا ''**اربع عناصر فی بیان ائمۃ الاکابر**'' چھپنے والا ہے''۔ (گلزارِآسیہ ص:۶۲)

منشی غلام دستگیر کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد عبدالرب علیہ الرحمہ کثیر التصانیف تھے اور آں مرحوم کی اکثر تصانیف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے خاص موضوع سے لبریز تھیں۔

شیخ عبدالرب ہمارے تھے امامِ روزگار
سینۂ گیتی پہ ہیں جن کے ماٰثر یادگار

غرض یہ کہ مولانا محمد عبدالرب صرف ایک واعظ اور مقرر ہی نہیں بلکہ علم وفن کے میدان کے ایک جرأت مند کامیاب شہ سوار بھی تھے۔

مولانا کا نرالا مزاج ومذاق :

مولانا عبدالرب دہلوی ہمہ جہت صفات کے حامل تھے، آپ جہاں تواضع وانکساری کے باب میں بے حد منکسر المزاج تھے تو وہیں بعض مواقع میں تواضع کو نا پسند بھی کرتے تھے یعنی موقع ومحل کا خوب لحاظ رکھتے، آپ کا ایک واقعہ حضرت تھانوی نے بیان کیا اُسے یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''ہمارے حضرات کا تو یہ مذاق ہے مگر بعض کا دوسرا مذاق بھی ہے، وہ ایسے مواقع میں تواضع کو نامناسب سمجھتے ہیں، چنانچہ مولوی عبدالرب دہلوی ایک امیر کے یہاں مہمان ہوئے، مولوی صاحب کوکسی وقت رات میں رفع

حاجت کی ضرورت پیش آئی، میزبان کے یہاں دو بیت الخلاء تھے ایک عام دوسرا خاص، چونکہ مولوی صاحب مہمانِ خاص تھے، خاص بیت الخلاء میں جانے لگے، محافظ نے ٹوکا کہ کون؟ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں اگر اس وقت تواضع کرتا تو نہ معلوم کیسی پریشانی ہوتی اس لئے میں نے ذرا سخت لہجے میں جواب دیا کہ ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے، تو ہمیں جانتا نہیں دیکھ تیری صبح کو کیسی خبر لی جاتی ہے، وہ ہاتھ جوڑنے لگا، معاف کر دیجئے میں نے پہچانا نہیں، اس کے بعد مولوی صاحب فرماتے تھے کہ ایسے موقع پر اسی طرح بے باکانہ بات کہنا چاہئے اور دیوبند کے مولویوں کی طرح تواضع نہ کرنا چاہئے ورنہ اگر اس وقت کہتا کہ میں ہوں حقیر فقیر، ذرّۂ بے مقدار تو گو بعد میں کچھ بھی ہوتا مگر اس وقت تو پریشانی ضرور ہوتی۔

مگر صاحبو ایسی ہمت مولوی عبدالرب صاحب ہی کی تھی ہر شخص اپنے منھ سے اس طرح نہیں کہہ سکتا۔'' (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات)

مولانا کی آل اولاد:

مولانا عبدالرب کے کل ۲۴ر بچے ہوئے، پہلی زوجہ سے ۱۸راولاد (بارہ بیٹے چھ بیٹیاں)، دوسری زوجہ سے ۶راولاد (پانچ بیٹے ایک بیٹی) مولانا مرحوم کے تمام بچے مدتِ شیرخوارگی میں ہی فوت ہو گئے سوائے دو بچوں کے، پہلی زوجہ کے بطن سے آسیہ بیگم دوسری زوجہ کے بطن سے محمد ادریس، آسیہ بیگم بھی ۱۷رسال کی عمر پا کر مولانا کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں، جبکہ مولوی محمد ادریس صاحب مولانا عبدالرب

صاحب کے بعد چار سال تک حیات رہے مگر اُن کی کوئی اولاد نہ ہوئی، مولانا کو اپنی بیٹی آسیہ بیگم سے بے پناہ محبت تھی اُن کی یاد میں مسجد آسیہ بنوائی اور کئی کتابیں لکھیں جو آسیہ کی طرف منسوب کیں، مثلاً فردوسِ آسیہ، گلزارِ آسیہ، بہارِ آسیہ وغیرہ

مولانا عبدالرب دہلوی اپنے بچوں کی پے در پے وفات حسرت آیات سے بہت غمزدہ ہوئے جس پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے، پھر ایک نہیں درجنوں بچوں کا فوت ہوجانا قیامت صغریٰ اور بلاءِ عظیم سے کم نہیں، مولانا عبدالرب دہلوی نے اپنی آپ بیتی اپنی کتابوں میں ذکر فرمائی ہے۔

بیٹی کے غم میں چند اشعار

فردوسِ آسیہ میں آپ نے مختلف جگہوں پر یہ اشعار کہے:

میرے سامنے آسیہ مرگئیں		میں تکتا رہا وہ روانہ ہوئی

ایک جگہ فرمایا:

آسیہ بیٹی کا بھی یہ حال تھا		وہ نہ ہوتی تھی کبھی مجھ سے جدا
جنت الفردوس میں وہ جا بسیں		لاکھ ڈھونڈوں اب نہیں ملتا پتا
خواب میں آتی ہیں ترسا کر کبھی		اِس میں بھی راضی ہوں اے ربِّ عُلا

ایک جگہ فرماتے ہیں:

کر صبر تو بھی کاتب صدمہ میں آسیہ کے
فردوس میں وہ خوش ہے روتا ہے تو مکاں میں

مولانا کی کہانی خود ان کی زبانی

ہم یہاں مولانا عبدالرب کے قلم سے لکھی ہوئی ایک تحریر نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''مجھ پر ان ایام میں سخت صدمہ لاحق ہوا اگر رحمتِ خداوندی مدد نہ فرماتی تو خدا جانے میں کس بلا میں گھر جاتا {**الحمد لله الذی اعاننی بالصبر و الصلاة فی هذه الحادثة و فضلنی بخدمة الناس بالامر بالمعروف و النهی عن المنکر فی تلک الواقعة**} وہ یہ ہے کہ میری زوجۂ اولیٰ سے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئی سب کے سب مرضیٔ الٰہی سے داخل قبر ہوئے آخر ان سب کے ایک لڑکی آسیہ بیگم نام نے عمر ۱۷ برس کی پائی، اس کی شادی نکاح کی ہوئی اور اُس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی پانچ روز کی بیماری میں وہ مرگئی بعد اُس کے اُس کی لڑکی آٹھ مہینے کی ہوکر مرگئی، میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ پر اور اُس کی والدہ پر کیا گذری اور گذر رہی ہے:

کیوں کر جیوں کہ سینہ مرا چاک کردیا
لختِ جگر کو کاٹ تہہ خاک کردیا

الٰہ العالمین مجھ کو اور اس کی والدہ کو صبر عطا فرما اور اُس مرحومہ بیگم کو جنت الفردوس میں رسولِ مقبول ﷺ کے ہمسایہ میں جگہ دے اور اُس کے مال کی ایک مسجد اور کنواں میری مرضی کے موافق بنوادے۔ آمین، اسی

واسطے میں نے اس کتاب کا نام گلزارِ آسیہ رکھا کہ اس کا ثواب اُس کو ہو۔ اے بھائی دعا کی طلب میں مجھ پر طعن نہ کرنا۔ صاحبِ تفسیر کبیر نے بھی آخر سورہ یونس، سورہ ہود اور سورہ یوسف کے لکھا ہے کہ ان دنوں میں مجھ پر سخت واقعہ ہوا کہ میرا بیٹا جوان صالح عالم فوت ہو گیا جو دیکھے میری کتاب کو اُس کے حق میں دعائے مغفرت کریں سو میں نے بعد وعظ کے ان تینوں سورہ کے ختم میں دعا کی اور حاضرینِ وعظ نے آمین کہی۔

اور زوجۂ ثانیہ سے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اُن میں سے ایک لڑکا محمد ادریس نام باقی ہے اور سب روانہ ہوئے۔ بھائی مسلمانوں سے اپنی دعا کی آمین چاہتا ہوں کہ الہ العالمین برخوردار محمد ادریس کی عمر میں ترقی اور برکت فرما اور اُس کو علم نافع اور تقویٰ نصیب کر اور اُس کو میرا وارث کر کہ وہ میرے کتب خانہ سے کہ کتابیں اُس میں ہر فن کی ہیں نفع اُٹھاوے، اور فیض خاندانی کہ میرے بڑے سب اہل علم اور حافظ اور قاضی اور امام اور اُستادِ شاہی چلے آئے ہیں اُسے جاری کرے اور اس کی نسل سے قیامت تک میری اولاد میں علم وعمل جاری رہے۔ **رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین رب هب لی من لدنک ولیا یرثنی۔ آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔**

(گلزارِ آسیہ ص:۵۲)

راقم الحروف بھی اپنے قارئین کرام سے مولانا محمد عبدالرب اور اُن کے رشتہ

داروں کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل کرتا ہے 'اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَعَافِھِمْ وَاعْفُ عَنْھُمْ'۔ آمین یارب العالمین

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

سید افتخار عالم بلگرامی ثم المارہروی نے مولوی ڈپٹی نذیر احمد خان کی سوانح مرتب کی جو ۱۹۱۲ء میں طبع ہوئی اس میں ایک جگہ مولانا عبدالقادر کے احوال سے فارغ ہوکر مولانا عبدالرب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولوی عبدالرب صاحب کے خاندان کی حالت اس کے خلاف تھی اُن کی ایک لڑکی تھی وہ شادی کے بعد (بحالتِ زچگی) جوان ہی مرگئی پھر (دوسری بیوی سے) ایک لڑکا ہوا محمد ادریس وہ باپ کے قدم بہ قدم تھا اور شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین محدث دہلوی کا نواس داماد تھا، مگر وہ بھی بے چارہ جوان ہیضہ میں چٹ پٹ ہوگیا، مولوی عبدالرب کی ایک بیوی حکیم شریف الدین خان صاحب کی بہن تھی وہ بھی سالِ گزشتہ گذر گئیں۔

اور اس طرح مولوی عبدالرب صاحب کے خاندان کا ایک متنفس بھی باقی نہ رہا۔'' اناللہ وانا الیہ راجعون (حیات النذیر: ص۴۶)

فردوسِ آسیہ کی منظوم قطعہ تاریخ

فردوسِ آسیہ کے اخیر میں مولانا عبدالرب صاحب نے منظوم قطعۂ تاریخِ مصنف خود ہی تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

لکھتے لکھتے جب قلم بھی تھک گیا	یوں کہا ہاتف نے اے مردِ خدا
آسیہ بیگم بفضلِ کبریا	جنت الفردوس میں ہے غم نہ کھا
ہے وہ گلدستوں میں اور گلزار میں	کامراں ہے وہ بافضالِ خدا
دم بدم اُس کو وہاں دیدار ہے	کہتی ہے اے قبلہ گاہِ مرحبا
آپ کی محنت یہاں مشکور ہے	سب ہے ماجور آپ نے جو کچھ لکھا
جو صحیفہ آپ کا آتا ہے یاں	ہوتا ہے مقبول درگاہِ خدا
ہو گئی مقبول گلزار و بہار	اور فردوس اور گلدستہ نیا
بارگاہِ کبریا میں رات دن	اے مرے غمگیں پدر ہے یہ دُعا
میرے والد کو خوشی اور چین ہو	زار ہو اُن کا مخالف برملا
کر مرے ادریس بھائی کو نصیب	علم و فضل و زہد و تقویٰ بے ریا
حافظِ قرآں بھی ہو اور باعمل	اور دُنیا میں رہے خرم سدا
اک ہزار اور تین سہ دو کم میں اب	میں حواسِ خمسہ کو ہوں لکھ چکا
مقصدِ اول تھا یہ فردوس کا	اب ہوا آغاز مقصد دوسرا
یعنی وہ اربع عناصر جس کا نام	اُس سے بھی فارغ تو کر اے کبریا
یہ دعائیں میری مولیٰ ہوں قبول	از پیٔ اصحاب و آلِ مصطفیٰ
اور صحیفے میرے سب مقبول ہوں	عبدِ رب کی ہے یہی بس التجا

مولانا کے دینی کارنامے:

مولانا عبدالرب دہلوی اُن حضرات میں سے تھے جن کے اندر دین وملت کے لئے کچھ کرگذرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا، آپ کے مواعظِ حسنہ سے جہاں بے شمار خلقِ خدا کے دِلوں میں علم وایمان کی شمعیں روشن ہوئیں اور بے عمل لوگ عاملِ کتاب وسنت بن گئے، وہیں مدارس ومساجد کی تعمیر میں حیرت انگیز کارنامے وجود میں آئے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

جامع مسجد سہارنپور :

چنانچہ جامع مسجد سہارنپور، آپ ہی کی تعمیر کردہ ہے جو اپنے حسن وعمدگی اور مضبوطی میں شاہی دور کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی ہے۔

محقق ومؤرخ مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی رقمطراز ہیں:

''مولانا (عبدالرب) نے اُس زمانہ میں شہر سہارنپور کی عظیم الشان وسیع وحسین مسجد کی تعمیر کا سامان کیا، یہ مسجد جو اپنی تعمیر اور وُسعت میں عہدِ مغلیہ کی شاہی مسجدوں کا مقابلہ کرتی ہے ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں مکمل ہوئی، مولانا محمد حسین فقیر دہلوی نے قطعۂ تاریخ لکھی:

چوں کرد عزم مساکین در سہارنپور		بعزم شاہِ جہاں ہمسری، بعون الرب
بجامعے کہ خودش جامع حمیدہ صفات		بمسجدے کہ جہانے زدیدنش بعجب
نظیر جامع شاہِ جہاں چہ مدح کنم		سزد نمونۂ بیت الحرم برائے لقب

ندا، رسید زسالِ عمارتش کہ فقیر		بایں نمونہ کن از کعبہ خلیل الرب

(دیوانِ فقیر ص ۵۷۴، مجلہ احوال و آثار ۱۹۹۴ء)

مندرجہ بالا منظوم قطعۂ تاریخ کے آخری شعر کے دوسرے مصرعہ سے تکمیل تعمیر جامع مسجد سہارنپور کا سن ۱۲۹۲ھ نکلتا ہے۔ یہ اشعار مولانا محمد حسین فقیر دہلوی متوفی ۱۳۲۴ھ کے ہیں، جو دہلی کے بہت بڑے عالم و فاضل تھے، مولانا فقیر دہلوی کی تصنیف کردہ کئی کتابیں ہیں اکثر منظوم ہیں ''کلیّاتِ فقیر''، ''دیوانِ فقیر''، ''تحفۂ فقیر'' وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

آپ کے باکمال صاحبزادگان نے ایک زمانے تک آپ کا نام روشن رکھا، آپ پہلے مدرسہ حسین بخش میں وعظ فرماتے تھے اُس کے بعد مدرسہ حسینیہ کٹرہ گوکل شاہ کو اپنے وعظ کا مرکز بنایا۔

مُلّا واحدی نے ''میرے زمانے کی دِلّی'' مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں مولانا مرحوم کے بیٹوں کا ذِکر اس طرح لکھا ہے:

''مولانا محمد حسین فقیر کے بیٹوں نے باپ کا نام زندہ رکھا، مولانا عبد الرحمن راسخ اور مولانا ابراہیم تو باپ سے کم نہیں رہے، مولانا حبیب الرحمن اور مولانا اسحاق بھی دِلّی کے ممتاز واعظ تھے، اب مولانا اسحاق کے فرزند مولانا زبیر ہیں جو مولانا محمد حسین فقیر کے مدرسہ کو چلاتے ہیں اور دادا کے صحیح جانشین ہیں، مولانا زبیر اچھے واعظ ہیں اور انہوں نے انگریزی بھی بی۔اے۔تک پڑھی ہے''۔ (میرے زمانے کی دِلّی ص ۲۴۶)

ایک قابلِ رشک واقعہ :

جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر کے دوران مولانا عبدالرب صاحب کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اُسے اپنے ملفوظات میں بیان فرمایا ہے، افادہ کی غرض سے اُس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

''جس زمانہ میں مولوی عبدالرب صاحب دہلوی کے اہتمام سے جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر ہورہی تھی ایک دفعہ مولوی صاحب چندہ کے لئے ممبئ گئے تھے گاؤں سے چندہ وصول کرکے سہارنپور واپس آرہے تھے راستہ میں منگور میں مغرب کی نماز کو اُترے، نماز پڑھ کر رقم کی ہمیانی جس میں غالباً ۲۵۰۰/ڈھائی ہزار روپئے اور اشرفیاں تھیں مسجد ہی میں بھول گئے اور بہلی میں سوار ہوکر روانہ ہو گئے کچھ دور جاکر وہ ہمیانی یاد آئی تو بہت پریشان ہوئے اور پھر مسجد کو لوٹے، یہاں یہ قصہ ہوا کہ ایک غریب چوکیدار محلہ میں رہتا تھا، وہ مسجد میں تیل بتی کردیتا تھا اُس نے اپنے لڑکے کو روشنی کرنے کے لئے مسجد میں بھیجا اُسے وہاں یہ ہمیانی نظر پڑی وہ اُٹھا کر اپنے باپ کے پاس لے آیا باپ نے کسی سے ذکر نہیں کیا حفاظت سے رکھ لی، جب مولوی صاحب مسجد میں واپس آئے دیکھا کہ ہمیانی ندارد، بہت بے چین ہوئے، مسجد میں کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ وہ رقم مسجد کی تھی، اگر کسی نے تصرف کیا، سخت وبال میں مبتلا ہوگا اور اگر کوئی ادا کردے اُس کو ایسا ایسا ثواب ہوگا اور ۵۰۰/روپئے انعام کے طور پر اُس کو دونگا، لوگ جمع ہو گئے

وہ شخص بھی اس مجمع میں حاضر تھا کچھ بولا نہیں، مولوی صاحب سے عرض کیا کہ میرے یہاں شب کو قیام کیجئے اطمینان سے تلاش کریں گے، جب صبح ہوئی ہمیانی لاکر سامنے رکھ دی، مولوی صاحب نے ۵۰۰ /روپئے نکال کر دینا چاہا اُس نے کہا حضرت! ہر مسلمان پر مسجد کی خدمت فرض ہے نہ یہ کہ مسجد کی رقم خود رکھ لے، مولوی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور اس کو بہت دعائیں دیں اور سہارنپور تشریف لے گئے۔

کانپور کے منگور کے رہنے والے ایک صاحب منشی قادر بخش نہر میں ملازم تھے اُنہوں نے مجھے یہ روایت بیان کی، سبحان اللہ۔ ایمان جس کا قوی ہوتا ہے اُس کے مقابلہ میں روپیہ ہے ہی کیا چیز ایسے مواقع پر کوئی قوت کافی نہیں ہوتی بجز ایمان کے، اور یہ حوصلہ مسلمان ہی کا ہوسکتا ہے''۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۴، ملفوظ نمبر ۱۰۸)

مسجد کٹرہ نظام الملک کی توسیع :

مولانا عبدالرب دہلوی نے اُردو بازار مچھلی والان علاقہ جامع مسجد دہلی میں واقع مسجد کٹرہ نظام الملک کی توسیع کرائی، اسی مسجد میں آپ وعظ فرماتے تھے، اس کی توسیع کا کام بھی ۱۲۹۲ھ میں تمام ہوا، یہ مسجد مولوی عبدالرب کے نام سے مشہور تھی۔

مولانا محمد حسین فقیر دہلوی نے قطعۂ تاریخِ توسیع اس طرح قلم بند کی ہے:

تاریخ فراخئ مسجد وعظ مولوی عبدالرب در دہلی

ہمت اہل دین و ایماں را		کرد چوں رب مستعان مدد

شد بنا مسجدے وسیع فقیر		گفت عامش فراخ شد مسجد

(دیوانِ فقیر صفحہ نمبر ۴۷۵)

دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں فراخ شد مسجد سے ۱۲۹۲ عدد نکلتا ہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا محمد ادریس نے وعظ فرمایا، مولانا ادریس صاحب کے بعد مولانا عبدالرحمن راسخ دہلوی اور اُن کے بعد مولانا احمد سعید دہلوی نے اِس سلسلے کو باقی رکھا۔ اب یہ مسجد ''مسجد سحبان الہند مولانا احمد سعید'' کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا احمد سعید دہلوی نے ۱۳۳۸ھ میں اس مسجد کے کچھ حصے کو از سرِ نو تعمیر کرایا جیسا کہ صدر دروازے کی پیشانی پر لگے ہوئے کتبے سے معلوم ہوتا ہے۔

مسجد کٹرہ نظام الملک کے تذکرہ میں مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں جو اچانک دِل میں وارد ہوئے:

مسجدِ کٹرہ نظام الملک کی یادِ قدیم	وعظِ روحانی کی محفل خوب تھی بادِ نسیم
شیخ عبدالرب کا اندازِ بیاں تھا بے نظیر	لوگ ہوجاتے تھے سن کر دینِ احمد کے اسیر
آئے پھر یاں مولوی ادریس فرزندِ نجیب	الولد سرٌ لاب مصداق تھے دِلکش خطیب
بعدہٗ تھے مولوی راسخ یہاں ہل من مزید	اور کیا کہنے کہ پھر تھے حضرتِ احمد سعید
یا الٰہی ان مراکز کو سدا آباد رکھ	اور ان حضرات کی ارواح کو بھی شاد رکھ
ان کی خدماتِ جلیلہ کا ہے اب تک یہ اثر	ایک دم محوِ تصور ہو گیا قلبِ ظفر

اسی مسجد میں مدرسہ عبدالرب کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سعید صاحب دہلوی رہا کرتے تھے، تقریباً ۲۰ / ۲۵ رسال امام وخطیب رہے، ان کے فوراً بعد سے مولانا مفتی محمد ادریس صاحب قاسمی صدر المدرسین مدرسۃ العلوم حسین بخش دہلی امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، آپ کو یہاں ۴۲ رسال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا ہے۔

مدرسۃ الاسلام المعروف بہ مدرسہ عبدالرب دہلی :

جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد ۱۸۷۵ء میں آپ نے دہلی کی سرزمین پر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سرپرستِ اول دارالعلوم دیوبند کے مشورے سے ایک دینی مدرسہ قائم فرمایا تاکہ قال اللہ و قال الرسول کی صدا گونجتی رہے اور سارے عالم میں پھیلتی رہے، یہ مدرسہ علاقۂ جامع مسجد میں گلی امام جی کے اندر کہیں شروع ہوا تھا اُس وقت اس کا نام مولانا قاسم نانوتویؒ نے مدرسۃ الاسلام دہلی تجویز فرمایا تھا بعد میں یہ مدرسہ جگہ کی قلت کی وجہ سے منتقل ہوکر ہملٹن روڈ، کشمیری گیٹ کی مسجد آسیہ بیگم میں آ گیا، یہ مسجد بھی مولانا عبدالربؒ نے ہی بنوائی تھی یہ مدرسہ، مدرسہ عبدالرب کے نام سے معروف اور مشہور ہوا جس کا مفصل تذکرہ آگے آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو قبول اور مقبول فرمائے۔ آمین

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حادثۂ وفات

بالآخر مولانا مرحوم محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں اس دنیائے فانی کو خیرآباد کہہ کر ہمیشہ کے لئے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

آپ کا مقبرہ احاطہ خواجہ باقی باللہ کے برابر میں ہے، وہیں آپ کے والد اور دادا اور اولاد نیز خاندان کے دیگر لوگ آسودۂ خواب ہیں۔ اللہ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت فرمائے۔ آمین۔

(مستفاد از مجلہ احوال وآثار مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، واقعات دار الحکومت دہلی)

بیدل سہسرامی نے تاریخ وفات ایک قطعہ میں یوں قلم بند کیا ہے۔

جناب مولوی عبدرب آں		کہ وقت وعظ دل می شد شکارش
دریں ماہ محرم جاں بحق شد		زہے رحمت کہ بارد بر مزارش
رقم زد سالِ رحلت کلک بیدل		درود ایزدی بادا نثارش ۱۳۰۵

یعنی مولوی عبدالرب وہ ہیں کہ جن کے وعظ کہتے وقت دل شکار ہو جاتا تھا، اسی ماہ محرم میں جاں بحق ہو گئے ان کے مزار پر خوب رحمت برسے۔ بیدل کے قلم سے ان کی سال رحلت ''درود ایزدی بادا نثارش'' میں تحریر کی ہے جس کا عدد ۱۳۰۵ ہے۔

تذکرہ حجۃ الاسلام امام محمد قاسم النانوتویؒ

امام نانوتویؒ کے تذکرہ کے بغیر مدرسہ عبدالرب کا تذکرہ ادھورا ہے کیونکہ

امام نانوتوی کی تحریک اور مخلصانہ مشورے سے ہی مدرسہ ہذا کا قیام عمل میں آیا، بدر الصلحا مولانا عبدالرب دہلوی اور امام نانوتوی کے درمیان بہت گہرے تعلقات تھے، امام نانوتوی مولانا عبدالرب کا بہت احترام کرتے جبکہ مولانا عبدالرب امام نانوتوی کے علم وفضل اور دینی خدماتِ جلیلہ کی وجہ سے بڑی قدر کرتے تھے، دونوں کی محبت خلوص وللٰہیت پر مبنی تھی، امام نانوتوی جب دہلی میں آئے اور منشی ممتاز علی مالکِ مطبع مجتبائی میں کام کرتے تو رات کا قیام مولانا عبدالرب کے یہاں مدرسہ میں ہی رہتا، ماضی میں مدرسہ عبدالرب کو جو اتنی شہرت ملی وہ امام نانوتوی کے فیوض و برکات ہی کا ثمرہ ہے، لہٰذا امام نانوتوی کا ذکر خیر ناگزیر ہے۔

امام محمد قاسم نانوتوی ولد اسد علی کی پیدائش شوال ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں قصبہ نانوتہ میں ہوئی آپ کا شجرہ محمد بن ابی بکر صدیقؓ کے صاحبزادے قاسم بن محمد سے ملتا ہے، مکتب کی تعلیم نانوتہ میں ہوئی، مولانا یعقوب نانوتوی بھی آپ کے رفیق مکتب ہیں، فارسی مولوی محمد نواز سہارنپوری اور ابتدائی عربی مولانا مہتاب علی سے پڑھی اُس کے بعد دہلی تشریف لے آئے اور مولانا مملوک علی نانوتوی اور مفتی صدر الدین کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا پھر صحاح ستہ کی اہم کتابیں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھیں لیکن ابوداؤد شریف محشیٔ بخاری مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے پڑھی، اسی درمیان آپ کے اساتذہ میں مولانا مظہر نانوتوی کا نام بھی ملتا ہے، علمِ باطنی کی تحصیل فخر المشائخ حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے فرمائی، سادگی بے نفسی اخلاقِ عالیہ، تعلق مع اللہ، استقامت، زہد، فکرِ آخرت اور کمالات کا وہ کونسا جوہر تھا جو

آپ کی طبیعت میں نہیں تھا، مگر ابھی اس جوہر کو پرکھ کر اُس پر اجازت ومعرفت کی مہر لگانے کا موقع نہیں آیا تھا، جب حاجی صاحب سے بیعت ہوئے تو حاجی صاحب نے غالباً قلیل وقفہ کے بعد حضرت قاسم العلوم والخیرات امام نانوتوی کو اجازت وخلافت سے نواز دیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے کسی مدرسہ میں مستقل طور پر تدریس کا مشغلہ اختیار نہیں فرمایا بلکہ تصنیف وتالیف اور دہلی ومیرٹھ کے کتب خانہ مطبع مجتبائی میں کتابوں کی تصحیح فرماتے اور ایک دو طالب علم اپنے ساتھ رکھ لیتے، مع تصحیح کتب کچھ وقت فارغ کرکے اُن طلباء کو درس دیا کرتے تھے، اسی فراغت کے اوقات میں طالبانِ علم آپ سے صحاحِ ستہ اور دیگر علوم کی اعلیٰ کتابیں جن میں معقول ومنقول شامل ہیں پڑھیں، آپ کے شاگرد ویسے تو بہت ہیں لیکن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا احمد حسن امروہوی، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا عبدالعلی میرٹھی رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ کے علم وفضل کی گہرائی، گیرائی اور استحضار کا اندازہ مکتوباتِ قاسمیہ، فیوضِ قاسمیہ، مباحثۂ شاہجہاں پور وغیرہ جیسی کتابوں سے ہوتا ہے، اللہ اکبر ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والا عش عش کرتا رہ جائے گا۔

مولانا ڈاکٹر محمد انوار الحسن شیرکوٹی نے مکتوباتِ قاسمیہ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے آپ کے دلائل سن کر برملا کہا تھا کہ مجھے حیرت ہے کہ آپ جیسے اہل علم بھی مقلد ہیں، تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ آپ جیسے لوگ بھی غیر مقلد ہیں، واقعی آپ اپنے وقت کے ابومنصور ماتریدی تھے، فرقِ باطلہ کے رد پر

کامل عبور تھا، عیسائیوں اور دہریوں سے ایسا مناظرہ کرتے کہ لا جواب کر دیتے، ۱۸۷۶ء میں منشی پیارے لال نے اُتر پردیش کے شہر شاہجہاں پور میں لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنا شروع کیا تو امام نانوتوی علماء وتلامذہ کے ساتھ میدان میں کود پڑے، عقیدۂ تثلیث کے شرک ہونے اور توحیدِ باری تعالیٰ کے ثبوت پر ایک جامع مانع تقریر کی جس سے سامعین پر عجیب رقت طاری ہوئی اور معاندینِ اسلام دُم دبا کر بھاگے۔

آپ نے بڑے کارنامے انجام دیئے، سب سے بڑا کارنامہ بنائے دار العلوم دیوبند ہے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں مسلمانوں کا حال بدتر اور مستقبل تاریک تر معلوم ہو رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ بھارت سے اب مسلمانوں کا بظاہر خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ سیاسی بساط کامل طور پر اُلٹ گئی، نفسی نفسی کا عالم ہو گیا۔ دہلی، جسے علم و دانش کی مرکزیت حاصل تھی ختم ہو گئی، تو اُس وقت کے اہل اللہ اور خصوصیت سے اُن بزرگوں میں جو خونی انقلاب سے خود بھی گذر چکے تھے اور مسلمانوں کی نعشوں کو خاک وخون میں تڑپتا ہوا دیکھ چکے، یہ فکر و اضطراب لاحق ہوا کہ علم و معرفت کے اس کارواں کو کہاں ٹھکانہ دیا جائے اور ہندوستان میں مسلمانوں کے دین و ایمان کو سنبھالنے کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے، اسے اتفاق کہیے یا تقدیرِ الٰہی کہ اُس وقت اِس راہِ عمل کے لئے مذاکروں کا مرکزی مقام مسجد چھتہ بن گئی، اُس وقت بنیادی نقطۂ نظر یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور اُن کی ملی شیرازہ بندی کے لئے ایک دینی علمی درسگاہ ناگزیر ہے، اسی مرکزی فکر کی روشنی میں قاسم العلوم امام نانوتویؒ اور اُن

کے رفقاء مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا فضل الرحمنؒ اور حاجی عابد حسینؒ جیسے بزرگوں نے یہ طے کیا کہ اب دہلی کے بجائے دیوبند میں یہ مرکزی دینی درسگاہ قائم ہونی چاہئے جس کے ذریعہ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد میں ہوئی ناکامی کی تلافی کی جاسکے، شیخ الہند نے فرمایا تھا کہ مدرسہ دیوبند کو اُستاذ نے کیا محض تعلیم کے لئے قائم کیا تھا؟ نہیں! بلکہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے لئے قائم کیا تھا، خود قاسم العلوم کا قول ہے:

''میرے دار العلوم دیوبند کا مقصد ایسے افراد پیدا کرنا ہے جو انگریز کے محلات سے ٹکرا جائیں پھر اُس کے بعد مجھے کوئی پرواہ نہیں چاہے میرے مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے''

دیوبند کے بعد ہندوستان کے طول وعرض میں دینی علوم کے حوالے سے بیداری کی ایک زبردست لہر برپا کردی، جسکے نتیجے میں سیکڑوں مدارس کا قیام عمل میں آیا، گویا دینی علوم کی نشأۃ ثانیہ ہوئی، مرادآباد، رامپور، خورجہ وغیرہ مختلف علاقوں میں بڑے اور معیاری ادارے قائم کئے، دہلی میں امام نانوتوی کی تحریک اور نیک مشورے سے مولانا عبد الرب دہلوی نے ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں مدرسۃ الاسلام دہلی جو مدرسہ عبدالرب کے نام سے مشہور ہوا قائم فرمایا۔ مولانا قاسم صاحب اُس وقت چاوڑی بازار میں منشی ممتاز علی کے مطبع میں تصحیحِ کتب کا کام کرتے تھے، رات کو قیام مدرسہ عبدالرب میں ہوا کرتا تھا، آپ کے شاگردانِ رشید مولانا احمد حسن امروہوی اور مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، اس مدرسہ میں مدرس تھے اور مدرسہ میں ہی رہتے تھے ان دونوں حضرات سے بھی تصحیحِ کتب کا کام لیا کرتے تھے۔

امام نانوتوی کا وصال ۴۷ رسال کی عمر میں ۱۴ راپریل ۱۸۸۰ء میں ہوا۔ مولانا محمد عبدالرب دہلوی نے اپنی کتاب ''ارشادِ پیر'' میں ایک جگہ رزقِ حلال کے تحت حجت الاسلام امام نانوتویؒ کا ذکرِ خیر ان لفظوں میں کیا ہے:

''راقم کہتا ہے کہ قطب الوقت مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم چھاپہ خانہ کی ۵۔۶ روپیہ ماہوار پر ۲ رگھنٹہ مزدوری کرلیا کرتے تھے اُسی میں اوقات بسری کرتے اور دن رات اپنا کارِ خداوندی میں گزارتے، اس زندگی کا لطف دنیا میں یہ ہوا کہ اُن کی موت کا جو صدمہ علماء، فضلاء، فقراء اور طلبہ کو جو اُن کے جنازے پر تھا میں نے اپنی زندگی میں کسی موت کا نہیں دیکھا''۔

(ارشادِ پیر ص ۱۴)

اللہ تعالیٰ امامِ موصوف کی مغفرت فرمائے اور اُن کی جلیل القدر خدمات کو اپنی بارگاہِ قدس میں مقبول ومنظور فرمائے۔ آمین

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی نظر میں

ہم نے مدرسہ علماء اور مولوی تیار کرنے کے لئے قائم کیا ہے جدید علوم کے لئے تو اور بھی بہت سے ادارے ہیں۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا قول اس مقصد کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ ان مدارس سے ہمیں ایسا آدمی پیدا کرنا ہے جس کا کا بک دنیا میں کوئی نہ ہو اگر کوئی کا بک دنیا میں مل گیا تو وہ آدمی ہمارے کام سے گیا۔

(آئینہ مظاہر علوم نمبر ص: ۲۰۰)

مدرسہ اسلامیہ عبدالرب دہلی

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

دہلی میں درسِ نظامی کے قدیم ترین دینی مدارس جنہیں انگریزی دَورِ اقتدار میں مخلص علماء وصلحاء نے قائم کیا، بے شمار ہیں لیکن جن مدرسوں کا فیض روزِ اوّل سے اب تلک جاری وساری ہے وہ چار ہیں گویا دہلی کی چار علمی مینار یں ہیں اُن کے نام یہ ہیں:

☆ مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری دہلی

☆ مدرسۃ العلوم حسین بخش دہلی

☆ مدرسۃ الاسلام عبدالرب دہلی

☆ مدرسہ امینیہ دہلی

اگر زندگی رہی اور باری تعالیٰ کی جانب سے توفیق نصیب ہوئی تو بقیہ تین مدرسوں کا بھی تذکرہ لکھوں گا۔ان شاء اللہ۔ کیونکہ ان اداروں کی بیش بہا خدمات ہیں اور دہلی والے ان اداروں کے احسان تلے دبے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان دینی اسلامی اداروں کے فیض کو رہتی دُنیا تک قائم دائم رکھے۔آمین۔

یہاں صرف مدرسہ عبدالرب ہملٹن روڈ کشمیری گیٹ دہلی کا ذِکرِ خیر کیا جائے گا۔

مدرسہ عبدالرب کی بنیاد

حضرت مولانا محمد عبدالرب دہلوی، جب جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر سے

۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں فارغ ہو گئے تو حضرت حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتویؒ کے مشورہ سے دہلی کی سرزمیں پر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جسے آج مدرسہ عبدالرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مدرسہ عبدالرب کی بنیاد ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں رکھ دی گئی تھی۔ مدرسہ کی قدیم مہروں میں بھی ۱۲۹۲ھ مرقوم ہے۔

۱۹۱۰ء کی مطبوعہ قدیم روئیداد بنام ''تذکرہ فیض رسانی'' (جو راقم کی طلب پر کفلیتہ گجرات کے جید عالم مولانا مفتی رشید احمد لاجپوری نبیرۂ حضرت مفتی مرغوب احمد لاجپوری علیہ الرحمہ نے اپنے کتب خانہ سے عنایت فرمائی) میں بھی لکھا ہے کہ یہ مدرسہ مولانا قاسم نانوتویؒ کے مشورہ سے قائم ہوا تھا ملاحظہ فرمائیں:

''مولوی عبدالربؒ جنہوں نے سہارنپور کی جامع مسجد بنوائی انہوں نے ایک مدرسہ دہلی میں بمشورۂ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سرپرست مدرسہ عربیہ دیوبند کہ جن کی شان میں یہ شعر زیبا ہے:

پزیرفتہ ازہر فنے روشنی	جداگانہ در ہر فنے یک فنی

جامع مسجد دہلی کے قرب میں قائم کیا اس امر کو تخمیناً ۳۲ رسال کا عرصہ ہوا۔

(تذکرۂ فیض رسانی روئیداد ۱۹۱۰ء)

سوانح نذیری میں مولانا حکیم عبدالقیوم پالنپوری بھی مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام لکھتے ہیں:

''مدرسہ عبدالرب کی بنیاد مولانا محمد عبدالرب نے حجۃ الاسلام حضرت

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مشورے سے رکھی''۔ (سوانح نذیری:ص۳۹)

واقعہ بھی یہی ہے، کیونکہ ان دنوں مولانا نانوتوی نے قیامِ مدارس کی تحریک نہایت ہوش وفراست کے ساتھ چلا رکھی تھی یہ ادارہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

بعض بزرگوں کی زبانی یہ بھی سنا ہے کہ ۱۲۸۳ھ میں دار العلوم دیوبند کی جب بنیاد رکھی جارہی تھی تو مدرسہ عبد الرب اپنی تعلیمی سرگرمی میں مصروف تھا، اِن باتوں میں تطبیق اِس طرح دی جاسکتی ہے کہ ہوسکتا ہے یہ مدرسہ اُس وقت مکتب کی شکل میں ہو، درسِ نظامی کی تعلیم نہ ہوتی ہو، بعد میں حضرت حجت الاسلامؒ کے مشورے سے اِس کو باقاعدہ بڑے ادارے میں تبدیل کردیا گیا ہواور یہ ۱۲۹۲ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم

مدرسہ کا محلِ وقوع:

مدرسہ عبد الرب، اس وقت جہاں ہے وہاں پہلے نہیں تھا بلکہ جامع مسجد دہلی کے شمال میں حی علی الفلاح کی جانب بابِ عبداللہ سے مغرب کی سمت ۵۰ قدم پر ایک پتلی سی گلی ''گلی امام جی والی'' کے اندر شروع ہوا تھا، اِس گلی کا نام امام جی والی گلی اس لئے پڑا کہ اسی گلی میں جامع مسجد کے امام صاحبان رہا کرتے تھے مدرسہ عبد الرب بھی اسی میں شروع ہوا تھا، اور مولانا احمد حسن امروہوی اور مولانا فخر الحسن گنگوہی صاحبان اِسی جگہ اِس مدرسہ میں تدریس فرماتے اور اُسی زمانہ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ منشی ممتاز علی کے مطبع میں تصحیح کتب کا کام کرتے تھے، یہ مطبع چاوڑی بازار میں واقع تھا، حضرت حجت الاسلام رات کو مدرسہ عبد الرب میں ہی قیام فرماتے تھے کیونکہ یہ دونوں

حضراتِ مدرسین آپ ہی کے شاگرد تھے اور تصحیح کتب کا کچھ کام بھی اِن کے سپرد کر رکھا تھا۔ نیز مولانا عبدالرب سے تو آپ کی دوستی تھی ہی۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد انوار الحسن شیر کوٹی ''قاسم العلوم'' میں امیر الروایات سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

''امیر الروایات میں امیر شاہ خان صاحب سے روایت ہے کہ مدرسہ عبدالرب پہلے امام گلی کی طرف تھا اور اُس وقت اُس میں مولوی احمد حسن امروہوی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی مدرس تھے۔ مولانا قاسم صاحب اُس زمانہ میں منشی ممتاز علی کے مطبع میں کام کرتے تھے مگر مولوی احمد حسن اور مولوی فخر الحسن کی وجہ سے مدرسہ ہی میں سویا کرتے تھے۔

(قاسم العلوم ص ۹۷، سید العلماء: ص ۲۷، امیر الروایات ص ۲۵، فخر العلماء ۱۳۴، سوانح علماء دیوبند ۵۵۵)

موجودہ جائے وقوع:

بہر حال جو مدرسہ پہلے گلی امام جی والی میں شروع کیا گیا تھا وہی ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں کشمیری گیٹ، ہملٹن روڈ، مسجد آسیہ بیگم میں لایا گیا (جس طرح مدرسہ امینیہ پہلے سنہری مسجد میں تھا، بعد میں کشمیری گیٹ کی طرف مسجد پانی پتیان میں منتقل ہوا۔

راقم کا غالب گمان ہے کہ مدرسہ ہذا جامع مسجد سے موجودہ جگہ اُس وقت منتقل کیا گیا جب کہ مسجد آسیہ بیگم بن کر تیار ہوئی اور مسجد آسیہ بیگم ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء

میں مکمل ہوئی۔ یہ زمین رقبہ کے اعتبار سے 70x170=1322 گز ہے۔

مولانا محمد عبدالرب صاحب کو اپنی لخت جگر بیٹی آسیہ بیگم کی جوان موت کا بہت غم تھا، اسی کے ایصالِ ثواب کے لئے علاقہ کشمیری گیٹ ہملٹن روڈ پرلبِ سڑک نز دِمحلہ زینت باڑی، پرانی دہلی ریلوے اسٹیشن کی جنوبی دیوار کے متصل یہ زمین خرید کراس میں مسجد آسیہ اور ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، یہ مسجد ۱۳۰۴ھ میں بن کر تیار ہوئی یہی مدرسہ عبدالرب کی مسجد ہے، اسی کے ساتھ جنوب شمال اور مشرق تینوں طرف طلباء کیلئے رہائشی کمرے بنائے گئے تھے۔

یادگار دہلی کے مصنف سید احمد ولی اللّٰہی بھی مدرسہ ہذا کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تارگھر (جنرل پوسٹ آفس) سے دوسڑکیں جاتی ہیں ایک جانبِ مغرب جو مدرسہ عبدالرب کو جاتی ہے اور پھر گندے نالے ہوتی ہوئی ریل کی سڑک کے برابر سیدھی چھوٹے دروازے نکل جاتی ہے یہ مدرسہ نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے غربی جانب میں مسجد کا دوہرا دالان ہے اُس کے شمال میں دو حجرے ایک میں مدرسہ کا دفتر رہتا ہے اور دوسرے میں اُستاذ اور طالب علم رہتے ہیں، جنوب میں نہایت پاکیزہ کمرہ موزون صحن اِدھر اُدھر حجرے بیچ میں حوض، دروازے کے متصل کنواں۔ اُس کو مولوی عبدالرب نے اس غرض سے بنایا تھا کہ اس میں مدرسہ جاری رہے اور علوم دینیہ کی تعلیم ہوا کرے“۔ (یادگارِ دہلی ص ۲۷، فخر العلماء ۱۲۵)

یادگار دہلی کا سن اشاعت ۱۹۰۳ء ہے اس کتاب میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۲ء تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں مصنف نے اپنی تحریر میں مدرسہ عبدالرب کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ آج سے ۱۲۰؍سال پہلے کا ہے، بعد میں جو تبدیلیاں ترمیم واضافہ ہوا اُس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

قدیم عمارت میں اضافے اور تبدیلیاں

واضح رہے کہ طلبہ مدرسہ کا دارالاقامہ جو چودہ حجروں پر مشتمل تھا نہایت خستہ اور کمزور ہونے کے باعث ۲۰۱۱ء میں منہدم کر کے اُس کی جگہ جدید تعمیر کر دی گئی۔ البتہ جانب شمال یعنی سڑک کی طرف والا حصہ ابھی علیٰ حالہ ہے اُسے فرصت میں بنانے کا ارادہ ہے کیونکہ اُدھر مدرسہ کی دُکانیں ہیں جو کرائے پر چلتی ہیں۔

جنوب کی جانب واقع عمارت کے نیچے ایک اچھا خاصا بیسمینٹ بنایا ہے اُسی میں ایک جانب مطبخ اور دوسری جانب کا حصہ خالی ہے اُسے دیگر ضروریات میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نیچے اُترنے کے لئے ۹؍سیڑھیاں ہیں۔

طلبہ کے حجروں کے بیچ میں مشرق کی سمت ایک کافی گہرا حوض تھا جسے ۲۰۱۱ء میں تعمیر نو کے وقت ختم کر دیا گیا اب اس کی جگہ پورے میں وضوخانہ بنا ہوا ہے اور اُسی کے اوپر ۸ ستونوں پر ایک دارالحدیث بنادی گئی ہے اور دارالاقامہ بھی دومنزلہ بن گیا ہے مگر ابھی تک بالائی حجروں اور دارالحدیث کا صرف ڈھانچہ ہی کھڑا ہوا ہے قابل استعمال نہیں۔ مسجد میں پہلے لال پتھر کے چوکے بچھے ہوئے تھے، ۱۹۷۴ء میں انہیں ہٹوا کر ٹائلس کا فرش بچھا دیا گیا۔

کنواں البتہ باقی ہے لیکن ۲۰۱۷ء سے مستعمل نہیں ہے، برسات کے موسم میں اُس میں کئی مرتبہ سیور کے گندے پانی کی آمیزش ہونے کی وجہ سے بدبو آنے لگتی تھی۔آئے دن اس پریشانی سے نجات پانے کے لئے موٹر کا پائپ اُس میں سے ختم کر کے مسجد کے صحن میں ایک دوسرا بورنگ کرلیا ہے، اُسی کا پانی اب استعمال کیا جاتا ہے، یہ بورنگ مدرسہ کے ایک خیر خواہ صوفی عبدالخالق صاحب نے اپنی جیب خاص سے کرایا ہے۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء

''یادگارِ دہلی'' میں بتایا گیا ہے کہ 'غربی جانب مسجد کا دوہرا دالان ہے' تو واضح رہے کہ غربی جانب مسجد کا جو دوہرا دالان تھا وہ حاجی فخر الدین پٹنہ والے نے محراب والی دیوار ہٹا کر دوہرے دالان کا کچھ حصہ چھوڑ کر اُس کے تمام حصے کو مسجد میں شامل کر کے مسجد کی توسیع کر دی۔مولانا عبدالرب کی بنائی ہوئی قدیمی عمارت اور حاجی فخر الدین کی بنائی عمارت، دونوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے، پہلے مسقّف حصہ چار صفوں کا تھا توسیع کے بعد کل بارہ صفوں کا بن گیا۔حی علی الصلاہ کی جانب دو درسگاہیں اُن کے اوپر ایک طویل بالاخانہ جس کا زینہ مسجد کے اندر سے بھی ہے اور باہر سے بھی، یہ بالا خانہ اس لئے بنوایا تھا تاکہ عورتیں بھی آکر وعظ سُن سکیں، اُس زینے کا جو باہر کی طرف کا راستہ تھا وہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے بالکل بند ہے کیونکہ اُدھر مسلم آبادی نہیں رہی۔صرف مسجد کی طرف کا راستہ کھلا ہوا ہے، ایک عرصہ تک وہ بالا خانہ طلبہ کی رہائش گاہ رہا بعد میں وہاں سے طلبہ کا قیام ختم کر دیا گیا، ابھی حال ہی میں ۲۰۱۸ء میں اس بالا خانہ کو صوفی عبدالخالق کے تعاون سے لائبریری میں تبدیل کر دیا گیا۔

مولانا سید اشتیاق اظہر اپنی تالیف ''فخر العلماء'' میں مدرسہ عبد الرب کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

تحفۂ سید میں جو مولوی سعید صاحب کی تصنیف ہے اس میں تحریر ہے کہ مدرسہ عبدالرب پرانا مدرسہ ہے اور مولوی عبدالرب کی یادگار ہے، کشمیری دروازے کے علاقہ میں واقع ہے دینی تعلیم بخوبی ہوتی ہے، ہر سال ماہِ شعبان المعظم میں فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی جاتی ہے اور یہاں کے سند یافتہ اطرافِ ہند میں پھیل کر دینی خدمات انجام دیتے ہیں، بڑے نامور علماء اس مدرسہ میں تعلیم دے چکے ہیں۔

(فخر العلماء: ۱۲۵، سوانح علماء دیوبند: ص ۵۵۷)

مدرسہ عبدالرب کا پُرانا نام

مدرسہ عبدالرب کا قدیمی نام مدرسۃ الاسلام دہلی تھا، مدرسہ کی قدیم مہروں میں بھی یہی نام کندہ ہے مگر مدرسہ عربیہ دہلی بھی بولا جاتا تھا، اور بعض مصنفین نے اس مدرسہ کو مسجد آسیہ بیگم کی مناسبت سے مدرسہ آسیہ بیگم بھی لکھ دیا ہے، مولانا عبدالرب کے وصال کے بعد یہ مدرسہ ''مدرسہ عبدالرب'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔

ڈاکٹر نواز دیوبندی تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا نسیم احمد فریدی نے حضرت مولانا احمد حسن امروہوی کے حالات پر جو مقالہ، رسالہ دارالعلوم میں شائع فرمایا اُس کی پہلی قسط میں جو دسمبر ۱۹۵۳ء کے شمارے میں شائع ہوئی آپ نے تحریر فرمایا کہ مدرسہ عبد الرب دہلی کا پرانا نام مدرسہ عربیہ دہلی تھا اور حضرت مولانا احمد حسن

امروہویؒ نے مولانا خلیل الرحمن امروہویؒ کو جو سند قلم خاص سے لکھی (جو کہ احقر کے پاس موجود ہے) اس میں اپنے دستخط کے ساتھ جو عبارت تحریر فرمائی اُس میں فی المدرسۃ العربیۃ فی الدہلی لکھا ہوا ہے''۔

(سوانح علماء دیوبند ص ۵۵۶)

مسجد آسیہ بیگم

مولانا عبدالرب کی پہلی زوجہ جس سے ۱۸ / بچے پیدا ہوئے مگر ایک بیٹی جس کا نام آسیہ بیگم تھا اس کے سوا کوئی زندہ نہ رہ سکا، بس یہ بیٹی زندہ رہی لیکن ۱۷ / سال کی عمر میں نکاح کے بعد جب اس کے یہاں ایک بیٹی کی ولادت ہوئی تو دردِ زہ میں انتقال ہوگیا اور اس کی بچی بھی ۸ / ماہ بعد وفات پا گئی، اندازہ لگائیں کہ اتنے سارے بچوں میں سے ایک بیٹی زندہ رہی اور وہ بھی جوانی میں ہی واصل الی اللہ ہوگئی، جس پر مولانا عبدالرب کو گہرا صدمہ ہوا۔

مولانا عبدالرب صاحب نے بیٹی آسیہ بیگم کی یاد میں کشمیری گیٹ ہملٹن روڈ پر ایک مسجد بنوائی جس کا نام مسجد آسیہ رکھا اسی مسجد میں اب مدرسہ عبدالرب چل رہا ہے۔ (واقعاتِ دارالحکومت دہلی۔ منقول ملخصاً)

مدرسہ میں واقع یہی مسجد آسیہ بیگم ہے جو مولانا عبدالرب نے اپنی مرحوم جوان بیٹی کے انتقال کے بعد اُن کی یاد میں بنوائی تھی اِس مسجد کا مسقّف حصہ اُس وقت چار صف کا تھا مولانا عبدالرب کی وفات کے تقریباً پچیس سال بعد حاجی فخر الدین پٹنہ والے نے محراب والی دیوار ہٹا کر عقبی دوہرے دالان سے اِس مسجد کی توسیع کر دی

اب ماشاءاللہ مسقّف حصے کی مذکورہ چار صفوں سمیت ۱۲ر صفیں ہیں بیک وقت تقریباً ایک ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، صحن الگ ہے، مسجد اور مدرسہ عبدالرب کی تعمیر میں سر گرم عمل آپ کے اکلوتے صاحبزادے مولانا محمد ادریس صاحب تھے جو مولانا عبد الرب دہلوی کے بعد اس مدرسہ کے سب سے پہلے مہتمم وصدر مدرس مقرر ہوئے۔

مسجد کی پیشانی پر آج بھی یہ کتبہ موجود ہے

مسجد آسیہ حنفیہ

تعمیر شدہ باہتمام مولوی محمد ادریس صاحب مرحوم

ابن مولانا محمد عبدالرب مرحوم حنفی قادری

سالِ تعمیر ۱۳۰۴ھ

مسجد آسیہ حنفیہ کے اکثر حصے کی تعمیر مولانا محمد عبدالرب کے دور میں ہو چکی تھی اور تعلیم بھی جاری ہو چکی تھی، البتہ مسجد کی چھت کا کام باقی تھا جسے آپ کے صاحبزادے مولانا محمد ادریس نے مکمل کیا، جب اس مسجد کا اکثر حصہ بن گیا تو مدرسہ عبدالرب کو جامع مسجد سے یہیں (مسجد آسیہ میں) منتقل کر دیا گیا۔ فردوسِ آسیہ کے حاسہ چہارم میں مولانا محمد ادریس صاحب نے مسجد ہذا کا حال اس طرح بیان فرمایا:

''مسجد آسیہ بیگم، یہ مسجد میرے والد ماجد نے میری ہمشیرہ مرحومہ آسیہ بیگم کے نام سے بنوائی تھی مگر افسوس کہ چھت نہ بننے پائی تھی کہ جناب مغفور نے وفات پائی، پھر خدا تعالیٰ نے اُن کے خلوصِ نیت پر الطاف فرما کے اُس کی چھت اور فرشِ سنگین بلکہ حوض تک بنوا دیا، گو ابھی کام بہت باقی ہے

مگر خدا سے امید قوی ہے کہ جس نے اس بے سروسامانی کی حالت میں اتنا کام بنوادیا تو کیوں نہ انجام کو پہونچائے گا''۔ (فردوسِ آسیہ ص۲۲۸)

اس مسجد کا ذِکر ''واقعاتِ دارالحکومت دہلی'' میں اس طرح آیا ہے:

''(مسجد آسیہ بیگم) یہ مسجد لبِ سڑک بہت خوشنما بنی ہوئی ہے جو دہلی کے بہت بڑے مشہور واعظ مولوی عبدالرب صاحب کی بنوائی ہوئی ہے اور اُنہی کا ایک مدرسہ عربی علومِ دینیہ کا بھی ہے، اِنہی مولوی صاحب نے سہارنپور کی مشہور جامع مسجد بنوائی، یہ مسجد دراصل مولوی صاحب نے اپنی بیٹی آسیہ بیگم کے نام پر بنائی تھی کہ وہ جوان مریں (جوانی میں انتقال ہوا)۔ مولوی صاحب کے بعد اُن کے صاحبزادے مولوی ادریس صاحب نے تکمیل کرائی مسجد دالان دردالان لداؤ کی ہے، پانچ در ہیں، صحن میں چوکے بچھے ہیں، صحن کے آخری حصہ پر ایک نفیس حوض اور کنواں ہے، چاروں طرف طلبہ کے لئے حجرے اور دالان بنے ہوئے ہیں، چھت پر دو کمرے ہیں، مدرسہ خوب چل رہا ہے، یہ حوض اور کنواں میری والدہ اور بڑی بہن مرحومہ کے زرِعطیہ سے بنا ہے، مسجد بہت اچھی حالت میں ہے، چندے سے مدرسہ چلتا ہے، مولوی عبدالرب صاحب میرے نانا مولوی عبدالقادر کے حقیقی برادر کہین تھے''۔ (واقعاتِ دارالحکومت دہلی)

مدرسہ عبدالرب کے روحانی سرپرست حضرات

مدرسہ عبدالرب کے روحانی سرپرستوں میں بڑے بڑے اکابر علماء دین و صلحاء امت رہے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ اس مدرسہ کے بانی مولانا عبدالرب کی ذاتِ والا صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں، نیز آپ کا حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کا شاگرد اور مجازِ بیعت ہونا نورٌ علیٰ نور، پھر اسی پر بس نہیں آپ نے اس ادارہ کو حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مشورے سے قائم فرمایا، ادارہ ہذا کی تعلیم وتدریس کے سلسلہ میں مولانا عبدالرب صاحب اُس دور کے دو بڑے جید علماء حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے ہمیشہ مشورہ کیا کرتے تھے، یہ دونوں حضرات خاص کر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب عمر میں مولانا سے چھوٹے تھے مگر ان کے تبحر علمی اور فکرِ ولی اللّٰہی کی وجہ سے آپ ان حضرات کی قدر کیا کرتے تھے، حسن اتفاق کہ یہ دونوں بزرگ ہی بخاری شریف کے محشی ہیں۔ سبحان اللہ

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دینی علوم وافکارِ اسلامی کے بے نظیر عالم فاضل تو تھے ہی، ساتھ اس کے احیاء دین، بقاء علوم اسلامیہ اور مردم سازی کا جو درد آپ کے سینے میں موجزن تھا اُس زمانہ میں اُس کی مثال نہیں ملتی، ۱۸۵۷ء کے بعد حالات بالکل بدل گئے ماحول کی نبض دیکھتے ہوئے آپ قیامِ مدارس کی مہم میں پورے طور پر جٹ گئے۔ دہلی میں مولانا عبدالرب دہلوی کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ہی مدرسہ قائم کرنے کا مخلصانہ مشورہ مرحمت فرمایا، مولانا عبدالرب جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر میں

لگے ہوئے تھے جیسے ہی وہاں سے فارغ ہوئے تو آپ نے مدرسۃ الاسلام دہلی کی بنیاد رکھی جو مولانا کے وصال کے بعد مدرسہ عبدالرب سے مشہور ہوا، اس مدرسہ میں روزِ اوّل سے درسِ نظامی کی تعلیم ہونے لگی، تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لئے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور محدث نانوتویؒ اپنے تربیت یافتہ اور معتمد علیہ اساتذہ کو یہاں بھیجتے رہے، خود بھی بارہا تشریف لاکر احوالِ مدرسہ کا معائنہ فرماتے اس طرح اس مدرسہ کو ان دونوں بزرگوں کی سرپرستی حاصل رہی۔

۱۸۸۰ء میں ان دونوں بزرگوں کا دودن کے وقفہ سے وصال ہوگیا محدث نانوتویؒ کا ۱۴/اپریل ۱۸۸۰ء اور محدث سہارنپوری کا ۱۶/اپریل ۱۸۸۰ء میں ہوا، ان پے درپے دوحادثوں سے مولانا عبدالرب بھی نڈھال ہوگئے، لیکن ان حضرات کے تلامذہ کا دائرہ ملک کے طول وعرض میں پھیلا ہوا تھا، ان میں اہم شخصیت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی ہے۔حضرت نانوتویؒ کے بعد حضرت شیخ الہند نے اس ادارہ سے اپنا والہانہ تعلق قائم رکھا اور تعلیمی تدریسی مشوروں سے خوب نوازتے رہے، جید مدرسین کو یہاں تدریس کے لئے بھیجتے رہے۔ بعد میں اپنے بھتیجے اور داماد کو بھیجا، غرض کہ شیخ الہند نے حضرت نانوتویؒ کے بعد اس ادارہ سے اُلفت محبت خلوص وجذبہ کا جس قدر اظہار کیا اُس کی ایک تاریخ ہے۔

نبھائیں گے فنا کے بعد ہم رسمِ محبت کو
غبارِ راہ بن کر ہم ترا دامن نہ چھوڑیں گے

حضرت شیخ الہند کی رحلت ۱۹۲۰ء کے بعد حضرت تھانویؒ مفتیٔ اعظم مولانا

محمد کفایت اللہ دہلوی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی وغیرہ حضرات برابر سرپرستی فرماتے رہے، یہ حضرات جس قدر مدرسہ عبدالرب میں تشریف لاتے دہلی کے کسی مدرسہ میں نہیں لاتے یہ حضرات اپنے اکابر واسلاف کی روایت کو اُسی حالت میں باقی رکھتے تھے۔

حضرت شیخ الہند کی تشریف آوری کا ایک واقعہ

یوں تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، مدرسہ عبدالرب دہلی میں تشریف لاتے رہتے تھے بلکہ آخری دم تک سرپرستی فرماتے رہے، کیونکہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی اس مدرسہ میں حدیث پڑھاتے تھے اور مولانا محمد شفیع محدث دیوبندیؒ اس مدرسہ میں مدرس تھے جو آپ کے بھتیجے ہونے کے ساتھ ساتھ داماد اور شاگرد بھی تھے، بلکہ اس مدرسہ کے اکثر اساتذہ کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا جن میں حضرت مولانا کریم بخش سنبھلی اور مولانا محبوب الٰہی بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مالٹا کی اسارت سے رہائی کے بعد جب دہلی میں ورود مسعود ہوا تو سیدھے مدرسہ عبدالرب میں تشریف لائے اس کا تذکرہ مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنی ایک تحریر بعنوان ''مولانا سید حسین احمد مدنی سے میری واقفیت'' کے تحت کیا ہے، اس کا اقتباس مندرجہ ذیل نقل کیا جاتا ہے:

''صبح کو جب ہم دہلی پہنچ کر مدرسہ عبدالرب دہلی میں داخل ہوئے تو وہاں فرش وفروش کا کچھ غیر معمولی اہتمام دیکھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا

کہ حضرت شیخ الہند اسی وقت تشریف لا رہے ہیں، شام تک یہیں قیام رہے گا اور آج ہی یہاں سے فتح پور کے لئے روانگی ہو جائے گی، استاذ (مولانا کریم بخش) اور اس ناچیز کو بھی یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت اپنے رُفقاء سمیت تشریف لے آئے، ناچیز کو بھی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی، مولانا عزیر گل صاحب خادمِ خاص کی حیثیت سے ساتھ تھے اُن کی زیارت بھی سب سے پہلے اسی وقت ہوئی''۔

(تحریر مولانا منظور نعمانی)

مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبندیؒ نے اپنی تالیف ''حیاتِ شیخ الہند'' میں حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کی مالٹہ سے رہائی کے بعد دہلی میں ورودِ مسعود کا بھی تذکرہ شاندار انداز میں کیا ہے، اس کا کچھ اقتباس مندرجہ ذیل سطور میں نقل کیا جاتا ہے:

''اسی مختصر قیام میں ایک مرتبہ قبل از دوپہر اور پھر شب کو حضرت مولانا اپنے اُستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد اور مقدس نمونۂ سلف یعنی مولانا عبد العلی صاحب مقیم مدرسہ عبد الرب کی ملاقات کو تشریف لے گئے، جو بوجہ ضعف و معذوری خود تشریف نہیں لا سکتے تھے اور ظہر کے بعد مولوی امین الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ امینیہ کے مکان پر بتقریب تعزیت تشریف لے گئے اور واپسی میں ایک مشتاق دیدار مریض کی عیادت کو، رات کا اکثر حصہ بیداری میں بسر ہوا اور قبل از صبح دیوبند کی

روانگی کا انتظام شروع ہوا، سب لوگ اپنی اپنی جائے قیام سے اسٹیشن پہونچ گئے صدہا اہل دہلی خوابِ شیریں کو چھوڑ کر حضرت شیخ الہند کی مشایعت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے''۔

(حیاتِ شیخ الہند: ص ۱۶۷)

حضرت حکیم الامت کی مدرسہ میں بارہا تشریف آوری

حضرت مولانا عبدالعلی کی وجہ سے مدرسہ عبدالرب میں بڑے بڑے علماءِ کرام کی تشریف آوری ہوتی رہتی تھی، وہ حضرات اپنی حاضری کو سعادت تصور کرتے اور اِن حضرات کا قدم رنجہ ہونا مدرسہ کے لئے موجب برکت اور باعث سودمندی تھا۔

تاریخ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے:

''مدرسہ عبدالرب دہلی کے سالانہ جلسوں میں حضرت تھانویؒ پابندی سے تشریف لے جایا کرتے تھے، حضرت تھانویؒ کے سفر سے معذور ہوجانے پر حضرت مولانا قاری محمد طیب (مہتمم دار العلوم دیوبند) کو پابندی سے بلاتے اورتقریر کرایا کرتے تھے''۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳، ج ۲)

۱۹۴۳ء میں جب حضرت تھانویؒ وفات پاگئے تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سرپرستی کرتے رہے، سالانہ جلسوں اور موقع بہ موقع کثرت سے تشریف لاکر مدرسہ کی رونق میں اضافہ کرتے اور دعاؤں سے نوازتے رہتے۔

مولانا عبدالرب کے بعد مدرسہ عبدالرب کے منتظمین صاحبان

اخیر میں ہم مدرسہ عبدالرب کے جملہ مہتمم صاحبان کا یکے بعد دیگرے ذِکرِ خیر کریں گے۔ان شاء اللہ۔ یہاں صرف اتنا یادرہے کہ مولانا عبدالرب دہلوی مسجد آسیہ کی تعمیر مکمل ہونے سے قبل ہی ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے تھے۔

مولانا کے وصال کے بعد مولانا عبدالرب مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد ادریسؒ مدرسہ کے سب سے پہلے مہتمم باختیار بنے،مولانا محمد ادریس صاحب بھی اپنے والد محترم مولانا محمد عبدالرب کے مانند جید عالم دین اور اچھے خطیب تھے، مدرسہ کی تمام ذمہ داریاں شہر کے مخلص و دیندار احباب کے تعاون سے بحسن وخوبی انجام دیتے رہے مگر والد کے چار سال بعد ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں صاحب زادہ بھی لا ولد ہونے کی حالت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔یہیں پر مولانا محمد عبدالرب کا سلسلۂ نسل موقوف ہوجاتا ہے۔

اب جبکہ مولانا کی اولاد میں مدرسہ کو سنبھالنے والا کوئی نہ رہا تو ایسے وقت میں دہلی کے وہی مخلص دینی احباب جو مولانا محمد عبدالرب کی حیات میں مولانا کے ہاتھ پیر بن کر دینی کاموں میں ہر طرح معاون ومساہم بنے رہے جن کو مولانا محمد عبدالرب کی خاص نظرِ تربیت سے حصۂ وافر نصیب ہوا تھا، آگے بڑھے اور مدرسہ کے انتظام و انصرام کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ چلانے میں تن من دھن کی بازی لگادی، مدرسہ کی

سب سے پہلی روئیداد جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی اُس میں اُن حضرات نے اپنے نام کا افشاء بھی گوارہ نہ کیا، یہ کون لوگ تھے؟ بعد کی روئیدادوں میں نواب عبدالستار کلکتہ والے، حاجی فخر الدین پٹنہ والے، حاجی محمد اسماعیل پٹنہ والے اور حافظ محمد اسماعیل جیون بخش جاپان والے وغیرہ مبارک ناموں کا ذکر ملتا ہے۔

بعد کی روئیدادوں سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد ادریس کے بعد نواب عبدالستار کلکتہ والے مہتمم بنائے گئے، یہ اپنے احباب اور اصحابِ خیر کے تعاون سے اہتمام کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے، ان کے انتقال کے بعد حافظ محمد اسماعیل جیون بخش مہتمم مقرر ہوئے بیشک اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں اللہ پاک غیب سے اُس کی حفاظت اور ترقی کا انتظام فرما دیتے ہیں۔

بعد ازاں مجلسِ شوریٰ بنادی گئی۔

ملکی حالات اور مجلس شوریٰ کا قیام

سابق مہتمم حاجی نواب عبدالستار کلکتہ والے کے انتقال کے بعد مدرسہ کے صدر المدرسین مولانا محمد شفیع دیوبندی اور مہتمم حاجی اسمٰعیل جاپان والے دونوں باہمی مشاورت سے ایک عرصہ تک انتظام سنبھالتے رہے مگر ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز حادثہ نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا، ملک کی تقسیم سے مسلمانوں کا ہی زبردست جانی مالی نقصان ہوا، کشمیری گیٹ علاقہ میں جہاں ۸۰ رفیصد مسلمان آباد تھے ۲۰ فیصد بھی نہ بچے، سب فسادات کی نظر ہو گئے کچھ تو مار دیئے گئے اور اکثر ہجرت

کر کے چلے گئے مکانوں اور دکانوں پر دوسرے لوگ قابض ہو گئے راقم نے بعض ایسے قدیمی مکانوں کو دیکھا ہے جن کی پیشانیوں پر قرآنی آیات مثلاً **ماشاء اللہ، لا قوۃ الا باللہ، حسبنا اللہ و نعم الوکیل** وغیرہ مکتوب ہیں جنہیں دیکھ کر دِل میں بڑا قلق ہوتا ہے۔

ان فسادات کی مسموم ہوا میں مدرسہ ہذا کی بہت سی جائدادیں بھی برباد ہو گئیں جن کو اہل خیر حضرات نے اپنے خون پسینے کی کمائی سے مدرسہ کے لئے وقف کیا تھا ایسے پُرآشوب وقت میں ایک ایسے جدید نظام کی ضرورت تھی جس کے ذریعہ پیش آمدہ مصائب سے نمٹا جا سکے بالخصوص جن جائدادوں کا مسئلہ متنازع ہو گیا تھا اُن کی بازیابی اور واگذاری کے لئے قانونی چارہ جوئی کی جا سکے، اور اس علمی دینی ادارے کی حفاظت کی جا سکے، اس کے لئے ایک فرد نہیں بلکہ جماعت درکار تھی۔ فرمانِ نبویؐ ہے: {**ید اللہ علی الجماعۃ**} ''جماعت پر اللہ کی مدد آتی ہے'' تو مناسب ہوا کہ مدرسہ کا نظام چلانے کے لئے ایک مجلس تشکیل دی جائے۔

اوّلین ارکانِ مجلس

چنانچہ مولانا محمد شفیع صاحب نے اُس وقت کے سیاسی، سماجی، دینی متحرک رہنما اور ہمدرد قوم و ملت مفتی عتیق الرحمن عثمانی سے گفت و شنید کی، حال اور مستقبل کے تمام پہلوؤں پر غور کرتے اور مفادِ مدرسہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ایک شورائی مجلس کی بنیاد رکھنا طے کر لیا الحاصل ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۹ء یکم جون کو مستقل طور پر مجلس شوریٰ بنائی

گئی مندرجہ ذیل سطور میں مہتمم حافظ محمد اسماعیل جاپان والے اور صدر مدرس مولانا محمد شفیع دیوبندی سے منسوب یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

''ہم دستخط کنندگان جو ایک عرصہ دراز سے مدرسہ عبدالرب کے متولی، نگراں، مشیر اور خازن کی حیثیت سے کام کرتے رہے''۔ اب مدرسہ کی فلاح و بہبود کیلئے اور مدرسہ کے نظم و اہتمام کو باضابطہ اور باقاعدہ کرنے کیلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک مجلس شوریٰ بنا دیں۔ جو مدرسہ عبدالرب کے لئے مجلس منتظمہ اور ٹرسٹیوں کی جماعت کی حیثیت سے کام کرتی رہے۔

اس مجلس کے لئے ہم نے اپنے ساتھ مندرجہ ذیل تین حضرات کو نامزد کیا ہے اور پانچ ارکان کی مجلس منتظمہ بنا دی ہے، تین ارکان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب ناظم ندوۃ المصنفین

۲۔ مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

۳۔ حاجی محمد رفیع صاحب پٹنہ والے پل بنگش، دہلی

ان سہ ارکان کو رکنیت کی اطلاع دے دی گئی ہے ان حضرات نے منظور فرما کر ہم دستخط کنندگان کو ممنونیت کا موقع عطا فرمایا۔

دستخط محمد شفیع بقلم خود، محمد اسمٰعیل بقلم خود یکم جون ۴۹ء۔

(روئیداد کارروائی اجلاس ۱۹۴۹ء)

اراکین کی تعداد ۷ رکردی گئی

بعدۂ ۲؍اکتوبر ۱۹۵۱ء مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ کے منعقدہ اجلاس مجلس شوریٰ میں کچھ ترمیم واضافہ کر کے سات افراد پر مشتمل کمیٹی مقرر ہوئی۔ کارروائی اجلاس کی تجویز نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

تجویز نمبر ۲: طے پایا کہ مجلس شوریٰ کے مستقل ممبر سات قرار دئے جائیں یہ سات ارکان حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (اعزازی صدر مجلسِ شوریٰ، تا ۱۹۵۲ء)

۲۔ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی (صدر مجلس، ۱۹۴۹ءتا ۱۹۸۴ء)

۳۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (ممبر، ۱۹۵۱ءتا ۱۹۶۲ء)

۴۔ حاجی حافظ محمد اسمٰعیل جیون بخش (ممبر مجلس ومہتمم، تا ۱۹۵۵ء)

۵۔ حاجی محمد دین چھتری والے (ممبر، ۱۹۵۱ءتا ۱۹۶۷ء)

۶۔ حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی (ممبر، ۱۹۴۹ءتا ۱۹۷۵ء)

۷۔ بندہ (مولانا) محمد شفیع (صاحب) دیوبندی (تا ۱۹۶۰ء)

(روئیداد کارروائی اجلاس ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۵۱ء)

۱۳؍ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۲ء میں حضرت مفتی اعظم کا وصال ہو گیا تو منعقدہ میٹنگ مجلس شوریٰ ۲۷؍ربیع الاول، ۱۴؍جنوری ۱۹۵۳ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو رکن مجلس شوریٰ نامزد کیا گیا۔

۱۸/ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۹/جولائی ۱۹۵۵ء کی منعقدہ میٹنگ میں حاجی محمد اسمٰعیل جیون بخش نے اپنی ضعیفی وکمزوری کے باعث اہتمام سے استعفاء پیش کیا اور صدر مدرس مولانا محمد شفیع صاحب کو مہتمم مقرر کیا گیا۔

حافظ محمد اسماعیل صاحب کا استعفاء:

جب حاجی حافظ محمد اسماعیل جاپان والے کبرِ سنی ضعف ونقاہت کے دَور سے گذر رہے تھے قوتِ سماعت حد درجہ متاثر ہو چکی تو مدرسہ کی تمام تر ذمہ داریوں سے استعفاء دے دیا مجلس نے آپ کی دیرینہ اور مخلصانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے بادلِ ناخواستہ استعفاء منظور کرلیا اور یہ تمام ذمہ داریاں مولانا محمد شفیع دیوبندی کے سپرد کردی۔

روئیداد اجلاس منتظمہ منعقدہ ۹/جولائی ۱۹۵۵ء ملاحظہ ہو:

''جناب حافظ حاجی محمد اسمٰعیل جیون بخش کا انچارج وتولیت سے استعفاء پیش ہوا۔ حاجی صاحب نے ایک طویل عرصہ جس اخلاص اور جذبہ کے ساتھ خدمت انجام دی ہے مجلس ان کا شکریہ ادا کرتی ہے اور آپ کے ضعف و نقاہت کے پیش نظر بادلِ ناخواستہ آپ کا استعفاء منظور کرتی ہے کہ حاجی صاحب موصوف مدرسہ کا اہتمام اور جن جائیدادوں کی تولیت حاجی صاحب سے متعلق ہے ان کی تولیت قانونی طور پر مولانا محمد شفیع صاحب صدر مدرس مدرسہ ہٰذا کی طرف منتقل کردیں۔ آئندہ مولانا محمد شفیع صاحب ہی مدرسہ

عبدالرب کے مہتمم اوراس کی جائیدادوں کے متولی ہوں گے''۔

(روئیداد اجلاس منتظمہ منعقدہ ۹؍جولائی ۱۹۵۵ء مطابق ۱۸؍ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ)

ایسا کہاں سے لاؤں:

مندرجہ بالاسطور میں قابل توجہ خاص بات دیکھنے کی یہ ہے کہ اس مدرسہ کے بڑے ذمہ دار اور مہتمم، علماء صلحاء رہے یا علماء کی صحبت یافتہ حضرات رہے جو اہل علم کے مقام و مرتبہ کو پہچانتے اور اُن کی دِل سے قدر کرنے والے تھے، واقعی ایسے ہی لوگ دینی مدرسہ کے منتظم اعلیٰ ہونے چاہئیں اس سلسلے میں ہمارے اکابر علماء و بزرگانِ دین کی یہی نصیحت تھی جنہوں نے اکابر کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اچھے ذمہ دارانِ مدارس مقرر کئے وہ ادارے آج بھی معیاری اور رُو بہ ترقی ہیں اور جنہوں نے اکابر علماء کی نصیحت کو پس پشت ڈال کر، نا اہل ذمہ دار مقرر کر دیئے تو وہ ادارے تنزلی، بدحالی اور زوال کے شکار ہیں۔

اب ہم موقع کی مناسبت سے اپنے اکابر علماء کی اُن تحریروں کا کچھ اقتباس یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ان حضرات کی ہدایات کے پیش نظر ہم اپنے دینی اداروں کے تئیں فکر مند ہوں اور ایک صالح نظام تشکیل عمل آسکے۔حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''آج کل یہ حالت ہے کہ نا اہل کے ذمے کام سپرد کرتے ہیں اہل کے ذمے اس واسطے سپرد نہیں کرتے کہ اُن کے کرتے پائجامے پھٹے ہوئے ہیں، وضع قطع غیر مناسب ہے، ایسے لوگوں سے ہماری مجلس کی بے قدری ہوگی، آج کل تو بس لباس دیکھا جاتا ہے جس کے کپڑے اچھے ہوئے اُس کو لیڈر یا

سکریٹری بنالیا، جنہیں کام کا طریقہ بھی نہیں معلوم، محض نکمے انجمن کے منتظم ہوتے ہیں، ایسے منتظم بہت ہیں اور جو جی میں آتا ہے کرنے لگتے ہیں، اسی کے متعلق حدیث میں آتا ہے {اِذَا وُسِّدَالْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ (رواہ البخاری)} ''جب نااہلوں کے کام سپرد کردیا جائے تو اب قیامت کا انتظار کرو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ضعفاء (کمزوروں) کو پہلے متوجہ کیا اور ہم ذی اثر لوگوں کو پہلے لیتے ہیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب سے ضعفاء کا مرتبہ پہلے ہے، کیونکہ ضعفاء میں باطنی قوت، ہمت، برکت، خلوص بنسبت اقویاء کے زیادہ ہوتا ہے۔ (العلم والعلماء:ص:٦٧)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی انتظامیہ میں پہلے اہل ثروت ورؤسا غالب تھے، بدنظمی کے واقعات پیش آنے کے بعد ۱۹۰۲ء میں ہمدردانِ مدرسہ نے دباؤ بنا کر یہ تجویز منظور کرائی کہ مدرسہ کے سرپرست اور منتظمینِ اعلیٰ، علماء ہونے ضروری ہیں، باقی ممبران، خارجی انتظام تک محدود رہیں اور امورِ مہمہ کا فیصلہ سرپرست حضرات ہی کیا کریں گے۔ روئیداد ملاحظہ ہو:

''یہ دینی مدرسہ ہے اس لئے اس کے سرپرستان علماء ہونے چاہئیں جو عزل ونصب کا اختیار رکھیں اور مقامی ممبران (غیر علماء) مدرسہ کی فلاح و بہبود اور تکثیر چندہ تک محدود رہیں، اس لئے ہماری رائے میں اس مدرسہ کے سرپرست مولوی ذوالفقار علی دیوبندی اور مولوی عبدالرحیم صاحب

رائے پوری اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مقرر کئے جائیں، تاکہ تعلیم، تقرر و برخاستگی و ترقی و تنزلیٔ مدرسین مدرسہ ان کی رائے سے ہوا کرے اور طریقۂ تعلیم کے وہ نگراں اور سرپرست رہیں، دیگر روٴسا و عمائدین شہر بطور ممبر کے رہیں جو ترقیٔ چندہ و انتظاماتِ مدرسہ کے لئے کوشاں رہیں''۔ (تاریخ مظاہر ج۱ ص۸۵)

سطورِ بالا میں یہ بات واضح ہوگئی کہ مدارس کے منتظمینِ اعلیٰ اہل علم ومعرفت ہونے چاہئیں یا علماء صلحاء کے صحبت یافتہ حضرات ہوں، بھلا جس نے کبھی مدارس میں رہ کر تعلیم ہی نہیں پائی اور ایک دِن قیام نہ کیا ہو، وہ مدارس وعلماء اور طلباء کے مزاج، مذاق اور ضروریات کو کیا سمجھیں گے۔

عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور ہے کہ مدارس کے ذمہ دار، اگر اہل ثروت ہوں تو مدرسہ میں مال کی فراوانی رہے گی، بجٹ کی کمی اپنی جیب سے پوری کردیں گے جبکہ عموماً ایسا ہرگز نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا تعلق دین داری اور دِل داری سے ہے نہ کہ محض مالداری سے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر مالدار دِلدار ہو، بہت سے نا اہل منتظمین ایسے بھی ہیں جو قوم کے پیسے کو غیر ضروری تعمیر میں صرف کرتے ہیں یا بینک کی زینت بنا کر رکھتے ہیں، خدامِ دین کی معقول تنخواہ دینا اُن کے ایجنڈے میں دور دور تک بھی شامل نہیں ہوتا، یہ مدارس کی بربادی کا پیش خیمہ ہے اللہ حفاظت فرمائے۔

سنے کون ہائے صدائے دِل ملے آہ کس سے شفائے دِل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

مدرسہ عبدالرب کے اساتذۂ کرام

کسی کے حسنِ رنگیں کا مرقع بن گیا گلشن
ہزاروں جلوہائے نو بنو لے کر بہار آئی

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ مدرسہ عبدالرب کی بنیاد ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں حجۃ الاسلام حضرت امام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مشورے سے رکھی گئی اسی وجہ سے یہ ادارہ حضرت نانوتوی کی خاص توجہات کا مرکز رہا آپ کے فعال اور متحرک تلامذہ یہاں آکر علم وایقان کی شمعیں روشن کرتے رہے۔

دار العلوم دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ہو چکا تھا اُس کے ۹رسال بعد یعنی ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں مدرسہ عبدالرب کا مبارک وجود عمل میں آیا۔

کسی بھی ادارے کی ترقی کا مدار اس میں کام کرنے والے ملازمین کی ایمان داری، تقویٰ وطہارت پر ہوتا ہے، الحمد للہ مدرسہ عبدالرب دہلی کو بھی ابتداء ہی سے ایسے باکمال افراد میسر آئے جو جہانِ علم وفن کے آفتاب ومہتاب تو تھے ہی، مگر اخلاص وللّٰہیت دیانت وامانت میں بھی اپنی مثال آپ تھے ان حضرات کا ذکر کئے بغیر مدرسہ عبدالرب کا تعارف ہی ادھورا ہے۔

وہ نہیں جب رونق محفل تو پھر محفل ہی کیا
سُونا سُونا سا ہے یہ سارا جہاں ان کے بغیر

اسلئے سلسلہ وار چند اہم شخصیات کا تذکرہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہویؒ

(متوفی ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۲ء)

سابق صدرالمدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

مدرسہ عبدالرب کے ابتدائی اور بڑے اساتذہ میں حضرت مولانا احمد حسن امروہوی خلف الرشید سید اکبر حسین امروہوی کا نام بھی ملتا ہے،آپ کا مختصر تعارف وخلاصہ مندرجہ ذیل سطور میں نقل کیا جاتا ہے۔

''آپ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے نامور تلامذہ میں سے ہیں ،۱۲۶۷ھ میں امروہہ کے رضوی سادات گھرانے میں پیدا ہوئے ،آپ حدیث کے بلند پایۂ عالم تھے ، ابتدائی تعلیم کے بعد علم طب حاصل کیا بعدازاں قاسم العلوم والمعارف حضرت نانوتوی سے ۱۲۹۰ھ میں سند فراغت حاصل کی ،اُس عہد کے اساتذہ ومحدثین مثلاً حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری،مولانا شاہ عبدالغنی مجددی،قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ جیسے نابغۂ روزگار ہستیوں سے بھی اجازتِ حدیث حاصل کی ،مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اورحضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے اجازت وخلافت پائی آپ حضرت شیخ الہند کے درسی ساتھیوں میں سے ہیں آپ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات سے وابستہ رہے، چنانچہ مدرسہ قاسمیہ خورجہ، جامع مسجد سنبھل اور مدرسہ عبدالرب دہلی میں درس

وتدریس کی خدمت انجام دیں‘‘۔

(حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ احوال وکمالات،ص ۲۲۸،تاریخ دارالعلوم دیوبند)

آپ مدرسہ عبدالرب کے زمانۂ قیام کے اولین اساتذہ میں سے ہیں، یہ اُس وقت کی بات ہے کہ جب مدرسہ عبدالرب جامع مسجد کے علاقہ اور چاوڑی بازار کے قریب واقع تھا،آپ نے یہاں صحاح ستہ تک کی کتابیں پڑھائیں۔ چنانچہ مولانا نسیم احمد فریدی تحریر فرماتے ہیں:

’’مدرسہ عبدالرب کا پرانا نام مدرسہ عربیہ دہلی تھا اور مولانا احمد حسن امروہوی نے مولانا خلیل الرحمن امروہوی کو جو سند قلم خاص سے لکھی (جو کہ احقر کے پاس موجود ہے) اُس میں اپنے دستخط اِس عبارت کے ساتھ ثبت کئے ہیں:

کتبہ و حررہ احقر الزمن احمد حسن حسینی عفی عنہ

’’فی المدرسة العربیة الواقعة فی الدهلی‘‘ لکھا ہوا ہے۔

(سوانح علماء دیوبند:ص ۵۵۶)

مولانا احمد حسن امروہوی مدرسہ عبدالرب کے بعد ۱۲۹۶ھ میں جب مدرسہ شاہی مرادآباد قائم ہوا تو وہاں چلے گئے اور اُس کے سب سے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے۔

تاریخ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے:

’’فارغ التحصیل ہونے کے بعد اوّلاً خورجہ کے مدرسہ میں درس دیا پھر

سنبھل اور دہلی کے مختلف مدارس میں صدر مدرس رہے جب ۱۲۹۶ھ میں
مرادآباد میں حضرت نانوتویؒ کے ایماء پر مدرسہ شاہی قائم ہوا تو اُس کے صدر
مدرس بنائے گئے ۱۳۰۳ھ میں مدرسہ شاہی سے مستعفی ہو گئے اور اپنے وطن
امروہہ کی جامع مسجد میں ایک پرانے مدرسہ کی تشکیل جدید کی"۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۴۰، ج ۲)

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امروہویؒ مدرسہ عبدالرب میں تقریباً
۱۲۹۲ھ سے ۱۲۹۶ھ تک رہے۔

یوں تو گلشن میں ہیں آوزیں بہت سی دلربا
چیر دیتی تھی جو دل کو نہ رہی اب وہ صدا

آپ کے باکمال تلامذہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔درس وتدریس کے
ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی رہا اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے خلاف بھی
سینہ سپر رہے۔

حضرت نانوتویؒ کا مدرسہ عبدالرب میں قیام

"امیر الروایات میں امیر شاہ خان صاحب سے روایت ہے کہ مدرسہ
عبدالرب پہلے امام گلی کی طرف تھا اور اُس میں مولوی احمد حسن صاحب
امروہوی اور مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ مدرس تھے مولانا قاسم صاحب
اُس زمانہ میں منشی ممتاز علی صاحب کے مطبع میں کام کرتے تھے مگر مولوی احمد

حسن اور مولوی فخر الحسن صاحب کی وجہ سے مدرسہ میں سویا کرتے تھے“۔

(فخر العلماء ص ۱۳۴، سوانح علماءِ دیوبند ۷ ۵۵)

انتقال پُر ملال:

مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی کا وصال ۲۹/ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۸/مارچ ۱۹۱۲ء کو امروہہ میں ہوا، آپ کی قبر شریف جامع مسجد امروہہ کے صحن میں جنوبی جانب واقع ہے۔

(مستفاد: تاریخ شاہی)، (تحریک آزادی میں مسلم علماء وعوام کا کردار)

قطعۂ تاریخِ وفات

مولوی احمد حسن امروہوی		شرفِ شاگردی تھا از نانوتویؒ
نیک فطرت ناشر دین متین		حق کی اک آیت تھے برروئے زمین
لکھ ظفر تاریخ رحلت مختصر		تادمِ آخر رہے سینہ سپر

آخری شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظِ ”مختصر“ ہے جس سے آپ کا سن وفات ۱۳۳۰ھ نکلتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الحسن محدث گنگوہیؒ (متوفی ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء)

سابق شیخ الحدیث وصدر مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی

مدرسہ عبدالرب کو جن ہستیوں نے چار چاند لگائے ان میں مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ بن عبدالرحمن بن مولوی حبیب الرحمن انصاری سہارنپوری بھی سرفہرست ہیں، آپ کے تعارف کیلئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ دارالعلوم دیوبند سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ کے ساتھ فارغ ہوئے، آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت ابوحنیفۂ ثانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے پائی، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں آکر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے فیضیاب ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد ایک عرصہ تک حضرت نانوتوی کے ساتھ سفر وحضر میں رہے، مناظرہ میں بڑا کمال تھا، ''مباحثہ شاہ جہاں پور'' آپ ہی کا مرتب کردہ ہے۔

مولانا سید اشتیاق اظہر اپنی کتاب فخر العلماء میں لکھتے ہیں:

مولانا شیر کوٹی فرماتے ہیں:

''بعد ازاں (مولانا فخر الحسن) مدرسہ عربیہ دہلی میں ملازم رہے جیسا کہ قاسم العلوم کے مکتوب نہم میں آپ کے نام کے ساتھ مدرس مدرسہ دہلی لکھا ہوا ہے (یہ مکتوب قاسم العلوم کے چوتھے نمبر میں جس پر ۱۵/جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ کی تاریخ پڑی ہے شائع ہوا ہے)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نگینہ سے واپس آنے کے بعد اور ابن ماجہ کی تصحیح سے فارغ ہونے کے بعد آپ اُس

وقت مدرسہ عبدالرب میں مدرس ہو گئے تھے اور جب حضرت قاسم العلوم
ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں دہلی تشریف لائے تو آپ مدرسہ عبدالرب میں نہ
صرف ملازم تھے بلکہ وہیں احاطۂ مدرسہ میں مقیم تھے''۔

جناب مولانا انوارالحسن شیرکوٹی نے اپنی متذکرہ بالا تصنیف میں قاسم العلوم کے اشتہار کے حوالہ سے جو اُس کی اشاعت سے قبل منشی ممتاز علی نے چھاپ کر شائع کیا تھا یہ تحریر فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے خود دہلی تشریف لاکر اِن مکاتیب کی اشاعت سے قبل خود کتابت کے بعد تصحیح کی تھی۔ مولانا انوارالحسن شیرکوٹی نے لکھا ہے کہ مذکورہ اشتہار سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا ربیع الاول ۱۲۹۴ھ سے کچھ پہلے دہلی میں آکر مقیم ہونا خود منشی صاحب کے مکان پر مولانا کا قیام پذیر ہونا (جو چاوَڑی بازار میں رہتے تھے) قاسم العلوم کے مکتوب مولانا سے حاصل کرنا مولانا کا مکتوبات اور کتابت کردہ کاپیوں پر نظرِ ثانی اور اُن کی تصحیح کرنا ثابت ہے۔ یہ مدرسہ عبدالرب دہلی ہی میں واقع تھا۔

(مکتوباتِ قاسم العلوم، فخر العلماء ص ۱۳۴، سوانح علماءِ دیوبند ۵۵۵، ج ۲)

(یہ اُس وقت کی بات ہے جب مدرسہ عبدالرب جامع مسجد کے قریب واقع گلی امام جی میں چلتا تھا)۔

تاریخ دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے:

''فراغت کے بعد سن ہجری ۱۲۹۴ھ میں خورجہ کے مدرسہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے پھر دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں چلے گئے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۳۷، ج ۲)

''آپ مولانا احمد حسن امروہوی کے بعد مدرسہ عبدالرب کے دوسرے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، آپ نے سنن ابوداؤد کا حاشیہ بنام التعلیق المحمود اسی طرح ابن ماجہ کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا، دونوں حواشی مطبع مجیدی کانپور سے طبع ہوئے، آپ نے حضرت نانوتوی کی ایک مفصل سوانح لکھی تھی جو قیام کانپور کے زمانہ میں گھر میں آگ لگنے کی وجہ سے خاکستر ہوگئی۔آپ کا ذریعۂ معاش مطب تھا، آپکا انتقال کانپور میں ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء میں ہوا''۔

(تحریک آزادی میں مسلم علماوعوام کا کردار)

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
مثل تلچھٹ رہ گئے ہم خاک پر

التعلیق المحمود پر تحقیقی کام

بڑی خوشی ومسرت کا مقام ہے کہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ نے مولانا فخر الحسن گنگوہی کی کتاب ''التعلیق المحمود'' حاشیۂ ابوداؤد کو نئے اندازِ تحقیق کے مطابق محقق کرنے کا فیصلہ لیا ہے، اس ضمن میں جامعہ کے ۶/اسکالرس کو اپنے ایم۔اے۔ کے مقالہ کی تکمیل کے لئے یہ مشروع دیا ہے، اس اہم علمی پیش رفت کا سہرا صدیق مکرم جناب مولانا مفتی محمد شمیم اختر قاسمی مکی کے سرجاتا ہے، جنہوں نے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں اپنے ماجسٹر کے مقالہ کے لئے اس اہم کتاب کا انتخاب کیا، اور جامعہ کے سامنے اس کی اہمیت اجاگر کی یہ کتاب کافی ضخیم تھی اس لئے جامعہ ام القریٰ کے ذمہ داروں نے ماجسٹر کے ۶/طلبہ کے درمیان اس کی تحقیق کے عمل کو تقسیم کیا ہے۔

الحمدللہ اس کتاب کے اکثر حصے کی تحقیق مکمل ہو چکی ہے، ان شاء اللہ العزیز باقی کام بھی جلد ہو جانے کی اُمید ہے، تحقیقی عمل کے بعد مفتی محمد شمیم اختر صاحب کا ارادہ ہے کہ جامعہ ام القریٰ یا کسی اور عالم عرب کے مشہور مکتبہ سے اس کی طباعت عمل میں لائی جائے گی، تاکہ تحقیقی انداز میں یہ کام اہل علم کی نگاہوں کا سرمہ بن سکے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ یہ علمی تحقیقی کام بخیر وعافیت پایۂ تکمیل تک پہنچے، مفتی صاحب فی الحال جامعہ اُمّ القریٰ مکہ مکرمہ میں زیر تعلیم ہیں، ۲۰۱۷ء میں بندۂ عاجز نے اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ عمرہ کے لئے سفر کیا تھا، مکہ مکرمہ میں مولوی التمش امروز ربانی سیتامڑھی کی وساطتسے مفتی صاحب کے ساتھ مکہ ٹاور میں ملاقات ہوئی۔ مفتی صاحب باذوق، ذی استعداد عالم ہیں نیپال کے رہنے والے ہیں، آپ کے چچا مولوی ظفیر عالم، مولوی التمش امروز کے ساتھ مدرسہ عبدالرب میں کئی سال زیرِ تعلیم رہےاور سندِ فراغت حاصل کی۔

قطعۂ تاریخِ وفات

وہ فخر الحسن زینت علم دین		سمائے دراست کے ماہِ مبین
محدث مناظر فقیہ کبیر		کفِ پائے احمد کے پکے اسیر
ظفر اُن کو بخشے گا ربِّ قدیر		سنِ موت ہے باعمل بے نظیر

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں باعمل بےنظیر سے آپ کا سن وفات ۱۳۱۵ھ نکلتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی

استاد مدرسہ عبدالرب دہلی

مفتی عبداللہ ولد صابر علی حنفی ٹونکی، ہندوستان کے اُن مشہور علماء میں سے ایک ہیں جو علمی ادبی دُنیا میں اپنا خاص مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ مفتی صاحب کے آباء و اجداد ریاستِ بہار کے باشندے تھے، کافی عرصہ پہلے یہ ریاستِ ٹونک راجستھان کے محلہ گھورکھپوریوں والا میں منتقل ہو گئے، مفتی صاحب یہیں پر شیخ صابر علی صاحب کے گھر ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علماء ٹونک سے حاصل کی، طویل عرصہ استاذ الہند علامہ محمد لطف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں رہ کر علومِ عقلیہ کی تحصیل فرماتے رہے۔ آپ کی فراغت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے ۱۲۹۳ھ میں ہوئی، دورۂ حدیث شریف افضل المحدثین محشیٔ بخاری شریف حضرت شیخ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے پڑھا۔ انہی کی نسبت سے آپ اپنے نام کے ساتھ احمدی لکھا کرتے تھے، ''عقد الدرر فی جید نزہۃ النظر'' میں آپ کے دست مبارک سے یہ عبارت مکتوب ہے۔

وانا العبد الاثیم محمد المدعو بعبد اللہ الٹونکی توطناً والاحمدی تلمذاً والحنفی مذھباً۔ (عقد الدرر فی جید نزہۃ النظر، ص: ۱۹۳)

آپ کی قابلیت کی وجہ سے مولانا عبدالرب دہلوی آپ کو دہلی لے آئے اور مدرسہ عبدالرب میں بحیثیت مدرس مقرر کر دیا، آپ نے یہاں درمیانی درجات

سے لیکر دورۂ حدیث شریف تک کتابوں کا درس دیا، علمِ حدیث اور عربی زبان پر زبردست مہارت تھی، آپ نے کئی کتابیں عربی زبان میں تصنیف فرمائیں جن میں ''التعلیقات علی شرح المسلم'' بحمدا للہ اور ''عجالة الراکب فی امتناع کذب الواجب'' خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

آپ نے مولانا محمد عبدالرب دہلوی کی تصنیفات پر نظرِ ثانی کر کے مفید حواشی بھی چڑھائے ہیں اس کا تذکرہ مولانا عبدالرب نے اپنی کتاب گلزارِ آسیہ کے آخیر میں خود کیا ہے، مولانا عبدالرب تحریر فرماتے ہیں:

''جزواول اس کتاب کا جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب ادامہ اللہ فیضہ کی نظر سے گذرا، اور کتاب تمام وکمال فاضل اجل جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب مدرس مدرسۃ الاسلام دہلی کی نظر سے گذری حاشیے سب اُن کے ہیں''۔ (گلزارِ آسیہ ص:۶۲)

یاد رہے کہ مدرسہ عبدالرب پہلے مدرسۃ الاسلام دہلی سے موسوم تھا، مولانا عبد الرب کے وصال کے بعد مدرسہ عبدالرب کے نام سے مشہور ہو گیا۔ مفتی صاحب کے بعد ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۳ء کے اوائل تک مدرسہ عبدالرب میں تدریسی خدمات سے وابستہ رہے اور مدرسہ کا خوب نام روشن کیا، بعد ازاں یکم رمئی ۱۸۸۳ء میں لاہور کے مشہور علمی ادارے گورنمنٹ اورینٹل کالج کے عربی مدرس مقرر ہوئے، ۱۸۸۷ء میں علامہ فیض الحسن سہارنپوری کے انتقال فرمانے کے بعد وہاں کے صدر مدرس بنائے گئے اس طرح روز افزوں آپ کی ترقی میں چار چاند لگتے گئے، یہاں سے ریٹائر

ہونے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرسِ اعلیٰ مقرر ہوئے کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تدریسی شغل سے وابستہ ہوئے۔ تاریخِ ندوۃ العلماء جلد اوّل صفحہ ۱۰۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تحریکِ ندوۃ العلماء کے قیام اور اُس کی تعمیر و ترقی میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

ندوۃ العلماء کا دستور العمل تیار کرنے کے لئے جن علماء و مشاہیر کو منتخب کیا گیا ان میں مفتی صاحب کا نام بھی مذکور ہے۔ اور لکھا ہے کہ مولوی مفتی محمد عبداللہ ناظم استشار العلماء نے جلسہ میں شرکت سے رونق دوبالا کر دی تھی۔ تاریخ ندوۃ العلماء جلد دوم صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے۔

''دوسری طرف دارالعلوم میں بھی اس زمانے کے حالات و ماحول کے لحاظ سے ترقی کے کئی قدم بڑھائے ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں گورنمینٹ نے پانچ سو روپیہ ماہوار کی امداد مدرسہ کی دنیوی تعلیم کے لئے منظور کی۔ بھوپال اور بعض ریاستوں سے ماہانہ امدادیں مقرر ہوئیں۔ متعدد لائق و نامور اساتذہ اور ماہرین تعلیم قدیم کا بحیثیت صدر مدرس یا استاذ فن کے تقرر ہوا جن میں مولانا فاروق چریا کوٹی، مولانا شیر علی (جو بعد میں صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد ہوئے) شیخ طیب مکی رامپوری اور مفتی محمد عبداللہ ٹونکی خواص طور پر قابل ذکر ہیں۔''

(تاریخ ندوۃ العلماء ج ۲ ص ۵۳)

آخر میں فالج کا اثر ہونے کے باعث اپنے لائق فرزند مولوی انوار الحق

کے پاس بھوپال چلے گئے، صاحبزادۂ موصوف بھوپال میں بڑے عہدے پر فائز رہے اور ضیاء العلوم کے خطاب سے معروف تھے، مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے وہیں ۱۳۳۹ھ مطابق نومبر ۱۹۲۰ء میں وفات پائی۔ تفصیلی تذکرہ ''نزھۃ الخواطر'' میں موجود ہے۔

قطعۂ تاریخ

آہ عبد اللہ مدرس با شعور		کیسے چھپ سکتا ہے پیشانی کا نور
معتمد مضبوط محکم کام گار		پیکرِ اخلاص و ہمت خوش نگار
جن کے علم و فضل کی بہتی تھی رود		بالیقیں وہ ''داعی الخیرات بود''

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''داعی الخیرات بود'' سے آپ کا سن وفات ۱۳۳۹ھ نکلتا ہے۔

جو طوفانوں میں پلتے جا رہے ہیں
وہی دنیا بدلتے جا رہے ہیں
جگر مرادآبادیؔ

محدثِ کبیر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ

مدرسہ عبدالرب میں جہاں بہت سے اہل علم وفضل اکابر نے منصب تدریس کوجلا بخشی اُن میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کا نام بھی ملتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ۱۳۱۴ھ میں ہوئی آپ کے ہم سبق مولانا محمد شفیع دیوبندی فراغت کےفوراً بعد مدرسہ عبدالرب میں مدرس ہو چکے تھے حضرت علامہ بھی مدرسہ عبد الرب میں تشریف لے آئے اور تدریسی خدمات انجام دینا شروع کردی، صاحب در اصل ساحب ہوتا ہے صاحب ساتھی اور ساحب کے معنی کھینچنے والا گویا مولانا محمد شفیع نے علامہ انور شاہ کشمیری کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

آپ کی سوانح حیات آپ کے مایۂ نازتلمیذرشید شارحِ حدیث علامہ یوسف بنوری نے "نفحة العنبر فی حياة الشيخ انور "عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں آپ کی زندگی کے حالات بسط وتفصیل کے ساتھ موجود ہیں علامہ کی سوانح پر یہ کتاب بہت ہی معتبر مانی جاتی ہے۔

علامہ یوسف بنوری کے بیان کے مطابق حضرت علامہ کشمیری نے تدریس کا آغاز مدرسہ عبدالرب سے فرمایا، مدرسہ عبدالرب میں آپ کا سلسلۂ تدریس متعدد ماہ جاری رہا اُس کے بعد مدرسہ امینیہ قائم ہوا تو اُس کے بانی مولانا امین الدین صاحبؒ جو آپ کے ہم سبق تھے آپ کو مدرسہ امینیہ لے گئے اور عہدۂ صدارت سے سرفراز فرمایا۔

مدرسہ امینیہ میں آپ منصب صدارت پر چند سال جلوہ افروز رہے۔ اُس کے بعد ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں کشمیر چلے گئے پھر ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں دیوبند تشریف لائے اور دارالعلوم دیوبند میں تدریس حدیث کے مشغلے میں مصروف ہو گئے، آپ کو تمام ہی علوم میں درک ومہارتِ تامہ حاصل تھی بالخصوص حدیث وفقہ میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے، قدرت نے آپ کو زبردست قوتِ حافظہ سے مالا مال فرمایا، عربی کے فی البدیہ شاعر تھے، آپ نے ایک مختصر منظوم رسالہ "**ضرب الخاتم فی حدوث العالم**" تحریر فرمایا تھا، حضرت علامہ نے اس رسالہ کے اندر الٰہیات وطبعیات اور قدیم وجدید فلسفہ کی رُو سے اتنی کثرت کے ساتھ دلائل وبراہین حدوثِ عالم پر قائم کئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، اس بحث کا خلاصہ ۴۰۰/اشعار میں کیا ہے۔ اسکے علاوہ آپ کے تلامذہ نے آپ کے فیضانِ درس سے منتفع ہو کر متعدد کتابیں تصنیف فرمائی جن میں فیض الباری شرح بخاری بہت مشہور ہے۔

آپ کا وصال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء تقریباً ۶۰/سال کی عمر میں دیوبند میں ہی ہوا، آپ کی اولاد میں سبھی ایک سے بڑھ کر ایک لائق وفائق ہوئے، حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری مسعودیؒ (سابق شیخ الحدیث وقف دارالعلوم دیوبند) اپنے والد محترم کا پرتو تھے، انتہائی قوی حافظہ کے مالک تھے۔

راقم نے تاریخ وفات یوں قلم بند کی ہے:

خدائی تجلّی کے جونور پارے	وہی راہِ حق کے ہیں روشن ستارے
انہی میں سے کشمیر کا شاہِ انور	علومِ شرع تھے اُسے خوب ازبر
کمالات اُس کے ہوئے سب پہ واضح	تھے ہرفن میں مولا بخاری کے شارح
حدیثوں کا حافظ فقیہ یگانہ	وہی شیخ انور امامِ زمانہ

تیسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''بخاری کے شارح''اور چوتھے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''شیخ انور امامِ زمانہ'' سے سن وفات ۱۳۵۲ھ برآمد ہوتی ہے۔

حافظہ قوی کرنے کا نسخہ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ایک گرامی نامہ میں حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری کو تحریر فرمایا تھا:

''قوتِ حافظہ کے لئے بعد نماز عصر اول وآخر تین بار درود شریف پڑھ کر مع بسم اللہ، ایک بار سبح اسم الخ پڑھیں، البتہ آیت سنقرئک فلاتنسیٰ تین بار پڑھی جائے گی، داہنی ہتھیلی پر دم کر کے سینہ اور سر پر پھیر لیں۔

(لالۂ گل، بحوالہ ذِکر صالحین: ج۱ص ۲۵۵)

حضرت مولانا محمد عبدالعلی محدث دہلویؒ

(متوفی ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء)

سابق صدرالمدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب

''مدرسہ عبدالرب دہلی کی شہرت وعظمت اس وقت بام عروج پر پہونچی جبکہ مولانا عبدالعلی محدث میرٹھی ثم دہلوی نے یہاں تشریف لاکر منصب صدارت کو زینت بخشی، آپ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے ہونہار شاگردوں میں سے تھے، اس لئے ملک وبیرونِ ملک سے طالبانِ علوم جوق درجوق آتے رہے اوراپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔

مولانا عبدالعلی کی پیدائش ۱۲۷۰ھ میں ضلع میرٹھ کے قصبہ عبداللہ پور میں ہوئی،آپ کے والد کا نام نصیب علی تھا''۔ (تذکرۂ عبدالعلی)

علوم سے فراغت اوردارالعلوم میں تقرر

آپ کی فراغت ۱۲۹۴ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ہوئی اور ۱۲۹۴ھ میں ہی آپکا دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا، دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تدریسی سلسلہ ۱۲۹۷ھ تک رہا (حضرت امام نانوتویؒ کا حادثۂ وفات بھی ۱۲۹۷ھ میں پیش آیا تھا) اسی زمانے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی آپ کے تلامذہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اگرچہ حضرت تھانویؒ کا سن فراغت ۱۲۹۹ھ ہے

لیکن درمیانی درجات کی کتب آپ سے پڑھی ہیں۔

مظاہر علوم اور شاہی مراد آباد کی طرف روانگی

آپ ۱۲۹۸ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے، اور درجہ علیاء کے مدرس مقرر ہوئے، ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۴/اکتوبر ۱۸۸۵ء کو مظاہر علوم میں مولانا مظہر نانوتوی کے وصال پُر ملال کا حادثہ پیش آنے کے بعد آپ ہی صدرالمدرسین بنائے گئے اور ۱۳۰۶ھ تک منصب صدارت پر فائز رہے پھر ۱۳۰۶ھ میں مظاہر علوم سے مستعفی ہوکر مدرسہ شاہی مراد آباد تشریف لے گئے، آپ کے علم وتقویٰ اور فضل وکمال سے جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے اربابِ حل وعقد اور اہلیانِ مراد آباد اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے سے جدا کرنا گوارہ نہ ہوا اور جب آپ کسی ناگوار سبب سے شعبان ۱۳۱۱ھ میں مستعفی ہوکر چلے گئے تو اربابِ مدرسہ نے واپس آنے پر اصرار کیا اور آپ دوبارہ ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ کو منصب صدارت پر جلوہ افروز ہوئے اور شعبان ۱۳۱۴ھ تک شاہی مراد آباد میں تدریسی سلسلہ جاری رہا۔اس ایک سالہ درمیانی مدت میں مدرسہ حسین بخش دہلی کی صدارتِ تدریس کو رونق بخشی اسی زمانہ میں مولانا سید عبدالحی صاحب لکھنوی صاحب نزہۃ الخواطر نے دہلی کا سفر کیا تھا، مولانا لکھنوی کی آپ سے مدرسہ حسین بخش میں ہی ملاقات ہوئی تھی، جس کی تفصیل انہوں نے اپنے سفر نامے میں ذِکر کی ہے جو" دہلی اور اس کے اطراف" کے نام سے مطبوع ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا عبدالعلیؒ کے بارے میں حکیم مولانا سید عبدالحیؒ کی تحریر

بھی ملاحظہ فرمائیں جوانہوں نے اپنے سفرنامے میں لکھی:

''مولانا عبدالعلی مدرس اوّل ہیں یہ شرقی جنوبی گوشہ کے مکان میں رہتے ہیں وہیں درس دیتے ہیں یہ خلیق سنجیدہ بےتکلف اورسادہ مزاج ہیں خودداری اور پندار سے بالکل کنارہ کش، صورت سے علماء دین کی شان معلوم ہوتی ہے جب میں گیا تو مسلم شریف کا سبق ہو چکا تھا طلبہ سے باتیں کررہے تھے، مجھ سے نہایت شگفتہ پیشانی کے ساتھ ملے تعارف کے بعد مجھ سے کہا کہ اگر اجازت ہوتو ایک سبق اور پڑھادوں اُس کے بعد ابن ماجہ کا سبق شروع ہوا کافی دیر بعد سبق ختم کیا اور طالب علموں سے کہہ دیا کہ باقی سبق سہہ پہر کو ہوں گے، مجھ سے نہایت بےتکلفی سے ملتے رہے، میرے واسطے چائے بنوائی اور اصرار کے ساتھ پلاتے رہے، پان خود نہیں کھاتے مگر میرے واسطے خاص کر کے منگوایا، باوجود اس کے کہ میں منع کرتا رہا، ان کے اس تواضع اور اکرام کی وجہ سے میں زیادہ دیر تک بیٹھا''۔

(دہلی اور اُس کے اطراف، ص: ۵۴)

دارالعلوم واپسی

۱۳۱۴ھ کے آخر میں آپ واپس دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے دارالعلوم دیوبند میں آپ کا دوسرا تدریسی دور ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۱۷ھ تک رہا، اسی مدت میں مفتیٔ اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ، حضرت محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا امین الدینؒ (بانی مدرسہ امینیہ) محدثِ کبیر مولانا محمد شفیع (سابق شیخ الحدیث

مدرسہ عبدالرب) وغیرھم جیسے افراد نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ یوں تو آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی بھی آپ کے قریب ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے مدرسہ حسین بخش

۱۳۱۷ھ میں آپ اپنی مرضی سے دوبارہ مدرسہ حسین بخش دہلی تشریف لے آئے، یہاں آپ نے منصب صدارت کو زینت بخشی، دارالعلوم کی روئیداد صفحہ نمبر ۲ پر تقریباً آدھے صفحہ کا یہ مضمون لکھا ہوا ہے:

"بصد افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ مولوی عبدالعلی صاحب مدرس دوم یہاں سے یکا یک ترکِ تعلق کر کے مدرسہ حسین بخش دہلی تشریف لے گئے، مولوی صاحب موصوف حسب معمول تعطیل رمضان شریف میں مکان کو تشریف لے گئے تھے اور ہم کو ظاہراً کوئی وجہ اس گمان کی نہ تھی کہ تشریف نہ لاویں گے، مگر بعد ختم تعطیل مولوی صاحب نے ایسے قطعی طور پر لکھا کہ میں نہ آؤنگا ہم کو ہرگز موقع عرض کرنے کا نہ رہا اور تعجب وحسرت کے ساتھ ساکت ہونا پڑا، خیر! اللہ تعالیٰ ہر جگہ مولوی صاحب کو خوش رکھے اور اس مدرسہ کے واسطے کوئی عمدہ صورت پیدا کر دیوے۔

(روئیداد دارالعلوم دیوبند، بحوالہ ذِکرِ صالحین ص:۳۵، ج:۲)

مدرسہ حسین بخش میں دورانِ قیام شوال ۱۳۱۹ھ میں آپ دوبارہ مظاہر علوم میں منصب صدارت کے لئے بلائے گئے۔ مگر چند روز کے بعد حالات دیکھ کر آپ

نے وہاں رہنا پسند نہیں کیا، وجہ یہ تھی کہ بعض منتظمین مظاہر علوم نے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کو کسی رنجش کے باعث مدرسہ سے ہٹا دیا تھا اگر اس سازش کا علم مولانا کو پہلے لگ جاتا تو شاید آپ جاتے ہی نہیں۔

مدرسہ حسین بخش ۱۲٦۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں قائم ہوا تھا روزِ اوّل سے اب تک درسِ نظامی کی تعلیم برابر جاری ہے راقم الحروف کے ایک درسی ساتھی جناب مفتی محمد اشرف علی بھی وہاں مدرس ہیں یہ بہت قابل، ذکی، ذہین اور طلبہ میں بیحد مقبول ہیں۔

مدرسہ عبدالرب میں تشریف آوری

۱۸۹۲ء میں مولانا محمد ادریس بن مولانا محمد عبدالرب کی رحلت کے بعد مدرسہ عبدالرب میں تعلیمی اعتبار سے سستی آ گئی تھی، کسی جماعت میں طلبہ ہوتے اور کسی میں بالکل نہ ہوتے ۷،۸ رسال اسی حال میں گذرے کہ ۱۹۰۱ء میں مدرسۃ العلوم حسین بخش کسی حادثہ کی وجہ سے اہل مدرسہ نے درمیان سال میں موقوف کر دیا، تمام مدرسین اور طلبہ، مدرسہ سے علاحدہ کر دیئے گئے، کچھ اساتذہ بشمول مولانا عبدالعلی صاحب اور طلبہ کی کثیر تعداد مدرسہ عبدالرب میں تشریف لے آئے، مدرسہ عبدالرب کے منتظمین نے خوش آمدید کہا، بخوشی طلبہ کی خوراک کا انتظام فرمایا بس اس دن سے مدرسہ عبدالرب کی شانِ رفتہ لوٹ آئی بلکہ اور بھی زیادہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا، ۱۹۱۰ء میں شائع ہونے والی روئیداد تذکرہ فیض رسانی میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

''مولوی محمد ادریس کے انتقال کے بعد کبھی مدرس اور طلبہ رہے اور کبھی نہ رہے بعد میں ایک دو مدرس اور آٹھ طالب علم اس میں تھے، تقدیر الٰہی سے حسین بخش مرحوم کا جو مدرسہ تھا اور ترقی کے ساتھ جاری تھا وہ مدرسہ موقوف ہوا تمام مدرس اور طالب وہاں سے علیحدہ کئے گئے، بعض خیر خواہانِ دین اور اہل علم کو نہایت صدمہ پہنچا، اُن مدرسین اور طالب علموں کو انہوں نے مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب میں بٹھایا، انہوں نے ۴؍مہینے کے لئے ۶۰۰؍روپئے دینے کا خرچ کے واسطے وعدہ فرمالیا اور کفالت فرمائی، یہ حضرات متعدد اشخاص تھے ہم اس وقت مصلحتِ وقت سمجھ کر کسی کا نام تحریر نہیں کرتے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کارِ خیر کا اجر فقط اُن کو آخرت میں ملے، دُنیا میں ناموری نہ ہووے اور جن لوگوں نے یہ حادثہ دیکھا ہے وہ خود جانتے ہیں، بدون تحریر کے سمجھ جائیں گے''۔

(تذکرہ فیض رسانی مطبوعہ ۱۹۱۰ء)

مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری رقمطراز ہیں:

''مولانا عبدالعلی محدث دہلویؒ مدرسہ حسین بخش کے بعد ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں آپ دہلی کی مشہور درسگاہ مدرسہ عبدالرب میں تشریف لائے اور یہیں تادم زیست علم حدیث کی شمع کو روشن رکھا چنانچہ آپ نے ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۴۷ھ تک یعنی ۲۷ سال مدرسہ عبدالرب میں گزارے''۔

(ذِکر صالحین ج ۲ ص ۳۵)

آپ طلبہ کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور خیر خواہی کا معاملہ کرتے جب کہ تواضع اور خوش خلقی سے پیش آنا تو آپ کا عام معمول تھا۔ آپ کے دل میں طلبہ کیلئے شفقت پدری موجزن تھی۔

چنانچہ مفتی مرغوب احمد لاجپوریؒ اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

''بعض سورتی احباب کے پاس مدرسہ عبدالرب میں کچھ قیام کرنے سے (مجھے) دہلی کی علمی فضا زیادہ پسند آئی، اور حضرت قاسم نانوتوی کے عاشق زار وتلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی صدر مدرس وشیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب کی شفقت نے گھائل کر دیا، اسلئے بجائے امروہہ کے دہلی میں مقیم ہوگیا''۔ (تذکرۃ المرغوب)

آپ ہر فن مولا عالم تھے درسِ نظامیہ کی تدریس آپ کا خاص مشغلہ تھا پڑھانے کا طریقہ ایسا انوکھا کہ آپ کے حلقۂ درس میں طلبہ جوق در جوق چلے آتے اور علمی سیرابی حاصل کرتے، آپ طلبہ کے لئے جہاں نرم دِل تھے وہیں تعلیم کے معاملے میں بہت سخت بھی تھے غلط عبارت پڑھنے والے طلبہ کو ڈانٹ دیا کرتے تھے

چنانچہ مولانا عبدالعلی کے محبوب تلمیذ مولانا ابوالحسن زید فاروقی اپنی تالیف ''مقامات خیر''میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا عبد العلی صاحب غلط عبارت پڑھنے والے کو زجر وتوبیخ فرماتے تھے، بخاری شریف کے چار پانچ سبق عاجز کے داخل ہونے سے پہلے ہو چکے تھے اور اِن چار پانچ دِنوں میں حضرت مولانا کو دورۂ حدیث

میں پچاس ساٹھ طلبہ کے پڑھنے کا اندازہ ہو گیا تھا جب پہلے دِن یہ عاجز آپ کے دورہ میں شریک ہوا تو آپ نے اپنے پلنگ کے جہتِ غرب مونڈھا رکھوایا چونکہ آپ سالہا سال سے مفلوج تھے اور حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے اِس لئے آپ پلنگ پر گاؤ تکیہ سے سہارا لیکر بیٹھتے تھے آپ کا کمرہ مسجد کے دالان کی سمتِ جنوب میں تھا، آپ کا پلنگ دروازے سے متصل رہتا تھا اور مسجد شریف کے دالان میں طالبانِ علم دائرۂ طویلہ کی شکل میں ہوتے تھے، یہ عاجز آپ کے کمرہ میں مونڈھے پر بیٹھتا تھا اور صحیح بخاری آپ کے پلنگ پر رہتی تھی آپ نے پہلے ہی دِن سے فرمایا کہ صاحبزادہ! تم پڑھو چنانچہ اُس کے بعد قرأتِ عبارت اِس عاجز کے حصہ میں آئی۔ (مقامات خیر ص ۴۶۲)

آپ کے ذریعہ مدرسہ عبدالرب کی علمی شہرت

مدرسہ عبدالرب کو آپ کے ذریعے ہی علمی ترقی و شہرت نصیب ہوئی، مطبوعہ روئیداد ۱۹۳۷ھ میں لکھا ہوا ہے:

''جب سے حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی مدرسہ عبدالرب میں آئے ہیں اُس وقت سے مدرسہ کا تعلیمی معیار دوبالا ہو گیا دور دراز کا سفر طے کر کے طلباء جوق در جوق آ رہے ہیں بنگال، سورت اور برما کے علاوہ بخارا، سمرقند، افریقہ اور دیگر بلاد سے طلبہ کا ایک سیلاب اُمڈ آیا''۔ ماشاءاللہ

(روئیداد مطبوعہ ۱۹۳۷ء ص ۱)

ع۔ یہ وہ حضرات ہیں جن پر ملک بھی رشک کرتے ہیں۔

ایک ضروری بات: نزہۃ الخواطر میں مولانا سید عبدالحیٔ لکھنوی نے مولانا عبدالعلی کا تذکرہ کیا ہے مگر شیخ لکھنوی نے اُس میں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ حسین بخش میں پڑھانے کا تو ذِکر کیا ہے، مدرسہ عبدالرب کا تذکرہ نہیں کیا، ہوسکتا ہے شیخ لکھنوی کے علم میں نہ ہو۔

محدث دہلوی کا خطاب

مولانا عبدالعلی محدث میرٹھی ثم دہلوی کو اِسی مدرسہ میں محدث دہلوی کا خطاب ملا کیونکہ آپ علمی اعتبار سے بہت لائق وفائق تھے، یہی وجہ تھی کہ تمام مسالک کے لوگ علمی تحقیق میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔

مولانا سید اشتیاق اظہر لکھتے ہیں:

''بہرحال یہ وہ مدرسہ ہے جس میں مولانا عبدالعلی میرٹھی کو محدث دہلوی کے ایوارڈ سے نوازا گیا''۔ (فخر العلماء ص ۱۲۵، سوانح علماء دیوبند)

بایں وجہ آپ کی تدفین بھی مقبرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاص احاطہ کے دروازے پر ہوئی۔

مدرسہ عبدالرب کے فاضل اور آپ کے بہت ہی چہیتے تلمیذ حضرت مولانا محمد نذیر پالنپوری بھی تھے جن کی سوانح ''سوانح نذیری'' کے نام سے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم پالنپوری نے قلم بند کی ہے۔اُس میں اپنے والد بزرگوار کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا عبدالعلی محدث دہلوی اُس وقت دہلی کے پائے کے بزرگوں اوراللہ والوں میں شمار ہوتے تھے،آپ کا رُعب اتنا زیادہ تھا کہ ہرکس و ناکس کوآپ سے بات چیت کی ہمت نہیں ہوتی تھی اور چہرہ پُراز جلال تھا، حالانکہ آپ خوش مزاج بھی تھے، گاہے گاہے مزاح فرماتے ، اپنے ہم عصروں میں ممتاز شخصیت تسلیم کئے جاتے تھے اورنہایت خلیق متقی اہل اللہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا ، اہل دہلی آپ کی بہت زیادہ عظمت و عزت کیا کرتے تھے اور آپ سے ڈرتے بھی تھے ، آپ کے درسِ حدیث میں دور دراز سے علماء کرام تشریف لاکرشریک اور مستفیض ہوتے بلکہ بہت سے غیر مقلدین حضرات بھی حصول برکت کے لئے شامل درس رہتے اور بعض علمائے کرام جو اپنے اپنے مقام پر شیخ الحدیث تھے بعض احادیث شریفہ کے متعلق آپ سے استفسار کرتے''۔

(سوانح نذیری: ج۱،ص۴۵)

خشیتِ الٰہی اور عشقِ نبوی

حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالعلی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی ، مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس وشیخ الحدیث تھے،حضرت مولانا احمدعلی محدث سہارنپوری اورحضرت مولانا محمد قاسم نوتویؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا،حضرت نانوتوی سے فنائیت کاتعلق

تھا، ہر وارد وصادر سے فرماتے :- قاسمی بن جاؤ محروم نہیں رہو گے۔

طلبہ سے انتہا درجہ کی شفقت ومحبت فرماتے، عشق نبوی سے سرشار تھے ،قصیدہ بردہ کے اشعار سن کر اس قدر روتے کہ تکلم مشکل ہوجاتا،طبیعت میں بے تکلفی وسادگی تھی۔مہمان نوازی میں اسوۂ ابراہیمی کا نمونہ تھے، زہد وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے آخری سانس تک جماعت کی نماز اورصف اولیٰ ترک نہیں ہوئی، فالج کی بیماری نے نقل وحرکت سے معذور کردیا،اس حالت میں بھی خدام اٹھا کر صف اولی میں رکھ دیتے تھے اورآپ بیٹھ کر امام کی اقتدا میں نماز ادافرماتے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس بیٹھنے سے روح کو خاص کیفیت معلوم ہوتی ہے''۔ (ذکر صالحین ج ۲)

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراما کاتبیں را ہم خبر نیست

تاریخ دار العلوم دیوبند میں مولانا سید محبوب رضوی لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے استاذ موصوف حضرت مولانا عبد العلی کا یہ مقولہ نقل فرمایا کرتے تھے'' قاسمی بن جاؤ بھوکے ننگے نہ رہو گے'' مجھ اپاہج کو دیکھو نہ اُٹھ سکتا ہوں نہ بیٹھ سکتا ہوں مگر رزق کی بہتات ہے کہ میرا حجرہ ہمہ قسم کی نعمتوں سے ہمہ وقت بھر پور رہتا ہے **رحمه الله رحمة واسعة** پوری عمر خدمت حدیث میں گذاری جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ

گویا پوری دہلی اُمڈ آئی تھی‘‘۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳، ج ۲)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی تحریر فرماتے ہیں:

’’آپ نے بخاری مسلم اور ابن ماجہ پڑھانے کے بعد عاجز سے فرمایا صاحبزادہ! کچھ اور شروع کرلو پھر فرمایا قصیدۂ بردہ پڑھو چنانچہ بیس پچیس دن اِس مبارک قصیدہ کا سبق ہوا اور آپ کے عشقِ نبوی کا کچھ اندازہ اُس وقت ہوا۔ یہ عاجز قصیدہ کا مبارک شعر پڑھتا تھا اور آپ کی آنکھوں سے سیل اَشک رواں ہوجاتا تھا آپ اِتنا روتے کہ تکلم نہیں فرما سکتے تھے آپ کی لحیۂ مبارکہ سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکتے تھے۔ (مقاماتِ خیر)

حضرت نانوتوی کے حکم سے ردِ آریہ سماج پر ایک رسالہ ’’جواب ترکی بہ ترکی‘‘ جو اپنے موضوع پر سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، تصنیف فرمایا، درس حدیث کا مشغلہ اخیر عمر تک جاری رہا، بوجہ مرض جب نقل وحرکت سے معذور ہوگئے تو چارپائی پر گاؤتکیہ کے سہارے تشریف فرما ہوکر درس دیتے۔

حدیث مصطفٰی سے ربط تھا قلب مصفّٰی کو
زباں میں کوثر تسنیم کی شامل حلاوت تھی

وفات:

۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو مدرسہ عبدالرب دہلی میں بعمر ۷۷ سال داعیٔ اجل کو لبیک کہا، حضرت شاہ ولی اللہ کے مقبرہ میں آسودۂ خواب ہیں۔ (تذکرۃ المرغوب ص ۴۰)

اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور علمی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں بے حد قبول فرمائے۔

قطعۂ تاریخِ وفات

مولوی عبد العلی پرہیز گار	قاسمِ نانوتوی کی یادگار
دِل سے وہ کیونکر بھلائے جائیں گے	اَشک آنکھوں سے بہائے جائیں گے
تھا صحیحین و جوامع پر عبور	آپ کے چہرے سے ظاہر تھا سرور
فیض چاروں سمت پھیلا بے حساب	تھا محدث دہلوی اُن کا خطاب
ہر گھڑی تھے غرق دریادِ خدا	قاسمی عبد العلی فاضل جدا

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''قاسمی عبدالعلی فاضل جدا'' سے آپ کا سن وفات ۱۳۴۷ھ نکلتا ہے۔

آپ کے دورِ صدارت کے اساتذۂ کرام کے اسماء گرامی:

☆ حضرت مولانا عبدالعلی محدث دہلوی (صدر مدرس)

☆ حضرت مولانا وصیت علی (مدرس، تا ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۱ء)

☆ حضرت مولانا محمد شفیع محدث دیوبندی (مدرس)

☆ حضرت مولانا عبدالوہاب بن شیخ عبدالباطن (مدرس، ۱۳۴۰ھ تا ۱۳۶۶)

☆ حضرت مولانا خادم حسین (مدرس تا ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۶ء)

☆ حضرت مولانا حبیب المرسلین (مدرس تا ۱۳۴۵ھ)

☆ حضرت مولانا محمد احکم (مدرس، تا۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۶ء)

☆ حضرت مولانا کاظم علی دہلوی (مدرس، از ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء)

☆ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر اللہ سنبھلی (مدرس، ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۷۷ھ)

☆ حضرت مولانا کریم بخش سنبھلی (مدرس)

☆ حضرت مولانا محبوب الٰہی دیوبندی (مدرس،، تا۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء)

☆ حضرت مولانا محمد رفیع دیوبندی (مدرس)

☆ حضرت مولانا عزیز احمد انبہٹہ سہارنپور (مدرس ،۱۳۴۱ھ تا۱۳۵۹ھ)

☆ حافظ نذیر احمد محرر مدرسہ

☆ جناب صوفی اصغر علی مؤذن وفراش

مولانا مفتی کاظم علی دہلویؒ:

مولانا مفتی کاظم علی دہلوی کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہ ہوسکی، اتنا معلوم ہوا کہ آپ ۱۳۲۴ھ میں مدرسہ عبدالرب سے فارغ ہوئے، دورۂ حدیث کے ساتھ فتویٰ نویسی بھی سیکھتے رہے اچھی صلاحیت کے مالک تھے فراغت کے بعد مدرسہ ہذا میں ہی مدرس مقرر ہو گئے تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی کی خدمت بھی اپنے اساتذہ کے حکم پر انجام دیتے رہے۔

مطبوعہ روئیداد ۱۹۱۰ء میں موصوف کے بارے میں بہت تعریف لکھی ہوئی

ہے ملاحظہ ہو:

’’مولوی حافظ کاظم علی یہ مدرسہ ہذا میں مدرس ہیں، وعظ خوب کہتے ہیں ،کلام اللہ شریف بہت اچھا یاد ہے،فتویٰ بہت عمدہ لکھتے ہیں، اللہ کے واسطے فتویٰ نویسی کی خدمت قبول کی ہے، ذہین فطین ہیں فرائض خوب نکال لیتے ہیں‘‘۔ **اللھم زدفزد** (تذکرہ فیض رسانی ص۹)

حضرت مولانا محمد مظہر اللہ سنبھلیؒ:

مولانا مظہر اللہ بن مولانا بدر اللہ سنبھلی نے مدرسہ عبدالرب سے ہی تعلیم پائی اور ۱۳۲۴ھ میں سند فراغت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالعلی محدث دہلوی مولانا محمد احکم صاحب، مولانا وصیت علی اور مولانا محمد شفیع محدث دہلی رحمہم اللہ جیسے یگانۂ روزگار ہستیاں ہیں۔

مدرسہ ہذا سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہونے والی روئیداد میں آپ کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے:

’’مولوی محمد مظہر اللہ، یہ سنبھل کے رہنے والے طبابت کرتے ہیں، نیک بخت ہیں، وعظ خوب کہتے ہیں۔ (تذکرہ فیض رسانی مطبوعہ روئیداد ۱۹۱۰ء)

۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، آپ نہایت صابر وقانع اور علائقِ دُنیا سے بے خبر، مگر علوم وفنون میں بے مثال و باکمال تھے اور وعظ وتقریر بہت شاندار

کرتے تھے، آپ نے جوانی سے بڑھاپے تک کی عمرِ عزیز مدرسہ ہذا میں ہی گذاری، ضعیف العمری میں جب بیمار رہنے لگے تو آپ نے مجلسِ شوریٰ میں خصوصی امداد کی درخواست پیش کی مگر کچھ نا مساعد حالات کے پیشِ نظر مجلس نے خصوصی مالی اعانت سے معذرت کردی۔

کارروائی ملاحظہ ہو:

''مولانا مظہر اللہ مدرس مدرسہ ہذا کی درخواست پیش ہوئی مولانا کی علالت باعث تشویش ہے، اراکین کو آپ سے پوری ہمدردی ہے مگر مدارسِ عربیہ کی عام روایات اور مدرسہ کی مالی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی مستقل امداد جاری کی جائے، البتہ آپ کی قدیمی خدمات اور معذوری کا لحاظ کرتے ہوئے مجلس مناسب سمجھتی ہے کہ آپ کو مزید تین ماہ کی رُخصت نصف تنخواہ پر دیدی جائے''۔

(روئیداد ۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء، ۲ر جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ)

مدرسہ کی طرف سے آپ کو علاج و معالجہ کے لئے تین ماہ کی رُخصت منظور کی گئی لیکن صحتیابی نہ ہو سکی، بیماری میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ جب تدریس سے بالکل معذور ہو گئے تھے تو اربابِ انتظام نے آپ کو مدرسہ کی امامت و خطابت پر مامور کر دیا، چنانچہ کارروائی اجلاس میں مرقوم ہے:

''مولانا مظہر اللہ کی درخواست پیش ہوئی طے کیا گیا کہ اگر مولانا موصوف مسجد مدرسہ کی امامت اور ہفتہ وار وعظ کی خدمت منظور کر لیں تو اُن

کو ماہانہ مبلغ پچاس روپے ادا کیے جائیں''۔ (روئیداد ۲۲/اگست ۱۹۵۷ء)

آپ نے کچھ ماہ اس خدمت کو بھی انجام دیا لیکن طبیعت نے جب بالکل جواب دیدیا تو مدرسہ کی جملہ ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے اور آپ گلی بیل صاحب جو مدرسہ عبدالرب کے پیچھے ہے کرایہ کے مکان میں رہا کرتے تھے، وہیں پر سکونت پذیر ہو گئے۔

آخر کار ۱۹/ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۹/جولائی ۱۹۶۶ء بروز ہفتہ اپنے گھر میں ہی وفات کا سانحہ پیش آیا اور فیروز شاہ کوٹلہ کے پاس قبرستان میں آرام فرما ہیں۔

اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی دینی وعلمی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔آمین

آپ کے صاحبزادگان:

آپ کے تین صاحبزادے ہوئے: مولانا قاضی نصر اللہ صاحب، مولانا ظفر اللہ اور جناب امان اللہ رحمہم اللہ۔ مولانا قاضی نصر اللہ صاحب اپنے وقت کے منفرد علماء صلحاء میں شمار ہوتے تھے طویل مدت تک مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی میں مدرس رہے اور مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کے بعد صدر مدرس وشیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

قاضی نصر اللہ کی ولادت ۱۹/ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں گلی بیل صاحب نزد مدرسہ عبدالرب میں اُسی کرائے کے مکان میں ہوئی اور تعلیم بھی مدرسہ عبد الرب سے حاصل کی اور ۱۵/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۸/نومبر ۱۹۸۷ء میں وفات ہوئی۔

حضرت مولانا کریم بخش سنبھلیؒ: متوفی ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء

مولانا کریم بخش سنبھلی حضرت شیخ الہند کے اخص الخاص تلامذہ میں سے تھے، ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں فارغ ہوئے، بڑے صاحب فن منطقی وفلسفی عالم تھے آپ کے کمال فن کی مثال دی جاتی تھی، علماء عصر طلبہ کو منطق وفلسفہ پڑھنے کیلئے مولانا کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیتے تھے۔

آپ نے مدرسہ عبدالرب کی مسند تدریس کو زینت بخشی ہے آپ نے اپنی حیات کے قیمتی لمحات مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ، دارالعلوم مئو اعظم گڑھ میں بھی گزارے ہیں۔ ۱۳۳۸ھ میں مولانا منظور نعمانی نے بھی مدرسہ عبدالرب میں تقریباً ایک سال آپ ہی کی نگرانی میں گزارا، آپ کی وفات حسرت آیات سنہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔ (مستفاد: تاریخ دارالعلوم دیوبند وحیات نعمانی)

حضرت مولانا عزیز احمد انبہٹوی:

موصوف مدرسہ ہذا سے ۱۳۲۳ھ میں فارغ ہوئے، فراغت کے بعد نارنول میں دینی تدریسی خدمت انجام دی اسکے بعد ایک عرصہ تک مدرسہ حسین بخش میں منصب تدریس پر فائز رہے، ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۵۹ھ تک مدرسہ عبدالرب میں مدرس رہے اس کے بعد کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ مدرسہ کی روئیداد میں لکھا ہے:

''مولوی عزیز احمد انبہٹوی، یہ نارنول میں مدرس تھے اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں بھی مدرس رہے ہیں''۔ (تذکرہ فیض رسانی مطبوعہ ۱۹۱۰ء)

حضرت مولانا محمد شفیع محدث دیوبندیؒ

(متوفی ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء)

سابق صدرالمدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

مردِ حقانی کے پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

''حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی ولد احمد حسن دیوبندی ولد مہتاب علی آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے چچا زاد بھتیجے اور داماد ہیں، دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ، مولانا ضیاء الحق دیوبندی، مولانا محمد قاسم دیوبندی کے ساتھ ہوئی، دورۂ حدیث کی کتابیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا عبدالعلی میرٹھی سے پڑھیں''۔

(مفتی کفایت اللہ مطالعہ ص ۴۵)

دارالعلوم سے فراغت اور مدرسہ عبدالرب میں تقرری:

دورۂ حدیث سے آپ کی فراغت ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں ہوئی۔ مدرسہ عبدالرب دہلی میں آپ کا تقرر شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہی ہوگیا تھا۔

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر صدر مدرس وشیخ الحدیث کی حیثیت سے ہوا تھا لیکن جب آپ کے اُستاذِ محترم مولانا عبدالعلی محدث دہلوی مدرسہ عبدالرب میں تشریف

لے آئے تو یہ دونوں منصب آپ نے حضرت محدث کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

مولانا عبدالعلی کے زمانے میں اکثر ترمذی وابوداؤ شریف کے اسباق آپ ہی سے متعلق رہتے تھے،حضرت الاستاذ مولانا عبدالعلی کے حکم پر بخاری کے آخری چند پارے آپ ہی پڑھاتے تھے حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی کی وفات کے بعد آپ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں دوبارہ شیخ الحدیث اورصدر مدرس کے عہدے پر فائز کئے گئے۔ بعد میں آپ اصابت رائے میں ممتاز ہونے کے باعث دارالعلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے بھی اہم رُکن طے ہوئے۔

مدرسہ عبدالرب میں مخلصانہ خدمات:

آپ علمی قابلیت میں تو بے نظیر تھے ہی انتظامی امور میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا آپ طلبہ واساتذہ کے درمیان بھی مقبول وممدوح تھے اور انتظامیہ کے یہاں بھی معتمد علیہ تھے، مدرسہ کے مہتمم نواب حاجی عبدالستار کلکتہ والے کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ جب نواب صاحب بیماری کے باعث مدرسہ آنے سے معذور ہو گئے تو آپ مدرسہ کے جملہ احوال وکوائف سے بذریعۂ خط نواب صاحب کو مطلع کرتے رہتے، مدرسہ کے انتظامی امور میں آپ شروع ہی سے دخیل رہے۔ حاجی محمد اسماعیل صاحب مہتمم کے مستعفی ہونے کے بعد آپ مدرسہ کے مہتمم ومتولّی مقرر ہوئے۔

روئیداد اجلاس منتظمہ منعقدہ ۹ر جولائی ۱۹۵۵ء ملاحظہ ہو:

''جناب حافظ حاجی محمد اسمٰعیل جیون بخش کا انچارج وتولیت سے استعفاء پیش ہوا۔ حاجی صاحب نے ایک طویل عرصہ جس اخلاص اور جذبہ کے ساتھ

خدمت انجام دی ہے مجلس ان کا شکریہ ادا کرتی ہے اور آپ کے ضعف و نقاہت کے پیش نظر بادلِ ناخواستہ آپ کا استعفاء منظور کرتی ہے کہ حاجی صاحب موصوف مدرسہ کا اہتمام اور جن جائیدادوں کی تولیت حاجی صاحب سے متعلق ہے ان کی تولیت قانونی طور پر مولانا محمد شفیع صاحب صدر مدرس مدرسہ ہٰذا کی طرف منتقل کر دیں۔ آئندہ مولانا محمد شفیع صاحب ہی مدرسہ عبدالرب کے مہتمم اور اس کی جائیدادوں کے متولی ہوں گے۔

(روئیداد اجلاس منتظمہ منعقدہ ۹؍جولائی ۱۹۵۵ء مطابق ۱۸؍ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ)

آپ اُصول و ضوابط کے پکے تھے اپنے فرائضِ منصبی کی انجام دہی میں بڑے محتاط، لاگ لپیٹ سے پاک تھے، مدرسہ کی چہار دیواری ہی آپ کا مسکن تھا، آپ نے رُخصت اتفاقیہ کے استحقاق سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ آپ کی مخلصانہ اور بے لوث خدمات کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں آپ مدرسہ میں جمے رہے، حالات سے ذرا بھی خائف نہ ہوئے جبکہ ان دنوں میں ہر آدمی نفسی نفسی کے عالم میں مبتلا تھا، سڑک پر کوئی بچہ بھی دکھلائی نہ دیتا۔

مولانا حکیم عبدالقیوم پالنپوری لکھتے ہیں:

''۱۹۴۷ء کے پُر آشوب زمانہ میں جب کہ مسلمان اِس مدرسہ میں جاتے ہوئے ڈرتا تھا آپ نے مدرسہ اور مسجد کو کبھی نہیں چھوڑا، آپ کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا حالانکہ مچھلی سے نفرت کرتے تھے کبھی نہیں کھاتے (طلبہ کو کھلاتے تھے)''۔ (سوانح نذیری)

مجلسِ شوریٰ قائم کرنے کی تجویز:

نواب صاحب کے وصال کے بعد اگر چہ حاجی محمد اسماعیل جیون بخش مہتمم مقرر ہوئے لیکن کام آپ ہی کی حسن تدبیر و مشاورت کے ساتھ انجام دیئے جاتے۔ حاجی اسماعیل صاحب آپ کی رائے کا بہت احترام کرتے تھے، تواضع وانکساری آپ کے اندر کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ تقسیمِ وطن کے فوراً بعد مدرسہ نازک نا مساعد حالات سے دوچار ہوگیا تھا بلکہ تمام اربابِ مدارس شش وپنج میں مبتلا تھے، ایسے موقع پر مولانا محمد شفیع صاحب نے مدرسہ عبدالرب کے واسطے نئی حکمت عملی اختیار کی اور مہتمم حافظ محمد اسماعیل صاحب کو مجلسِ شوریٰ بنانے کی رائے دی، آپ ہی کی مخلصانہ کوششوں سے مجلسِ شوریٰ کا قیام عمل میں آیا۔

اس کے بعد اہم اُمور ارکانِ شوریٰ کی باہمی مشاورت کے ساتھ انجام دیئے جانے لگے۔

الحمدللہ آپ نے طویل عمر پائی، اس طویل عرصہ کے دوران مدرسہ عبدالرب میں آپ نے حدیث فقہ تفسیر وغیرہ علوم اسلامیہ کی کماحقہٗ خدمت انجام دیں۔ مومن کی جو سادہ زندگی ہونی چاہئے مولانا مرحوم اس کے حقیقی مصداق تھے دنیاوی اعتبار سے بہت ہی سیدھے تھے لیکن علم وعمل میں بے نظیر اور بے مثال تھے ہر وارد و صادر پر آپ کا عجیب قسم کا رعب طاری ہوجاتا تھا حالانکہ آپ شفقت ورحمت کے پیکر تھے۔

(دارالعلوم اور دیوبند کی تاریخی شخصیات)

بڑے بڑے علماء و مشاہیر نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا،

جامع مسجد دہلی کے سابق شاہی امام مولانا سید عبداللہ بخاری ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں اور ہندوستان کے مشہور قاری مولانا قاری محمد سلیمان مالبی بانی مدرسہ تجوید القرآن آزاد مارکیٹ دہلی بھی آپ ہی کے دور میں ۱۹۴۸ء میں مدرسہ عبدالرب سے فارغ ہوئے۔

ع۔ وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

مرض الوفات اور دیوبند واپسی

مولانا محمد شفیع صاحب عمر کے آخری لمحات میں صاحب فراش ہو گئے تھے تو سہولت کے باعث وطنِ مالوف دیوبند میں ہی قیام پذیر ہو گئے، مولانا کی مدرسہ سے جدائی اراکینِ مجلسِ شوریٰ پر بہت بڑا غم بن گئی لیکن کر بھی کیا سکتے تھے یہ حادثہ من جانب اللہ تھا تاہم انتظامیہ نے مولانا کو کچھ وظیفہ تاحیات اکرامیہ طور پر دینے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ کارروائی اجلاس مجلسِ شوریٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء کی دفعہ نمبر ۳، ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کم و بیش ۶۰/سال تک مدرسہ عبد الرب کی مخلصانہ خدمت نہایت ایثار و جانفشانی کے ساتھ انجام دیتے رہے ،اس طویل عرصہ میں آپ نے رخصت اتفاقیہ کے استحقاق سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا، اور مدرسہ کی چہار دیواری اور حجرہ کو اپنا اعتکاف گاہ بنائے رکھا، اس وقت جبکہ مولانا موصوف طویل علالت کے باعث درس و تدریس سے

معذور ہو چکے، مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے بتقاضۂ حق شناسی یہ پیش کش کرتی ہے کہ مبلغ ۹۰؍روپے ماہانہ تاحیات حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کئے جاتے رہیں۔ مجلسِ شوریٰ اس مرحلہ پر یہ ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھتی ہے کہ اس پیش کش کو مخصوص حالات کی بنا پر دیا جانا طے کیا ہے، کسی موقع پر اس کو مثال میں پیش نہیں کیا جا سکے گا''۔ (روئیداد ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء)

سانحۂ وفات

آپ کے صرف ایک ہی صاحبزادے مولانا محمد رفیع صاحب تھے اور کوئی اولاد نہیں تھی ۹۲؍سال کی عمر میں ۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ دیوبند میں وفات پائی اور مزارِ قاسمی میں مدفون ہوئے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

تجویزِ تعزیت

گذشتہ دِنوں مولانا محمد شفیع دیوبندی کے انتقال کی خبر سن کر بیحد افسوس ہوا، مولانا تقریباً ایک، دوسال سے سخت علیل ہونے کے باعث صاحبِ فراش تھے اور دیوبند میں ہی قیام پذیر تھے، مدرسہ عبدالرب میں آپ نے ۶۰؍سال سے زائد مخلصانہ خدمت انجام دی، اللہ تعالیٰ مولانا کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبد الرب کا یہ اجلاس مولانا مرحوم کی وفات پر گہرے حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(روئیداد اجلاس مجلسِ شوریٰ، ۲۴/رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۲/مارچ ۱۹۶۱ء)

قطعۂ تاریخِ وفات

بسر کر گئے اپنی عمرِ جمیع	وفاؤں کے پیکر محمد شفیع
حبیبِ خدا تھے طبیبِ جہاں	مثال آج اُن کی ملے گی کہاں
پڑھائی ترسیٹھ برس تک حدیث	رہے تیس و دو سال شیخ الحدیث
رقم کی ظفر نے بلطفِ عمیم	سنِ موت اُن کی غفور و حلیم

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''غفور وحلیم'' سے آپ کا سن وفات ۱۳۸۰ھ ہے۔

آپ کے عہد کے اساتذۂ کرام:

☆ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب صدر مدرس

☆ حضرت مولانا محبوب الٰہی بن مولانا عبدالمؤمن (مدرس)

☆ حضرت مولانا محمد مظہر اللہ بن مولانا بدر اللہ سنبھلی (مدرس ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۷۷ھ)

☆ حضرت مولانا خادم حسین (مدرس تا ۱۳۷۵ھ)

☆ حضرت مولانا محمد رفیع دیوبندی (مدرس)

☆ حضرت مولانا عبدالوہاب بن شیخ عبدالباطن دہلوی (مدرس ۱۳۳۵ھ ۱۳۶۶ھ)

☆ حضرت مولانا محمد یحییٰ بن سید محمد عارف پشاوری (مدرس ۱۳۵۶ھ تا ۱۳۶۲ھ)

☆ حضرت مولانا رفیق احمد بن نذیر احمد ایٹہ (مدرس ۱۳۵۲ھ تا ۱۳۶۵ھ)

☆ حضرت مولانا عزیز احمد انبیٹہ سہارنپوری (مدرس ۱۳۴۱ھ تا ۱۳۵۹ھ)

☆ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (قائم مقام مدرس ۱۳۶۲ھ تا ۱۳۷۰ھ)

☆ حضرت مولانا محمد سکندر الدین صاحب (مدرس ۱۳۶۲ھ تا ۱۳۶۶ھ)

مولانا عبدالوہاب بن شیخ عبدالباطن دہلوی

آپ مدرسہ کے بڑے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے درجۂ موقوف علیہ تک کی کتابیں پڑھاتے تھے، قابلیت میں لاجواب اور فائق تھے موصوف نے اس مدرسہ میں تقریباً ۳۱؍سال درس دیا، ۱۹۴۷ء کے بعد پورے ملک میں حالات بگڑ جانے اور ملک تقسیم ہوجانے کے باعث پاکستان ہجرت کر کے چلے گئے۔

مولانا ابوالحسن زید فاروقی رقمطراز ہیں:

''مدرسہ عبدالرب کے پانچ اساتذۂ کرام اِس عاجز کے مربی اور معلم تھے اُن میں سے جناب مولانا عبدالوہاب صاحب تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے، جانے سے پہلے عاجز کے یہاں تشریف لائے وہی آخری ملاقات تھی، پھر اُن کی کوئی خبر نہ ملی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں قیام فرمایا''۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ (مقاماتِ خیر، ص ۲۴۷)

مولانا رفیق احمد ایٹہ

آپ ضلع سہارنپور میں واقع ایٹہ کے رہنے والے تھے مدرسہ ہذا سے ۱۹۳۳ء میں فارغ ہوئے اور فراغت کے بعد مدرسہ ہذا میں ہی مدرس مقرر ہو گئے۔ بہت ہوشیار ذہین اور ہونہار تھے، اساتذہ کی خاص توجہات کا مرکز بنے ہوئے تھے، آپ گھر سے تنگ دست تھے، گھر والوں نے پڑھائی سے منع کر دیا، ترکِ تعلیم کی وجہ معلوم ہوئی تو مدرسہ کے معاون جناب سیٹھ سلیمان تیمول نے کہا کہ اِس بچے کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں خرچہ میں دونگا وہ اپنی تعلیم مکمل کرے۔ چنانچہ ماہانہ ۶/روپے وظیفہ اپنی جانب سے مقرر کر کے سیٹھ صاحب نے ثوابِ دارین حاصل کیا۔

اُس وقت کے ۶/روپے آج کے ۶/ہزار کے برابر تھے جو ایک طالب علم کے روزمرہ اخراجات کے لئے کافی ہیں۔

آنکھوں کو شغل گریہ ہمیشہ رہا عزیز
دریا کی ساری عمر روانی میں کٹ گئی

حضرت مولانا محبوب الٰہی عثمانی محدث دیوبندیؒ

(متوفی ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء)

سابق صدر المدرسین و شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب دیوبندی بن مولانا عبد المومن ، آپ حضرت شیخ الہند کے شاگرد ہونے کے ساتھ حقیقی بھانجے بھی تھے۔فراغت دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں ہوئی،مولانا مناظر احسن گیلانی آپ کے رفیقِ درس تھے اِسی سال ان کی بھی فراغت ہوئی، اسی سال حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے ایک انجمن قائم کی جس کا نام جمعیۃ الانصار رکھا،جس کو انجمن طلبۂ قدیم دیوبند بھی کہا جاسکتا ہے۔

تقرر برائے تدریس

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں ہوا آپ نے مدرسہ عبدالرب میں تقریباً ساٹھ ۶۰ سال حدیث کی غیر معمولی خدمت انجام دی،حضرت موصوف کو درس حدیث میں خاص ذوق حاصل تھا،اسی وجہ سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے دارالعلوم دیوبند کے اندر تدریسی فرائض کیلئے آپ سے درخواست کی تھی،لیکن مدرسہ عبدالرب کی انتظامی ضروریات کے پیش نظر مدرسہ عبدالرب میں ہی قیام کو ترجیح دی اور معذرت کردی۔

ع۔قدر گوہر شاہ داند یابداند جوہری

آپ کو حضرت شیخ الہند کی تحریک آزادی تحریک ریشمی رومال کے نشیب و فراز

قریب سے دیکھنے کا موقع بھی حاصل ہوا، اور ایک اعتبار سے اس میں شرکت بھی رہی۔

(دارالعلوم اور دیوبند کی تاریخی شخصیات)

آپ کے ایک شاگرد مولانا شیر محمد میواتی مدظلہ العالی امام وخطیب مسجد قطب مینار دہلی اپنے ایک مکتوب (جو راقم الحروف کو ارسال کیا گیا) میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے نیک نام اساتذہ میں ایک بڑے جید عالم باعمل مولانا مولوی محبوب الٰہی دیوبندی شیخ الحدیث وصدر مدرس ہیں، بڑے محدث، مفسر یکتائے روزگار ہستی باکمال وصاحب رُعب جلال ہیں، آپ کے قریب ہو کر بیٹھنے کی ہر کسی طالب علم کی ہمت نہ ہوتی، عبارت پڑھنے میں جب کسی طالب علم سے غلطی ہو جاتی اس کی خیر نہیں تھی، درس شروع کرنے سے قبل شرکائے درس طلبہ پر ایک نظر ڈالتے غیر حاضر طلبہ کے متعلق باز پرس کرتے اور جو طالب علم سبق شروع ہونے کے بعد آتا اس کا سخت نوٹس لیتے اور اس معاملہ میں آپ کے یہاں رعایت کا کوئی خانہ نہیں تھا، دورانِ درس بعض دفعہ کسی بھی طالب علم سے بتائی ہوئی بات پوچھ لیتے تاکہ طلبہ کا دماغ حاضر رہے، آپ سے ہم نے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھی، سبق پڑھانے کا طرز ایسا عمدہ اور دِل نشیں تھا کہ گھنٹہ ختم ہو جاتا مگر تھکاوٹ و اُکتاہٹ ذرا بھی محسوس نہ ہوتی''۔

(ماخوذ از مکتوب مولانا شیر محمد)

اوصافِ حمیدہ اور مدرسہ عبدالرب سے محبت

آپ کے صاحبزادے جناب منظور الٰہی عثمانی صاحب اپنے والد حضرت مولانا محبوب الٰہی کے بارے میں ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''مفتی عتیق الرحمن عثمانی جو والد صاحب سے عمر میں چھوٹے تھے بتا تے تھے کہ موصوف اتنے خوش الحان تھے کہ میں دعا کرتا تھا کہ محبوب الٰہی کا لہجہ مجھے نصیب ہوجائے، میں خود گواہ ہوں کہ جب فجر کی نماز آپ کے پیچھے پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو ایسا سماں بندھ جاتا کہ مقتدی محو ہوجاتے تھے۔ بطور استاد آپ کا سارا زمانہ از اول تا آخر دہلی کے سب سے قدیم مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ میں گزرا، وہاں مرحوم نے ۶۰ رسال تدریسی خدمات انجام دیں میرے علم میں کئی مواقع ایسے آئے کہ انہیں بہتر ملازمتوں کی پیش کش کی گئی ایک مرتبہ مدرسہ ڈابھیل گجرات کی صدر مدرسی اور دومرتبہ دارالعلوم کی ملازمت پیش کی گئی ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی خود گھر پر تشریف لائے، والد صاحب نے فرمایا: ''حضرت! میں نے آپ جیسے بزرگوں سے سیکھا ہے کہ جس گوشے میں پڑجاؤ، خاموشی سے دین کی خدمت کرتے رہو''

دوسری بار حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی (جو اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے) نے دارالعلوم آنے کی دعوت دی لیکن منع فرمادیا۔

(یادیں میرے اپنوں کی)

۱۹۵۹ء میں مولانا محمد شفیع صاحب کے سخت علیل ہوجانے کے بعد مدرسہ ہذا کی مجلسِ شوریٰ نے صدر مدرس وشیخ الحدیث نیز مہتمم آپ ہی کو طے کردیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ مدرسہ ہذا کے پیش روصدور وشیوخ کی روش پر چلتے ہوئے تعلیمی وتربیتی نظام میں کوئی کمی نہ آنے دی، بلکہ اپنے تئیں مزید بہتری کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے۔

چنانچہ روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

''مدرسہ عبدالرب ہملٹن روڈ دہلی کی مجلسِ شوریٰ اپنے اجلاس منعقدہ ۲۲ رشوال ۱۳۷۸ھ یکم مئی ۱۹۵۹ء میں طے کرچکی تھی کہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی طویل علالت اوران کی موجودہ معذوری کی وجہ سے مولانا محبوب الٰہی صاحب جو عرصہ سے مولانا موصوف کے معین و مددگار کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں، مدرسہ عبدالرب کے صدر مدرس قرار دیئے جائیں اور صدر مدرس کی حیثیت سے درس وتدریس اور انتظام سر انجام دیں، مدرسہ کی جو ذمہ داریاں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نبھایا کرتے تھے وہ مولانا محبوب الٰہی کے سپرد کی جائیں مولانا محمد رفیع صاحب اُن کے نائب ہوں گے۔ اب جبکہ مزید ایک سال گذر چکا ہے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی علالت اور پیرانہ سالی کے باعث اُن کی معذوری روز افزوں ہے اور کوئی توقع نہیں رہی کہ آئندہ مدرسہ کی کوئی بھی ذمہ داری سنبھال سکیں گے۔ مجلس ضروری سمجھتی ہے کہ وہ اپنی تجویزِ سابق کو قطعی

حیثیت دیدے تاکہ مولانا محبوب الٰہی صاحب متعلقہ فرائض بلاتردّد پوری ذمہ داری سے انجام دے سکیں''۔ (روئیداد اجلاس)

مدرسہ قومی نسواں کا مسئلہ

۱۹۵۹ء میں اہل محلہ گلی نعلبندان کشمیری گیٹ نے مدرسہ کی مجلسِ شوریٰ میں یہ تجویز رکھی کہ:

''قومی مدرسہ نسواں جو چھوٹا بازار میں چل رہا ہے اُسے مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب اپنے انتظام کے تحت لے لے اور مدرسہ عبدالرب کی عمارت میں اُسے منتقل کرلے''

اہل محلہ کی اس درخواست پر مجلسِ شوریٰ نے کافی تدبر وتفکر کے بعد نہایت خوش اُسلوبی اور معقول طریقے سے اِس تجویز کو نامنظور کردیا۔

۱۴/ اگست ۱۹۵۹ء کی روئیداد ملاحظہ ہو:

''بچیوں کی تعلیم سے متعلق مسلمانانِ گلی نعلبندان کشمیری گیٹ کی طرف سے محضر نامہ پیش ہوا مجلس نے اس پر کافی غور کیا، مجلس مسئلہ کی اہمیت کومحسوس کرتی ہے لیکن مدرسہ عبدالرب کے حالات کا یہ تقاضہ نہیں ہے کہ مدرسہ نسواں کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے سکے نیز مدرسہ کا ماحول اِس کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ مدرسہ کی عمارت میں مدرسہ نسواں منتقل کیا جائے، البتہ مجلسِ شوریٰ نے ذاتی طور پر اس مسئلہ میں ہر قسم کا تعاون دینے کا فیصلہ کیا ہے کہ حضرات مدرسہ نسواں کے اراکین اور مسلمانانِ محلہ

سے گفتگو کے بعد ایسی صورتیں طے کریں گے جن سے مدرسہ کی بقاء وتحفظ ہو سکے''۔ (روئیداد ۸/صفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۴/اگست ۱۹۵۹ء)

یہ واقعہ مولانا محبوب الٰہی کے دَورِ اہتمام میں پیش آیا تھا۔

یاد رہے کہ مذکورہ قومی مدرسہ نسواں ۱۶/نومبر ۱۹۵۶ء میں جناب بدرالدین انصاری صاحب متوفی ۱۹۸۶ء نے اہل محلہ کے تعاون سے قائم کیا تھا، آپ کے بعد آپ کے برادران جناب شہاب الدین انصاری اور جناب نجم الدین انصاری صاحبان اس کے ذمہ دار رہے، مدرسہ خوب ترقی پر گامزن رہا، اہل مدرسہ کی دعوت پر متعدد بار راقم بسلسلۂ امتحان حاضری دے چکا ہے۔

فی الحال گذشتہ کئی سالوں سے جناب غیاث الدین صاحب ولد نظام الدین مرحوم منتظم اعلیٰ ہیں۔لیکن اب پہلی جیسی بات نہیں رہی۔

مدرسہ میں رہائش

مولانا محبوب الٰہی صاحب مدرسہ میں تدریس کے ساتھ مسجد فخر الدین پل بنگش میں امامت کرتے اور وہیں رہائش تھی اِدھر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سخت علیل ہو گئے تھے جس کی وجہ سے تمام تر ذِمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر سوار ہو گئیں ،آپ رَسماً نہیں بلکہ اپنے پیش رو صدر مدرس مرحوم کی طرح یہ ذمہ داری کما حقہٗ انجام دینا چاہتے تھے مگر بال بچوں کی رہائش کا مسئلہ پیچیدہ تھا چنانچہ جولائی ۱۹۶۰ء میں آپ نے مجلسِ شوریٰ مدرسہ ہٰذا سے درخواست کی کہ رہائش کا انتظام کرادیا جائے تا کہ فارغ البالی کے ساتھ مدرسہ میں پورے طور پر رہ کر مدرسہ کے جملہ اُمور پر نظر رکھی جائے

مجلس نے مدرسہ کے مفاد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دفتر مدرسہ کے اوپر والا کمرہ مولانا کی رہائش کے لئے دے دیا لیکن آپ کی طبیعت نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ مدرسہ کی چیز سے یوں ہی فائدہ اُٹھایا جائے اپنی مرضی سے آپ نے ہر ماہ مدرسہ کو ۲۰ روپئے دینا طے کئے۔

کارروائی اجلاس مجلسِ شوریٰ ملاحظہ فرمائیں

''مولانا محبوب الٰہی صاحب اور اُن کے متعلقین کی رہائش کے لئے دُکانوں کی چھت پر کمرہ بنانے کے بجائے مجلس نے اجازت دی کہ سرِ دست موجودہ بالائی کمرہ میں جو خالی پڑا ہے اور مدرسہ کی ضروریات سے فاضل ہے، مولانا اور اُن کے متعلقین رہائش اختیار کرلیں، مجلس نے اجازت دی کہ حسبِ ضرورت چہاردیواری بنوالی جائے، مولانا محبوب الٰہی نے مدرسہ کے لئے ۲۰ روپئے امداد ماہانہ کی پیش کش کی جس کو مجلس نے منظور کیا''۔ (روئیداد اجلاس مجلسِ شوریٰ جولائی ۱۹۶۰ء)

چنانچہ آپ پورے طور پر مدرسہ میں رہائش پذیر ہو گئے دفتر مدرسہ کا بالائی کمرہ جو کبھی پہلے مہمان خانہ ہوا کرتا تھا آپ کو دیدیا گیا، آپ نے اپنے پیش رو اکابر صدور کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تعلیمی معیار کو بالکل بھی گرنے نہ دیا بلکہ مزید بہتری کی طرف مُساعی رہے۔

جناب منظور عثمانی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''یہاں یہ ذکر بھی بے جا نہ ہوگا کہ اپنی صدر مدرسی کے دور میں چار

مدارس۔ مدرسہ عبدالرب، مدرسہ حسین بخش، مدرسہ امینیہ، اور مدرسہ عالیہ فتحپوری کا مشترکہ بورڈ تشکیل دیا گیا سالانہ امتحان کیلئے پرچے بھی باہر بنتے اور جانچ ہونے بھی باہر جاتے، دوسال یہ پروگرام چلا، دونوں بار مدرسہ عبدالرب کا نتیجہ سب سے بہتر رہا''۔ (یادیں میرے اپنوں کی)

معاملات میں صفائی مومن کی پہچان

آپ کے حسن معاملہ کی چند مثالیں جناب منظور الٰہی عثمانی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''حسن معاملہ اور معاملہ داری میں آپ کا سلوک مثالی تھا، میں جب ۱۹۵۸ء میں دہلی میں ملازم ہوا تو ہمارے پاس اپنا ذاتی مکان نہیں تھا، مسجد فخرالدین پل بنگش میں ہی والد صاحب کے ساتھ قیام تھا ۱۰ر جون ۱۹۶۰ء میں جب میری شادی ہوگئی تو میں نے عرض کیا کہ یا تو میرے لئے مکان کا بندوبست ہو یا پھر دہلی سے باہر چلا جاؤں، دہلی میں اس وقت بھی مکان کا مسئلہ آج جیسا تھا وہی پگڑی وگڑی کا معاملہ، یہاں ''چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟'' چنانچہ والد صاحب نے مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ کی مجلس منتظمہ سے درخواست کی۔ اتفاق سے مدرسہ کا مہمان خانہ (وسیع ہال) (20x20) جو ۱۹۴۷ء کے بعد سے بے مصرف پڑا تھا ہمیں دے دیا، اور بیس روپے ماہوار کرایہ طے ہوا، جس میں بجلی شامل تھی والد صاحب کی طرف سے صرف دو بلب کی اجازت تھی ایک

ڈیڑھ سال بعد مجھے ایک سیکنڈ ہینڈ پنکھا دستیاب ہو گیا دوسرے دن گرمی کی بھری دوپہر میں جو اسکول سے لوٹتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ والد صاحب ہال کمرے کے باہر لائبریری کے سامنے تپتے ٹین کے سائبان کے نیچے لیٹے ہوئے تھے، میں گھبرا گیا جا کر وجہ دریافت کی تو مجھ سے ڈانٹ کر پوچھا تو نے پنکھا کس کی اجازت سے لگوایا؟ کیا تو بجلی کے پیسے مدرسہ کو دیتا ہے؟ میرے لئے اس کی ہوا کھانا حرام ہے۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ میں پنکھے کے نام سے کرایہ میں پانچ روپے کا اضافہ کئے دیتا ہوں تب جا کر اندر تشریف لائے یہ سچا متقی ہو سکتا ہے۔ (یادیں میرے اپنوں کی)

نیک والد کی سپوت اولاد کا معاملہ

قرآنِ مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دینداری صرف چند معروف احکام کو مان لینے کا نام نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ آدمی کے دِل میں خوفِ خدا تقویٰ پرہیز گاری آجائے اس کا پتہ معاملات میں برتنے سے لگتا ہے، ہمارے معاملات نہایت صاف ستھرے، شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہونے چاہئیں جس طرح ماضی میں ہمارے اسلاف کے معاملات تھے کہ اُن مسلمانوں کی شکل دیکھ کر لوگ اسلام قبول کر لیا کرتے یا کم از کم مسلمان اور اسلام مذہب سے مانوس ہو جاتے۔ لیکن آج اکثر مسلمانوں نے بد معاملگی کر کے اپنی شبیہ خراب کر لی، تجربہ شاہد ہے کہ مدارس و مساجد کی وقف جائیداد کے کرایہ دار جتنے مسلمان ملیں گے وہ عموماً اُن جائیدادوں کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں، کرایہ تک دینا گوارہ نہیں کرتے اور اگر دیتے بھی ہیں تو وقت پر نہیں دیتے۔ الا ماشاءاللہ

غیر مسلموں میں معاملات کے اعتبار سے اکثریت ایماندار اور مسلمانوں میں اکثریت بے ایمانوں کی ہے، لیکن ابھی کچھ اچھے لوگ اِس روئے زمین پر باقی ہیں جن کی بدولت یہ زمین و آسمان اپنی جگہ قائم ہیں انہی نیک بخت لوگوں میں سے مولانا محبوب الٰہی اور اُن کے صاحبزادے جناب الحاج منظور عثمانی صاحب ہیں۔

جس طرح مولانا محبوب الٰہی معاملہ داری میں بے غبار تھے بالکل اُسی کے مثل آپ کی اولاد بھی بے داغ ثابت ہوئی، مدرسہ کے دفتر کے اوپر مدرسہ کا جو مکان آپ کو کرائے کے طور پر دیا گیا تھا ۴۳ رسال کے بعد ۲۰۰۳ء میں آپ کی اولاد نے اُسے بخیر وعافیت مدرسہ کے حوالے کر دیا۔ یہ اس زمانے میں خداترس آدمی ہی کر سکتا ہے۔

خود منظور عثمانی کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''اکثر والد صاحب اُٹھتے بیٹھتے یاددَہانی کرایا کرتے تھے کہ

''یادرہے یہ مکان تیرا نہیں ہے مدرسہ کا ہے''

''شکر ہے والد مرحوم کی یہ ہدایت ہمیشہ پیشِ نظر رہی چنانچہ ۴۳ رسال کی رہائش کے بعد جب میں نے یہ مکان چھوڑا تو مکان کی چابی بغیر کچھ لئے دیئے مدرسہ کو سونپ دی، اس دوران ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ مجھے قبضہ دینے کے عوض لاکھوں روپئے پگڑی کے طور پر پیش کئے گئے لیکن مجھے ہر بار ایسا لگا کہ جیسے مجھے گالیاں دی جارہی ہوں ہر بار زبان سے یہی نکلتا کہ یہ مدرسہ کی امانت ہے اُسی کو دونگا''۔ (یادیں میرے اپنوں کی)

معاملہ داری کی ایک اور مثال

حضرت مولانا نے ایک مرتبہ مدرسہ سے کچھ رقم قرض کے طور پر لی، مدرسہ نے منظور کر کے قرض دیدیا آپ نے احتیاطاً اپنے صاحبزادے سے ضمانتی تحریر دِلوائی کہ ناگہانی حالات میں یہ قرض بیٹا ادا کریگا۔

روئیداد میں مذکور ہے

''حضرت مولانا محبوب الٰہی کی درخواست بابت قرض پیش ہوئی مولانا نے اپنے ذاتی غیر معمولی مشکلات کے پیشِ نظر مبلغ دو ہزار روپے قرض کی درخواست کی ہے، کم از کم مبلغ ۵۰/روپے ماہانہ ادا کرتے رہیں گے، اُس کی ذمہ داری مولانا کے صاحبزادے منظور الٰہی عثمانی ٹیچر شفیق میموریل اسکول نے بھی لی ہے، مجلس نے حضرت مولانا کی قدیم خدمات، تعلیمی جانفشانی، مدرسہ کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی اور تعمیر میں گرانقدر رقم فراہم کرنے کے لئے غیر معمولی توجہ وغیرہ کے پیشِ نظر مولانا کی یہ درخواست منظور کی''۔ (روئیداد ۱۴/ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲/فروری ۱۹۶۹ء)

منظور عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''بھائیوں کا کاروبار تقریباً ٹھپ ہوجانے کی وجہ سے دوبار مدرسہ سے قرض لینا پڑا، لیکن اس سے پہلے منتظمہ کو تحریری گارنٹی میرے دستخط سے دینا ضروری سمجھا کہ ناگہانی حالات کے تحت ادائیگی نہ ہوسکے تو میرا بیٹا منظور الٰہی یہ رقم ادا کرے گا۔ یاد رہے کہ والد صاحب اس وقت صدر مدرس

تھے اللہ اللہ احتیاط ! کہاں گئے ایسے محتاط اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے والے برگزیدہ لوگ''۔ (یادیں میرے اپنوں کی)

غرض یہ ہے کہ معاملات میں صفائی ہم مسلمانوں کی اولین پہچان ہے رسولِ اکرم ﷺ کو نبوت ملنے سے قبل ہی صادق اور امین سے پکارا جانے لگا تھا، اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ ﷺ معاملات میں کھرے اور اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے اور یہی تعلیم آپ نے امت کو دی۔

امامت وخطابت اور درسِ تفسیر کا سلسلہ

مولانا مرحوم نے سالہا سال تک دہلی کی مختلف مساجد میں درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا بھی سلسلہ جاری رکھا تھا، اور دینی تبلیغی اُمور میں مشغولیت کے علاوہ اِصلاحِ معاشرہ پر بھی پوری توجہ مرکوز تھی اور رُسوم و بدعات کے سلسلے میں جو اِصلاحی کارنامے انجام دیئے وہ دہلی کی تاریخ کا زرّیں باب ہے۔

چنانچہ مدرسہ ہذا میں تدریس کے ساتھ آپ مسجد فخر الدین واقع پل بنگش میں بعد نماز فجر تفسیر قرآن کا درس دیتے تھے جس میں وافر مقدار میں لوگ شریک ہوکر مستفیض ہوتے ، اس مسجد میں تفسیری سلسلہ آپ نے حاجی فخر الدین پٹنہ والے (جنھوں نے یہ مسجد بنوائی تھی اور مدرسہ عبدالرب دہلی کے خصوصی معاون ہونے علاوہ مولانا کے خاص معتقد تھے) کی درخواست پر شروع کیا تھا۔

آپ نے اسی مسجد میں برسہا برس امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔

آپ کے بعد بھی اس مسجد میں تفسیر کا سلسلہ اب تک جاری ہے، چنانچہ مدرسہ

عالیہ فتحپوری کے استاد حدیث حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب (امام شاہی عیدگاہ) نے یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رکھا، آج کل وہاں مدرسہ حسین بخش کے استاد حدیث مفتی محمد رفیق قاسمی میواتی (امام وخطیب مسجد داؤد والی، روئی منڈی، صدر بازار دہلی) تفسیر کا درس ہفتہ میں دو دن دیتے ہیں۔ آپ متعدد کتابوں کے مؤلف بھی ہیں

اہل اللہ کی استغنائیت

جناب منظور عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنے دادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار ایک نواب صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں اشرفیوں کا ایک توڑہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا میرے لئے دار العلوم کی تنخواہ کافی ہے (جو اُس وقت شاید ۱۳/روپئے کچھ آنے تھی) ہاں! دار العلوم کو چندے کے طور پر دیدو، اس پر نواب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو آپ کے لئے لایا ہوں، لیکن حضرت نانوتوی نے اُسے چھوا بھی نہیں، اپنے حجرے سے زنان خانے تشریف لے جانے کے لئے جو اپنی جوتیوں میں پیر رکھتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ جوتیوں میں اشرفیاں پڑی ہیں تو اپنے خدمت گار کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر حضرت نے فرمایا دیکھو یہ دُنیا ہے اس کے پیچھے بھاگو تو تم اس کے پیروں میں اور اگر اس کو ٹھوکر میں رکھو گے تو یہ تمہارے پیروں میں۔

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ والد صاحب نے سنایا کہ ایک بار حاجی فخر الدین احمد (جنہوں نے تنہا اپنے پیسے سے مسجد فخر الدین واقع پل بنگش تعمیر کرائی) میرے پاس آئے اور فرمایا مولانا صاحب میں آپ کے لئے ایک مکان بنوا رہا ہوں والد صاحب نے یہ کہہ کر پیش کش ٹھکرادی کہ اللہ کا شکر ہے میرا وسیع وعریض جدی مکان دیوبند میں موجود ہے، میرے لئے وہی کافی ہے''۔ (یادیں میرے اپنوں کی)

واقعی یہ حضرات اپنی مثال آپ تھے ان حضرات کی زندگی اسوۂ نبوی کے مطابق تھی، ان نفوسِ قدسیہ نے آخرت بنانے کے لئے اپنی دنیا خراب کردی اور ایک ہم ہیں کہ دنیا کے چکر میں اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔ **اللهم احفظنا منه**

وفات حسرتِ آیات

آپ کی وفات ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں آبائی وطن دیوبند میں بعمر ۸۵/سال ہوئی اور مزار قاسمی قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔

آپ کے صاحبزادگان: مقبول الٰہی (جن کا ۱۵/سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا)، مولانا حافظ افضال الٰہی اور جناب ماسٹر منظور الٰہی عثمانی نے خاصی عمر پائی۔

تعزیتی تجویز

آپ کی وفات پر جو تعزیتی تجویز منعقدہ اجلاس مجلس شوریٰ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں منظور کی گئی ملاحظہ ہو۔

''اجلاس ہٰذا حضرت مولانا محبوب الٰہیؒ کی وفات پر دلی رنج و الم

کا اظہار کرتا ہے۔ آپ کی وفات کو مدرسہ کے لئے نا قابل تلافی نقصان قرار دیتا ہے۔ اور موصوف کے جملہ پسماندگان سے ہمدردی بھی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے نصف صدی سے زائد اس مدرسہ کی تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیں۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ کی دلچسپیاں مدرسہ سے وابستہ رہیں۔ آپ نے جس طرح بھی ممکن ہوا مدرسہ کی امداد فراہمی کر کے کافی ذخیرہ مدرسہ کے لئے محفوظ کرا دیا۔

مجلس شوریٰ آپ کی مخلصانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب بلند فرمایئے''۔ آمین!

(روئیداد اجلاس مجلس شوریٰ ۱۳۹۱ھ)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

راقم نے قطعۂ تاریخِ وفات اس طرح کہی ہے

گئے چھوڑ کر ہم کو محبوب الٰہی		طریقِ علومِ شریعت کے راہی
گذاری عمر اِس مدرسہ میں ساری		رہا سلسلہ شغلِ علمی کا جاری
سنِ موت از با تحفظ شماری		ابھی روز تھا شب ہوئی ہم پہ طاری

آخری شعر کے پہلے مصرعہ میں ''باتحفظ شماری'' سے سن وفات ۱۳۹۱ھ ہے۔

آپ کے دور کے اساتذۂ کرام:

☆ حضرت مولانا محبوب الٰہی صدر مدرس
☆ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدرس
☆ حضرت مولانا قمرالدین گورکھپوری صاحب (مدرس ۱۳۷۹ھ تا ۱۳۸۶ھ
☆ حضرت مولانا محمد سعید دہلوی صاحب (مدرس)
☆ حضرت مولانا انیس الحسن صاحب (مدرس ۱۳۷۴ھ تا ۱۳۸۷ھ
☆ حضرت مولانا اسمٰعیل دیوبندی صاحب (مدرس ۱۳۸۷ھ)

حضرت مولانا انیس الحسن ہاشمی صاحب

مولانا انیس الحسن ہاشمی ولد منشی شوکت علی، آپ مولانا صبیح الحسن اختر ہاشمی کے بھائی ہیں۔ ابتدائی تعلیم دونوں بھائیوں نے مدرسہ عبدالرب میں حاصل کی بعدہٗ مولانا انیس الحسن صاحب دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور موقوف علیہ و دورۂ حدیث شریف کے دو سال دارالعلوم دیوبند میں مکمل کر کے فراغت حاصل کی۔

مدرسہ عبدالرب میں ۱۹۶۶ء میں تدریس کے لئے اعزازی طور پر تقرر ہوا، ۸/ماہ بعد مدرسہ کی طرف سے مشاہرہ طے ہوا، اور باقاعدہ مستقل مدرس طے ہوئے، یوں آپ ایک عرصہ تک سلسلۂ تدریس سے منسلک رہے، لیکن اسفار کی وجہ سے یہ سلسلہ ٹوٹ گیا، تاہم مدرسہ کی انتظامی خدمات میں برابر حصہ لیتے رہے اور ۱۹۷۶ء سے ۱۹۹۷ء تک مجلسِ شوریٰ کے رُکن رہے، اس درمیان حسب ضرورت نائب مہتمم بھی مقرر ہوئے۔

۲۰/جولائی ۲۰۱۵ء میں داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری

سابق استاد حدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

وشیخ الحدیث ثانی دارالعلوم دیوبند

یوں تو مدرسہ عبدالرب کو بڑے قابل اور ہونہار اساتذہ ملے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، ہم یہاں صرف ان مرکزی اور اہم شخصیات کا مختصر تذکرہ کررہے ہیں جن کے وجود سے مدرسہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی ملی انہیں عبقری ہستیوں میں علامہ وقت حضرت مولانا قمر الدین صاحب ولد حاجی بشیر الدین، ساکن قصبہ بڑہل گنج، ضلع گورکھپور، مشرقی یوپی ہیں۔

آپ ۲رفروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے، عربی کی ابتدائی ومتوسط درجات کی تعلیم مدرسہ حیات العلوم مبارکپور اور دارالعلوم مئو میں حاصل کی زمانہ طالبعلمی کے چار سال دارالعلوم دیوبند میں گزارے، یہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ ابراہیم بلیاوی جیسے یگانہ آفاق ہستیوں سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا، ۱۹۵۷ء میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے خوش اخلاقی وخدمت گزاری اور علمی استعداد کی وجہ سے اساتذہ کرام کے منظور نظر تھے، دارالعلوم کے صدر مدرس علامہ ابراہیم بلیاوی نے آپ کو فراغت کے بعد معین مدرس مقرر کردیا تھا۔

مدرسہ عبدالرب میں وجہ تقرری

یہ گوہر نایاب حضرت مولانا محمد رفیع صاحب نے حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی

صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند سے مانگا تھا، اس وقت حضرت مولانا محمد شفیع مرض الوفات کے دور سے گزر رہے تھے اور مولانا محمد رفیع اکثر اپنے والد صاحب کی خدمت میں لگے رہتے تو اسباق ناغہ ہوجاتے تھے مولانا محمد رفیع صاحب کو طلبہ کا یہ تعلیمی نقصان گراں گزرا، جس کی وجہ سے ایک ماہر صلاحیت منداستاد کی ضرورت محسوس فرمائی تب حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی نے مولانا محمد رفیع صاحب کی درخواست پر حضرت علامہ موصوف کو مدرسہ عبدالرب میں یہ کہہ کر بھیجا کہ ایسا مدرس بھیج رہا ہوں جو ہر کتاب پڑھانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، آپ اس وقت دارالعلوم میں معین مدرس تھے۔

آپ کی قابل قدر خدمات

حضرت علامہ قمرالدین صاحب نے ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء سے ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء تک کا زمانہ مدرسہ عبدالرب میں تدریسی خدمت انجام دیتے گزارا، یہ علامہ کی نوجوانی کا زمانہ تھا، تدریس کے علاوہ دہلی کے کم علم لوگ بھی آپ سے سیراب ہوتے تھے۔ چنانچہ بارہ دری میں تفسیرِ قرآن کا درس ہوتا تھا نیز جامع مسجد کے علاقے میں مسجد حوض والی کے اندر آپ نماز جمعہ سے قبل بیان کرتے، اور جمعہ کی رات کو اسی مسجد میں بخاری شریف کا درس دیتے، جب کہ مسجد انبیاء والی میں آپ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے، آپ کے ہفتہ واری درس بخاری اور ترجمہ قرآن سننے والوں کی تعداد کافی ہوتی تھی عوامی حلقے میں آپ کی چھاپ تھی چنانچہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور علمی عملی کمالات سے متاثر ہوکر لوگوں کو آپ سے بے انتہا عقیدت ہوگئی تھی اسی محبت کے نتیجے میں لوگوں نے آپ کے لئے ایک رہائشی

مکان کا بھی انتظام کیا۔

۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں اللہ نے آپ کو حج بیت اللہ سے بھی سرفراز فرمایا۔آپ نے مدرسہ عبدالرب میں معقول ومنقول کی تقریباً تمام ہی کتابوں کا درس دیا ہے دورۂ حدیث میں نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف کا درس آپ سے متعلق رہا۔

آپ کے شاگرد رشید مولانا شیر محمد میواتی امام وخطیب مسجد قطب مینار دہلی اپنے ایک مکتوب (جو راقم الحروف کو ارسال کیا گیا) میں تحریر فرماتے ہیں:

''مدرسہ عبدالرب میں مولانا مولوی قمرالدین صاحب میرے استاذِ شفیق تھے، سننِ نسائی اور ابن ماجہ کا درس آنجناب سے ہی وابستہ تھا، بہت بے تکلف اور سادہ مزاج، مگر علم وعمل کے نواب تھے، تعلیم کے ساتھ تربیت پر خاص نظر رکھتے عموماً پیار ومحبت سے سمجھاتے اور کبھی سخت لب ولہجہ بھی اختیار فرما لیتے، آپ کا درس اولیاء اللہ کے تذکرے سے بھی معمور رہتا، آپ بالکل نوجوان تھے مگر متانت بردباری سے عمر رسیدہ صاحب نسبت بزرگ معلوم ہوتے تھے، آپ کی باتیں سن کر دِل پر رقت طاری ہو جاتی، مدرسہ میں ۸/یا ۹/کتابوں کا سبق پڑھانے کے ساتھ علاقہ کوچہ چیلان کی مسجد انبیاء والی میں امامت کے فرائض انجام دیتے، اسی مسجد میں جمعہ کے دن شام کو بخاری شریف کا عام درس دیتے، جس میں عوام سمیت اطراف کے ائمہ کرام اور علماء عظام کثرت سے شرکت کرتے، آپ کا یہ درس عوام وخواص کے تمام ہی حلقوں میں یکساں طور پر مقبول تھا۔

بعد درس بعض الناس سوال بھی کر لیتے ، آپ ہر سوال کا مدلل مکمل اور مسکت جواب مرحمت فرماتے کہ دل مطمئن ہوجاتا، اس وقت کی صورتِ حال کے اعتبار سے یہ درس بڑی اہمیت وافادیت کا حامل اور ہماری تسکین وتثبیت کا باعث بنا، اسی مسجد کے قریب بارہ دری میں ہر روز بعد نمازِ فجر تفسیرِ قرآن کا درس ہوتا۔

مدرسہ میں آپ کی مشغولی کا یہ عالم تھا کہ مقررہ وقت میں تشریف لاتے ہی فوراً اسباق میں لگ جاتے ، اپنا کوئی گھنٹہ خالی نہیں رکھتے تھے، گاہے مزاح بھی فرماتے ، ایک بار آنجناب نے سبق سے متعلق ہم سے کوئی بات معلوم کرلی، ہم ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے، آپ نے فرمایا اب وحی آنے والی نہیں ، وحی کا سلسلہ تو بند ہو چکا ، محنت کرتے نہیں اب بغلیں جھانک رہے ہیں۔

آپ واقعی بڑے استاذ کے بڑے شاگرد تھے ہم طلبہ جن سنن ومستحبات کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں آپ ان کے ترک پر برملا نکیر فرمادیتے، حدیث شریف کا ترجمہ تشریح کرتے ہوئے فقہی مذاہب کو اس طرح مدلل طریقے سے بیان کرتے کہ وہ ذہن نشیں ہوجاتا، جب اس زمانے کا تصور کرتا ہوں، تو گویا سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔'' (مکتوب مولانا شیر محمد میواتی)

آپ کی دارالعلوم واپسی

آپ حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند کے تلمیذِ

رشید ہونے کے علاوہ خادمِ خاص بھی رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اُستاذِ محترم کی پسند آپ کی اوّلین ترجیح ہوتی کسی حکم سے سرِ موانحراف نہ کرتے ، دہلی میں اللہ نے آپ کو ہر طرح کی آرائش و آسائش عطا فرما دی تھی لیکن اُستاذِ محترم کا حکم آتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دیوبند تشریف لے گئے ، آپ مدرسہ عبدالرب میں ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء تک رہے۔

روئیداد میں ہے:

''مولوی قمر الدین صاحب مدرس مدرسہ عبد الرب جن کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں بسلسلۂ تدریس ہو چکا ہے، آں موصوف کے استعفاء سے جو خالی جگہ ہوئی ہے اس سلسلہ میں متعدد درخواستیں پیش ہوئیں، مجلس میں سب پر غور کیا، مجلس نے مولوی قمر الدین کی جگہ پر مولوی محمد اسماعیل قاسمی دیوبندی کا تقرر منظور کیا ہے۔

(روئیداد ۱۹ر شوال ۱۳۸۶ھ یکم فروری ۱۹۶۷ء)

ع۔ پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

الحمد للہ آپ کا شمار دارالعلوم دیوبند میں صف علیا کے اساتذہ میں ہوتا ہے اور ایک طویل عرصہ سے مسلم شریف وغیرہ کتابوں کا درس دیتے رہے ، احقر نے ۱۴۲۰ھ میں آپ سے مسلم شریف جلد ثانی اور سنن نسائی پڑھی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۶ء میں حضرت مولانا عبدالحق اعظمی شیخ الحدیث ثانی کے وصال کے بعد مجلس شوریٰ دارالعلوم نے آپ کو شیخ الحدیث ثانی کے مبارک منصب پر فائز کر دیا، اب آپ

بخاری جلد ثانی بھی پڑھاتے ہیں، آپ کو الحمد للہ حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی سے خلافت واجازت بھی حاصل ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور علم میں مزید برکت نصیب فرمائے، اور آپ کی سرپرستی کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

مولانا محمد اسماعیل عبدالحق مدنیؒ

حضرت مولانا محمد اسماعیل ولد مولانا عبدالحق مدنی علیہ الرحمہ نے مدرسہ عبدالرب میں تقریباً تین ماہ تدریسی فرائض انجام دیئے، آپ کی ولادت ۲۷/رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں مولانا عبدالحق مدنیؒ مہتمم جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کے یہاں مرادآباد ہی میں ہوئی، ابتداء سے موقوف علیہ تک کی تعلیم مدرسہ شاہی میں ہوئی اور دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے پڑھا، حسنِ اتفاق کہ آپ کے والد بھی حضرت مدنی کے شاگرد تھے، فراغت کے بعد ۱۳۷۲ء میں تدریسی سلسلے کا آغاز والد صاحب کے زیر اہتمام مدرسہ شاہی سے کیا، لیکن ۲، ۳/سال بعد والد صاحب کا وصال ہوگیا تو آپ کا پھر وہاں زیادہ دنوں تک قیام نہ رہ سکا۔

مرادآباد سے ترکِ تعلق کر کے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کے حکم پر دارالعلوم دیوبند کی سفارت کی ذمہ داری قبول کی، بعد میں آپ شعبۂ تنظیم وترقی کے مبلغ بنے، اس طرح دارالعلوم میں آپ کی خدمت کا زمانہ ۲۳/سال پر محیط ہے، مگر آپ کو سلسلۂ تدریس منقطع ہوجانے کا ہمیشہ قلق رہتا، طبیعت میں اُداسی اور وحشت چھائی رہتی اور کیوں نہ ہوتی آخر شفیق والد نے آپ کی تعلیم وتربیت میں بہت محنت کی، نیک

اُمیدیں وابستہ رہیں اور مسندِ تدریس پر بٹھا کر مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ مولانا محمد اسماعیل مدنی دوبارہ اس سلسلے میں منسلک ہونے کی سعی کرتے رہے حسنِ اتفاق کہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں حضرت حکیم الاسلام کی دعوت پر حضرت علامہ قمرالدین صاحب، مدرسہ عبدالرب سے دارالعلوم دیوبند بحیثیت مدرس تشریف لے آئے، حضرت علامہ کی جگہ پر آپ کا تقرر ہوگیا، آپ مسند تدریس پر دوبارہ فائز ہوکر تدریس میں مشغول ہوگئے، یہاں حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب صدر مدرس تھے جو آپ کے خالو اور سسر بھی تھے، آپ کی عمدہ صلاحیت اور حسنِ کارکردگی کے باعث بڑی توقیر و عزت ہوئی۔

حضرت مولانا محبوب الٰہیؒ کے صاحبزادے یعنی آپ کے برادرِ نسبتی جناب منظور الٰہی عثمانی نے اپنی کتاب ''یادیں میرے اپنوں کی'' میں آپ کو اس طرح یاد کیا:

''جب اُسے (مولانا اسماعیل) تدریس کا موقع ملا اس کی کارکردگی نہ صرف سودبخش رہی بلکہ تحسین کا باعث بھی بنی، مجھے یاد ہے کہ شروع میں چند دنوں کے لئے اس نے مدرسہ عبدالرب دہلی میں اعزازی طور پر کچھ کتابیں پڑھائیں، والد صاحب اس وقت وہاں صدر مدرس و شیخ الحدیث تھے، ان کا تأثر یہ تھا ''میری اُمید سے کہیں زیادہ اس کی استعداد ہے'' یہ رائے کسی اور کی نہیں بلکہ ایک نامور و مستند عالمِ دین کی تھی''۔

(یادیں میرے اپنوں کی، ص:۹۰)

بہر حال مولانا محمد اسماعیل مدنی نے مدرسہ عبد الرب میں وہی کتابیں پڑھائیں جو علامہ قمرالدین صاحب پڑھاتے تھے، اس میں سنن نسائی اور ابن ماجہ بھی

شامل تھی، لیکن تین ماہ بھی مکمل نہ ہونے پائے تھے کہ آپ مدرسہ چھوڑ کر دوبارہ دارالعلوم دیوبند کے سفارتی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

دو سال بعد تقریباً ۱۹۷۰ء میں حضرت حکیم الاسلام کے حکم سے شعبۂ تنظیم و ترقی کے مبلغ مقرر ہو گئے، قضیۂ نامرضیہ پیش آنے کے بعد آپ دارالعلوم سے علاحدہ ہو گئے اور مدرسہ تعلیم الاسلام آنند گجرات میں دو سال تدریسی خدمت انجام دی، پھر جامعہ رحیمیہ مہدیان میں تشریف لے آئے، یہاں دس سال درسِ نظامی کے بڑے مدرس رہے، اُس کے بعد حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ نے اپنے ہاں جامعہ محمودیہ میرٹھ میں بلا لیا، وہاں بھی دس سال بسلسلۂ تدریس وابستہ رہے۔

آپ بے شمار محاسن ومحامد کے حامل تھے، اول حضرت شیخ الاسلام سے بیعت ہوئے، پھر حضرت حکیم الاسلام سے اور اخیر میں حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے، اور خلافت بھی حضرت مفتی صاحب ہی سے حاصل ہوئی، مدینہ طیبہ میں آپ کا اپنا جدی مکان ہے، آپ کے بڑے صاحبزادے محترم جناب محمد انس مدنی صاحب ہیں، موصوف نے عصری تعلیم بی۔کام تک حاصل کی ہے، ۱۵ر سال راجیہ سبھا میں ملازم رہے، ۲۰۰۰ء میں ملازمت سے مستعفی ہو کر دیوبند میں کاروبار شروع کر دیا تھا، ۲۰۱۳ء میں والد مرحوم کے حکم پر مدینہ منورہ منتقل ہو گئے، اس وقت سے وہیں مقیم ہیں، باقی اولاد دیوبند میں رہتی ہیں۔ سبھی کا مدرسہ عبدالرب سے آج بھی روحانی تعلق ہے۔

مولانا اسماعیلؒ کی وفات ۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۴ر اکتوبر ۲۰۱۴ء کو ہوئی، اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد رفیع محدث دیو بندیؒ

(متوفی ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء)

سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دیوبندی، آپ سابق شیخ الحدیث اور صدر مدرس مولانا محمد شفیع دیوبندی کے صاحب زادے اور حضرت شیخ الہند کے نواسے ہیں۔

علامہ کشمیریؒ سے شرفِ تلمذ

آپ نے بخاری شریف دارالعلوم میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے پڑھی کیونکہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ء ماہ اگست میں حضرت شیخ الہند عازم حج ہوئے، حج سے فراغت کے بعد تحریکِ انقلاب کے مقاصد میں مصروف رہتے ہوئے گرفتار ہو گئے، شریف مکہ نے آپ کو جدہ پہونچا دیا وہاں سے انگریز مصر لے گئے، پھر مالٹا کی اسارت ہو گئی تھی، مالٹا کی جیل میں آپ تین برس ۷ ماہ رہ کر ۸/جون ۱۹۲۰ء مطابق ۲۰/رمضان ۱۳۳۸ھ میں رہا ہوئے، جس کی وجہ سے دورۂ حدیث حضرت شیخ الہند سے نہ پڑھ سکے۔ دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ مولانا بدرِعالم میرٹھی آپ کے رُفقاءِ درس میں سے ہیں۔

مدرسہ عبدالرب میں آمد

جب مولانا عبدالعلی محدث میرٹھی ثم دہلوی پر فالج کا اثر ہوا اور زیادہ بیمار رہنے لگے تو مدرسہ میں ایک مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی جس کے باعث مولانا محمد

شفیع نے اپنے صاحبزادے مولانا محمد رفیع کو مدرسہ ہذا میں تدریسی خدمت کی انجام دہی کے لئے بلالیا آپ کا تقرر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں ہوا۔

آپ بڑے ہی ہونہار، ذکی، ذہین اور عمدہ صلاحیت کے حامل تھے۔ آپ نے اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عبدالرب میں تدریسی خدمت شروع کردی، آپ نہایت متواضع قناعت پسند اور انتہائی صابر وشاکر تھے، آپ کی زندگی عجیب تھی، اپنی سادگی کی وجہ سے گمنامی کی زندگی گزاری۔

مولانا عبدالعلی کی صدارت کے زمانہ میں ابتدائی درجات کی کتب پڑھاتے رہے پھر مولانا محمد شفیع کے عہد صدارت میں درمیانی درجات کی کتب کی تدریس حصہ میں آئی اور مولانا محبوب الٰہی کے عہد صدارت میں موقوف علیہ اور دورہ کی اکثر کتابوں کے اسباق آپ سے وابستہ ہوئے۔

۱۹۷۱ء میں جب مولانا محبوب الٰہی صاحب کا وصال ہوگیا تو آپ کو صدرالمدرسین وشیخ الحدیث کا منصب دیدیا گیا اور جن امور کی ذمہ داری مولانا محبوب الٰہی نبھاتے تھے وہ سب ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آگئیں۔

چنانچہ روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

"طے کیا گیا کہ حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب صدرالمدرسین کی وفات کے بعد اُن کے نائب مولانا محمد رفیع صاحب کو منصب صدارت سپرد کیا جائے، مولانا محمد رفیع صاحب، مولانا محبوب الٰہی کی جگہ بینک کے کاغذات اور چیک بُک وغیرہ پر دستخط کریں گے اور رقم برآمد کرنے کے لئے

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی صدر مجلسِ شوریٰ کے دستخط کے ساتھ دوسرے دستخط مولانا محمد رفیع صاحب کے ہوا کریں گے، اس تحریر کی نقل بینک کو بھیج دی جائے''۔

(روئیداد اجلاس مجلس ۲۹ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۲ر اگست ۱۹۷۱ء)

آپ اپنے والد مولانا محمد شفیع صاحب کا پرتو ہونے میں **الولد سر لابیه** کے حقیقی مصداق تھے۔ نہایت بالغ نظر اور صاحب تدبیر مدرس و منتظم تھے۔ آپ کو مدرسہ کا مہتمم بھی بنایا گیا۔ آپ کی صدارت و اہتمام کا دور بھی سابق پیش روشیوخ و صدور کی روش پر اپنی قدیم شان کے ساتھ عروج کو پہنچا ہوا تھا۔

آپ کے ایک شاگرد مولانا شیر محمد میواتی امام وخطیب مسجد قطب مینار دہلی اپنے ایک مکتوب (جوراقم الحروف کوارسال کیا گیا) میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا مولوی محمد رفیع صاحب نے ہمیں مسلم شریف اور ابوداؤد وغیرہ کتابیں پڑھائیں، صوفی مزاج، متقی پرہیزگار اور بڑے اللہ والے تھے، آپ کی نظریں ہمیشہ سامنے اور نیچی رہتیں، حیاء، حلم اور علم کے پیکر بے انتہا خلیق تھے، ہر وقت ذِکر وفکر میں ڈوبے ہوئے معلوم ہوتے تھے، آپ شیخ الہند کے نواسے تھے، آپ کے والد نے بھی اپنی ساری زندگی اسی مدرسہ میں دینی خدمت کرتے گذار دی، ہم کبھی خالی وقت آپ کے پاس بیٹھ جاتے تو خاص قسم کی روحانیت محسوس ہوتی، بوقت ضرورت گفتگو فرماتے ورنہ خاموش رہتے، مدرسہ کی چہار دیواری میں ہی قیام رہتا، طلبہ آپ کا

بہت احترام کرتے اور دِل وجان سے آپ کی خدمت اور اطاعت کرتے،
جس وقت میرا قیام مدرسہ میں رہا تو ہم مسجد میں بعد مغرب وعشاء تکرار کے
دوران مشکل مقامات آپ ہی سے حل کراتے یہ ہماری نیک بختی ہے کہ
آپ جیسے جبل العلم والحلم سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا''۔

(ماخوذ از مکتوب مولانا شیر محمد میواتی)

مدرسہ عبدالرب پر بڑا حادثہ

مدرسہ عبدالرب، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور اُن کے ہونہار تلامذہ مولانا عبد العلی محدث دہلوی بعد ازاں حضرت شیخ الہند ومولانا عبدالعلی کے تربیت یافتہ حضرت مولانا محمد شفیع، مولانا محبوب الٰہی اور مولانا محمد رفیع جیسے جبال العلم سے معمور تھا۔

اس مبارک سلسلے کی آخری کڑی مولانا محمد رفیع تھے۔ بالآخر ان کی خدمات سے بھی مدرسہ محروم ہوگیا۔ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں آپ پر فالج کا اثر پڑا، جس کے باعث آپ صاحبِ فراش ہوکر نقل وحرکت سے بالکل معذور ہوگئے وطنِ مالوف دیوبند لے جایا گیا اور تا زیست وہیں رہے۔ یہ حادثہ جہاں آپ کے لئے بڑی آزمائش وامتحان تھا کیونکہ آپ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں بلکہ چار بیٹیاں تھیں، وہیں مدرسہ پر قیامت صغریٰ بن کر ٹوٹا کیونکہ آپ نے پیش رو خدام کی طرح مدرسہ کے ساتھ وفاداری اور کفایت شعاری کا جو ثبوت دیا تھا اُس کی مثال بعد میں نہیں ملتی۔

مجلسِ شوریٰ کی ہمدردی

ایسے حالات میں مدرسہ کی مجلس شوریٰ نے مولانا کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور

گذراوقات کے لئے کچھ ماہانہ وظیفہ طے کیا جیسا کہ مندرجہ ذیل روئیداد میں مذکور ہے۔

روئیداد اجلاس مجلس شوریٰ ۱۴۰۰ھ ملاحظہ ہو:

''صدر مدرسین جناب مولانا محمد رفیع صاحب کے سلسلہ میں ان کی خدمات اور یکسوئی کے ساتھ پوری زندگی مدرسہ کی خدمت کرنے نیز کوئی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کی معذوری اور مجبوری کو مدِّنظر رکھتے ہوئے مجلس شوریٰ نے خصوصی معاملہ تصور کرتے ہوئے یکم شوال ۱۴۰۰ھ سے تاحیات مبلغ ۴۰۰ روپے وظیفہ دینے کا فیصلہ کیا۔ نگراں مدرسہ، حضرت مولانا سے دیوبند جاکر اس کی بطریق احسن اطلاع دیں گے۔ اور رضا اور رغبت کے ساتھ ان کی منظوری حاصل کرکے مجلس شوریٰ کو مطلع کردیں گے''۔

(روئیداد اجلاس مجلس شوریٰ ۱۴۰۰ھ)

آپ کی طبیعت روز بروز رُو بہ زوال ہورہی تھی آپ سے متعلق جو اسباق تھے وہ دیگر اساتذہ میں تقسیم کردیئے گئے البتہ بخاری شریف حضرت مفتی عبدالرحمن صدر مفتی و مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی خارج اوقات میں پڑھانے تشریف لاتے تھے۔

انتقالِ پُرملال

آپ کا زمانۂ علالت چارسال رہا، بالآخر ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء مارچ میں دیوبند میں ہی انتقال ہوگیا، اور مزارقاسمی جہاں اکابردارالعلوم دیوبند مدفون ہیں وہیں آپ بھی آرام فرماہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائے آمین۔

کیا لوگ تھے جوراہ وفا سے گزر گئے

جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتا چلوں

آپ کے نواسے جناب بھائی افسر سعید دیو بندی جو دیو بند میں کتابوں کی تجارت کرتے ہیں اُن کا کتب خانہ "دینی کتاب گھر" کے نام سے موسوم ہے، انتہائی ملنسار اور خلیق انسان ہیں۔

تجویزِ تعزیت

مدرسہ عبدالرب کے صدر مدرس و مہتمم مولانا محمد رفیع دیو بندی جو چار سال سے سخت علیل تھے اور اپنے وطن دیو بند میں ہی قیام پذیر تھے، اُن کے انتقال کا علم ہوا، افسوس کی انتہا نہ رہی اس سانحہ سے مدرسہ کا جو نقصان ہوا اُس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، قحط الرجال کے دور میں آپ کا وجود بہت غنیمت تھا، آپ نے اپنے والد ماجد مولانا محمد شفیع کی طرح مدرسہ کے ساتھ سچی وفاداری کا ثبوت پیش کیا۔

شرکاءِ اجلاس مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت خاصہ میں جگہ نصیب فرمائے اور مدرسہ کے لئے آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (روئیداد اجلاس مجلسِ شوریٰ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء)

قطعۂ تاریخِ وفات

رفیع الشان اسمِ با مسمیٰ		تھا نورِ علم و حکمت سے مجلیٰ
روایاتِ اکابر کا تھا شیدا		جو لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے پیدا

ظفر تقوے میں بھی تھا وہ نرالا		چراغِ رب سے تھا ہر سو اُجالا

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''چراغِ رب'' سے سن وفات ۱۴۰۳ھ ہے۔

آپ کے زمانہ کے اساتذۂ کرام:

☆ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب صدر مدرس

☆ حضرت مولانا محمد سعید دہلوی صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا محمد اسحاق میواتی صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا قاری محمد عمر میواتی صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا محمد قمرالدین غازی آبادی صاحب (مدرس ۱۴۰۱ھ تا ۱۴۱۳ھ

☆ حضرت مولانا محمد عمر حیدر آبادی صاحب ناظم کتب خانہ ۱۳۹۱ھ

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیئے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا
محشر بدایونی

حضرت مولانا محمد سعید صاحب دہلوی

سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

متوفی ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء

حضرت مولانا محمد سعید ولد مولانا قاضی محمد ابراہیم بھی ان سعید نیک بخت لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مدرسہ عبدالرب دہلی میں ایک طویل مدت تک تدریسی خدمت انجام دی ہیں آپ کوچہ چیلان دہلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد مولانا قاضی محمد ابراہیم صاحب دہلوی متوفی ۱۹۸۹ء۔ مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ کے شاگردِ رشید تھے، مدرسہ امینیہ سے فارغ ہوئے، مسجد فتحپوری سے پرانی دہلی ریلوے اسٹیشن کی طرف چلتے ہوئے عیسائی چرچ سے پہلے بائیں ہاتھ پر مسجد جانثار میں امامت کرتے، ساری زندگی دین کی خدمت اور مجاہدے میں گذار دی ،قرول باغ میں مسجد سنگ تراشان پر کبھی سکھوں کا قبضہ تھا مولانا نے اس کے واگذار کرانے میں بڑی محنت و جانفشانی کی ، بالآخر فتح یاب ہوئے اور اُس میں نماز شروع ہوئی۔

مدرسہ عبدالرب سے فراغت

آپ کی فراغت مدرسہ عبدالرب دہلی سے ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا محمد شفیع محدث دیوبندی ، مولانا محبوب الٰہی محدث دیوبندی، مولانا مظہر اللہ سنبھلی اور مولانا محمد رفیع محدث دیوبندی، خاص طور پر قابل ذِکر

ہیں، بخاری شریف آپ نے مولانا محمد شفیع محدث دیوبندی سے پڑھی۔

مدرسہ عبدالرب میں عارضی تقرری

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا عارضی تقرر ماہ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ مطابق جنوری ۱۹۵۹ء میں ہوا۔

اور ۲۳ر ستمبر ۱۹۶۲ء کی روئیداد سے معلوم ہوا کہ آپ کو مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن (رُکنِ مجلس) کی جگہ پر مجلس کا رُکن بھی مقرر کیا گیا۔

چنانچہ روئیداد دفعہ نمبر ۳ میں ہے:

''مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب کی وفات سے خالی جگہ کے لئے مولانا محمد سعید صاحب کا نام تجویز کیا گیا جو بالاتفاق منظور ہوا''۔ (روئیداد ستمبر ۱۹۶۲ء)

۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں جب حضرت علامہ مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری سابق استاذ مدرسہ ہذا حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو اپنی تدریسی نیابت کیلئے مولانا سعید صاحب کو ہی قائم مقام بنایا۔ آپ نے اس وقت ذی القعدہ ذی الحجہ محرم تین ماہ خارجی اوقات میں تدریسی اضافی خدمت بھی انجام دی تھی۔

روئیداد میں لکھا ہے:

''مولانا محمد سعید صاحب مدرس جو مولوی قمر الدین صاحب کی عدم موجودگی میں کام کر رہے ہیں اُن کے لئے مبلغ ۵۰ روپئے منظور کئے گئے''۔ (روئیداد ۲۷/اکتوبر ۱۹۶۳ء)

اس کے بعد آپ کا سلسلہ تدریس کسی گھریلو مجبوری کے باعث دو سال تک موقوف رہا۔

مستقل تقرری اور خدمات

شوال ١٣٨٦ھ مطابق ١٩٦٧ء میں حضرت علامہ قمر الدین صاحب کو دار العلوم دیوبند میں بلا لیا گیا تو مولانا محبوب الٰہی صدر مدرس کی رائے پر مجلس شوریٰ نے مولانا محمد سعیدؒ کو بلا کر مستقل تقرر منظور فرمالیا کیونکہ آپؒ کی دِلی تمنا و کوشش تھی کہ سلسلۂ تدریس سے ہمیشہ وابستگی رہے اس کے علاوہ قبل ازیں چھ سالہ کارکردگی بھی اطمینان بخش رہی تھی۔

روئیداد کارروائی اجلاس ١٣٨٦ھ مطابق ١٩٦٧ء ملاحظہ ہو۔

> ''اس سال اسباق کی جو صورت حال ہے اس کے صحیح انتظام کے لئے مجلس نے مزید ایک مدرس کا اضافہ منظور کیا ہے اور اس جگہ پر مولوی محمد سعید صاحب کا مستقل تقرر بمشاہرہ مبلغ ٦٠ روپے کیا گیا۔ جو اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ اور یہاں پہلے بھی تدریس کی خدمت انجام دے چکے ہیں''۔ (روئیداد ١٩٦٧ء)

آپ کا سلسلۂ تدریس بڑی آب و تاب کے ساتھ جاری رہا۔ ابتدا میں آپ درمیانی درجات کی کتب پڑھاتے رہے، صدر مدرس مولانا محبوب الٰہی کا ١٣٩١ھ مطابق ١٩٧١ء میں وصال ہوگیا تو موقوف علیہ اور دورۂ حدیث شریف کی بعض کتابیں بھی زیر تدریس آگئیں اور منصب صدارت و شیخ الحدیث پر مولانا محمد رفیعؒ فائز ہوگئے

پھر جب مولانا محمد رفیع صاحب بھی ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں رحلت فرما گئے تو پھر ۲/سال بعد شیخ الحدیث وصدارت کی اہم ذمہ داری آپ کے اوپر آ گئی اور آپ نے اس ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔

آپ اراکین شوریٰ اور انتظامیہ کا بہت احترام کرتے تھے ہر معاملہ ان سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کرتے تھے۔

آپ مسجد کٹرہ نظام الملک یعنی مسجد مولانا احمد سعید سحبان الہند مچھلی والان جامع مسجد میں زمانہ طالب علمی سے ۲۵-۲۰ سال تک امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اسی مسجد میں مولانا عبد الرب دہلوی اور مولانا محمد ادریس اور مولانا عبد الرحمٰن راسخ دہلوی اور مولانا احمد سعید دہلوی یکے بعد دیگر نے وعظ فرمایا۔

لیکن ۱۹۸۰ء کے قریب مسجد مذکور سے علاحدہ ہوکر مسجد ہرے بھرے شاہ میں جو شاہی جامع مسجد کے صدر دروازہ سے اُترتے ہی نیچے مینا بازار میں واقع ہے امامت کرنے لگے اور تادم زیست وہیں رہے۔

حج بیت اللہ میں انتقال

آپ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں زیارت بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں منیٰ میں رمی جمار کرتے ہوئے شدّتِ گرمی کی تاب نہ لا کر وصال فرمایا۔

خوشا قسمت ترے کوچے میں میری موت آجائے
یہی تو زندگی کا آخری ارمان ہے ساقی

آپ کے چار صاحبزادے ہیں: خالد سعید، مجاہد سعید، ساعد سعید اور قائد سعید۔ اجلاس منتظمہ کمیٹی مدرسہ عبدالرب منعقدہ ۱۹۸۹ء کی روئیداد میں آپ کے وصال پر جو تعزیتی کلمات مرقوم ہیں اُسے ملاحظہ فرمائیں:

تجویزِ تعزیت

''حضرت مولانا محمد سعیدؒ جو حج بیت اللہ کے لئے مورخہ ۵؍جولائی ۱۹۸۹ء مطابق ۱۴۰۹ھ کو حجاز تشریف لے گئے تھے انہوں نے سرزمین حجاز میں پہنچ کر رمی جمار کرتے ہوئے شدتِ گرمی کی تاب نہ لاکر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان شیریں جاں آفریں کے سپرد فرمادی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

منتظمہ کمیٹی کے جملہ ارکان اس حادثۂ فاجعہ پر اپنے گہرے رنج وملال کا اظہار کرتے ہیں اور دُعا گو ہیں کہ اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ نیز جنت الفردوس کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور جلدی اللہ تعالیٰ مرحوم کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے''۔

(روئیداد اجلاس منتظمہ کمیٹی ۱۹۸۹ء)

الغرض آپ نے ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء سے ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء تک تقریباً ۳۰؍سال کچھ ماہ مدرسہ عبدالرب میں تدریسی خدمت فرمائی احوالِ خانگی سے

آپ اخیر تک دو چار رہے لیکن صبر وضبط کا دامن ہمیشہ تھامے رکھا اور اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ دینی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

یاد آئیں گی ادائیں تم کو میری دیکھنا
قدر ہوگی تم کو میری، میرے مرجانے کے بعد

قطعۂ تاریخِ وفات

سعیدِ نیک سیرت کی جدائی		کہ دِل پر ہورہی جیسے کھدائی
بہت سیدھا تھا دُنیا سے دُکھی تھا		خدائے پاک کا سچا ولی تھا
علومِ حق میں تھی اُس کی مساعی		خدائی دین کا ہر دم تھا داعی
ظفر کے بھی یہی جذبات میں ہے		سنِ رحلت فقط حضرات میں ہے

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''حضرات '' سے سن وفات ۱۴۰۹ھ ہے۔

آپ کے زمانہ کے اساتذۂ کرام :

- ☆ حضرت مولانا محمد سعید دہلوی صاحب — صدر مدرس
- ☆ حضرت مولانا خواجہ عبدالمقتدر صاحب — مہتمم و مدرس
- ☆ حضرت مولانا عبدالعزیز ظفر جنکپوری صاحب — مدرس وقائم مقام مہتمم
- ☆ حضرت مولانا احمد علی قاسمی صاحب — مدرس ونگراں ۱۴۰۱ھ
- ☆ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب — مدرس
- ☆ حضرت مولانا محمد عمر صاحب میواتی — مدرس

☆ حضرت مولانا قمرالدین صاحب غازی آبادی مدرس

☆ حضرت مولانا محمد اکبر صاحب سہارنپوری امام ومدرس

☆ حضرت مولانا حامد حسین صاحب مدرس شوال ۱۴۰۲ھ تا رجب ۱۴۰۳ھ

مولانا قمرالدین قاسمی غازی آبادی

مولانا قمرالدین صاحب فاضلِ دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ ہذا میں ۱۴۰۱ھ سے ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۸۱ء تا ۱۹۹۳ء یعنی تقریباً ۱۲/سال درس وتدریس کی خدمت سرانجام دی آپ نے تدریس کے علاوہ مسجد غازی الدین اینگلوعربک اسکول میں ۳۹/سال تک امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے، آپ کا وطن قصبہ ڈھسینی ہے جو ضلع غازی آباد میں واقع ہے۔

آپ مدرسہ ہذا میں جہاں تعلیم وتدریس کے باب میں روز وشب محنت کرکے مدرسہ کی عروج وبلندی کا ذریعہ بنے، وہیں کثیر مقدار چندہ کرکے مدرسہ کو مالی بحران سے بچانے کے لئے ہر گھڑی کوشاں رہے۔ اللہ رب العزت آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرمائے۔ آمین

مولانا محمد اکبر قاسمی سہارنپوری

مولانا محمد اکبر صاحب ولد عبداللہ گاؤں جوراسی کے باشندہ تھے جو پہلے ضلع سہارنپور میں تھا لیکن اب اُس کا ضلع ہری دوار ہے ۱۹۸۶ء میں آپ کا تقرر مدرسہ کی مسجد میں امامت کے لئے ہوا تھا اور تین سال تک امامت کا سلسلہ جاری رہا، دریں اثنا آپ

سے عربی و فارسی کی بعض کتابوں اور کافیہ وغیرہ کے اسباق وابستہ رہے، ۱۹۸۹ء میں آپ کسی عذر کی وجہ سے مستعفی ہوگئے، پھر مہرولی میں مختلف مساجد و مدارس میں یکے بعد دیگرے دینی خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہے، اخیر عمر میں مہرولی میں واقع مسجد قریشیان میں مقیم ہوگئے۔ اس مسجد کو واگذار کرانے والے مولانا محمد حنیف امینی میواتی ساکن نیم کھیڑا ہیں جو ۱۹۸۸ء سے اس مسجد کے مستقل امام بھی ہیں، امامِ موصوف کی غیر موجودگی میں مولانا محمد اکبر نماز پڑھا دیا کرتے تھے، مولانا اکبر ملنسار اور خوش مزاج انسان تھے، مسائل کے لئے راقم کو اکثر فون کرلیا کرتے تھے کئی مرتبہ راقم کی جائے قیام پر بھی تشریف لائے اور ایک دفعہ مہرولی میں کھانے پر مدعو کیا بالآخر ماہِ رمضان ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۹ء کو اسی مسجد میں وفات پاگئے، عمر ۸۰ رسال سے زائد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد اسحاق میواتیؒ (متوفی ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء)

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا محمد اسحق ولد محمد سردار علاقۂ میوات کے ایک مشہور قصبہ نئی کے رہنے والے تھے بہت سادہ طبیعت مگر خوددار اور عظیم شرافت کے حامل تھے۔

تعلیمی شوق کا واقعہ

آپ نے عربی فارسی کی تعلیم مدرسہ دعائیہ بارہ ٹوٹی چوک میں حضرت مولانا سید رحیم شاہ صاحب کی زیر نگرانی حاصل کی۔

واقعہ یہ تھا کہ کھیت کی کٹائی کے وقت جو بالیں ٹوٹ کر کھیت میں گر جاتی ہیں انہیں عموماً بچے چن کر اپنے شوق کی چیز خرید کر کھاتے پیتے تھے (جس کو میوات میں سِلّہ بولتے ہیں) تو مولانا نے بھی سلہ جمع کیا اس کے دانے نکلوا کر جب فروخت کیا تو معمولی قیمت ہاتھ لگی، اسی جمع پونجی سے دہلی پڑھنے آئے اس زمانے میں ہوڈل سے دہلی کا کرایہ پچاس پیسے تھا، صدر بازار دہلی ریلوے اسٹیشن پر اتر کر مدرسہ دعائیہ میں مولانا رحیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ مدرسہ درسِ نظامی کا ایک معیاری ادارہ تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب کے معلوم کرنے پر آپ نے بتایا کہ میں پڑھنے آیا ہوں اور اپنی پوری روداد بیان کی، مولانا رحیم شاہ، صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے سمجھ گئے کہ یہ واقعی طالب علم ہے داخلہ منظور فرمالیا جب کہ وہ وقت داخلہ کا نہیں تھا اور کئی سال تک وہیں پڑھتے رہے۔

تعلیم سے فراغت اور دینی خدمات

مدرسہ دعائیہ صدر بازار میں کئی سال پڑھ کر مدرسہ سبحانیہ مسجد نواب والی میں موقوف علیہ کی تعلیم سے فراغت پائی، اسی سال ۱۷ رسال کی عمر میں آپ رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے، آپ کے ہم سبق احباب میں میوات کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا نور محمد صاحب چندینی بھی ہیں بعدازاں دورہ پڑھنے مدرسہ امینیہ چلے گئے وہاں مولانا عبدالغنی شاہ جہانپوری صاحب، حضرت مفتی ضیاء الحق صاحب، حضرت مولانا سید مشہود حسن صاحب، حضرت مولانا محمد اختر صاحب، حضرت مفتی عبدالرحمن صاحب رحمہم اللہ جیسے یگانۂ آفاق ہستیوں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور سن ہجری ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد گلی شاہ تارہ مسجد شیش محل میں ۲۰۔۲۵ رسال تک امامت وخطابت اور تفسیر کے فرائض انجام دیتے رہے، اس کے بعد اپنے استاد حضرت مولانا سید مشہود حسن صاحب امروہویؒ (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا نیاز محمد صاحب میواتیؒ) کے حکم سے قصاب پورہ کی مسجد برنے والی میں امام مقرر ہوئے، آپ مستقل مزاج، عالی ہمت، حوصلہ منداور زندہ دل تھے حق کیلئے باطل کے سامنے سینہ سپر ہوجاتے، بات کے دَھنی تھے جو کہ دیا اسے کرگزرتے، لاگ لپیٹ سے پاک تھے منہ پر بولنے والے، **لایخافون لومۃ لائم** کے حقیقی مصداق تھے۔

آپ کا معمول مبارک تھا کہ جس مسجد میں امامت کرتے وہاں بعد نماز عشاء تفسیر قرآن کا درس بھی جاری رکھے ہوئے تھے بعد میں مسجد املی والی کشن گنج

چوک میں بھی بعد نماز فجر تفسیر کرنے لگے آپ سے پہلے اس مسجد میں حضرت مولانا رحیم شاہ صاحب تفسیر کرتے تھے لیکن جب شاہ صاحب کی بصارت کمزور ہوگئی اور ضعف وبڑھاپا زیادہ آ گیا تو شاہ صاحب نے آپ کو یہاں تفسیر پر مامور فرمایا استاد کا حکم تھا کیا مجال تھی کہ انکار کرتے، قبول فرمالیا، برنے والی مسجد میں نمازِ فجر پڑھ کر فوراً مسجد املی والی آجاتے اور درسِ تفسیر بیان کرتے اور آخری دم تک اس سلسلے کو جاری رکھا، آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے، آج کل صدیق محترم مفتی محمد رفیق صاحب تفسیر بیان کرتے ہیں جبکہ امامت کے فرائض مفتی محمد عاقل قاسمی مدرس مدرسہ عبدالرب انجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ عبدالرب میں

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں ہوا، آپ مدرسہ عبدالرب میں ابتدائی درجات کے اسباق تو شروع زمانے سے ہی پڑھا رہے تھے، جب مولانا محمد رفیع دیوبندی کا ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں وصال ہوگیا تو درمیانی درجات کی کتابیں بھی آپ کی تدریس میں شامل ہوگئیں اور موقوف علیہ اور دورہ کی بعض کتابوں کے اسباق بھی آپ سے وابستہ ہوئے۔

جب مولانا محمد سعید شیخ الحدیث وصدرالمدرسین مدرسہ کا انتقال ہوگیا تو آپ شیخ الحدیث وصدرالمدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے آپ کا زمانۂ تدریس تقریباً ۲۴/سال رہا جبکہ صدارت وشیخ الحدیث کی مدت ۴/سال رہی۔آپ مدرسہ کے لئے معقول چندہ کرتے تھے، مدرسہ میں مطبخ قائم ہونے کے بعد اکثر ضروری سامان جیسے

آٹا، تیل اور گوشت کے ذریعہ اہل خیر حضرات سے مدرسہ کی خوب امداد کراتے تھے۔ قصاب پورہ میں آپ کا اچھا خاصا اثر و رسوخ تھا، آپ بھی قریشی برادری سے تھے۔

مدرسہ میں تدریس کے دوران آپ نے مختلف علمی مقالات بھی لکھے جو الگ الگ عنوانات پر تھے مگر افسوس کہ وہ طبع نہ ہو سکے۔

وہ بادۂ شبانہ کی سر مستیاں کہاں
اُٹھئے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

وصالِ پُر ملال

آپ نے ۱۹۹۵ء میں حج کا اہم فریضہ ادا کیا اور ۶/رجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۷/نومبر ۱۹۹۶ء میں پیر کی شب بعمر ۶۳/سال اس دار فانی سے رحلت فرما گئے آپ کے ۴/صاحبزادے ہیں سبھی ماشاءاللہ دین دار ہیں بڑے صاحبزادے حافظ محمد فاروق نویڈا کی ایک مسجد میں امامت کرتے ہیں۔

مدرسہ عبدالرب دہلی میں آپ کے انتقال پر جو تجویز تعزیت منظور کی گئی اُسے ملاحظہ فرمائیں:

تجویزِ تعزیت

''آج کا یہ اجلاس منتظمہ کمیٹی جناب مولانا محمد اسحاق میواتی شیخ الحدیث و صدر المدرسین مدرسہ عبدالرب کے انتقال پر بے انتہا افسوس کرتا ہے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کے علاوہ پسماندگان و متعلقین سے تعزیت کا برملا اظہار بھی کرتا ہے، حسن اتفاق کہ مولانا مرحوم

نے بعمر ۶۳ ر سال پیر کے دن وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ رحمت خاصہ میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین‘‘ (روئیداد ۱۹۹۵ء)

قطعۂ تاریخِ وفات

بِلکو اسحاق تھے شیخِ جلالی		بہت خوددار تھے حق کے سوالی
تریسٹھ سال کی جب عمر پالی		ہوئی اِس قید خانے سے بحالی
ظفر! جی کے بھی پھر ہونا ہے فانی		ملے بیحد سراغِ زندگانی

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ’’بیحد سراغِ زندگانی‘‘ سے سن وفات ۱۴۱۷ھ ہے۔

آپ کے زمانہ کے اساتذۂ کرام :

☆ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب میواتی صدر مدرس

☆ حضرت مولانا عبدالستار سلام قاسمی مہتمم و مدرس

☆ حضرت مولانا قاری محمد عمر صاحب میواتی مدرس

☆ حضرت مولانا قمرالدین غازی آبادی (مدرس ۱۴۰۱ھ تا ۱۴۱۳ھ)

☆ حضرت مولانا محمد اکبر سہارنپوری مدرس

☆ حضرت مولانا محمد ایوب سہارنپوری مدرس

☆ حضرت مولانا محمد اکرام سہارنپوری (مدرس ۱۴۱۱ھ تا ۱۴۲۱ھ

☆ حضرت مولانا عبدالجبار قاسمی صاحب مدرس ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء

☆ حضرت مولانا شوکت علی قاسمی مدرس

☆ حضرت مولانا شاہ محمد قاسمی مدرس

☆ حضرت مولانا جاوید مظہر قاسمی (مدرس ۱۴۱۰ھ تا ۱۴۱۲ھ)

☆ حضرت مولانا محمد سعیدی (مدرس ۱۴۱۲ھ تا ۱۴۱۳ھ

☆ حضرت مولانا محمد شمعون بجنوری مدرس چندماہ

☆ حضرت مولانا محمد یوسف (مدرس ۱۴۱۶ھ تا)

مولانا محمد سعیدی صاحب

مولانا محمد سعیدی صاحب ولد مولانا اطہر حسین صاحب، فقیہ النفس حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے برادر زادہ ہیں، ۱۹۶۹ء میں پیدا ہوئے، عربی درجات کی اکثر تعلیم گھر پر ہی ہوئی، جامعہ مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند میں بھی پڑھے، آپ مدرسہ عبد الرب میں ایک ڈیڑھ سال رہے اور مقاماتِ حریری وغیرہ متوسط درجات کی کتابیں پڑھائیں تدریس کے ساتھ آپ شیش محل آزاد مارکیٹ میں واقع مسجد حوض والی میں امامت کرتے تھے۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تھا، آج کل آپ جامعہ مظاہر علوم وقف کے ناظم اعلیٰ ہیں، یوں تو راقم کا سہارنپور بارہا جانا ہوا لیکن ایک مرتبہ مستقل آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضری ہوئی، ماشاء اللہ مستعد، جفاکش اور عمدہ صلاحیت کے مالک ہیں۔

مفتی محمد شوکت علی قاسمی بھاگلپوری

حضرت مفتی محمد شوکت علی بن محمد عمید ساکن بکھڈا، پوسٹ وتھانہ سہولہ ہاٹ، ضلع

بھاگلپور، بہار، ۱۶؍جون ۱۹۶۷ء جمعہ کے دن پیدا ہوئے، آپ کا وطن ہی آپ کی جائے پیدائش ہے، ابتدائی تعلیم ناظرہ وغیرہ سے عربی اول تک اپنے وطن کے مختلف مدارس میں رہ کر حاصل کی پھر جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ یوپی میں پنجم تک، اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے، یہاں موصوف دورۂ حدیث تکمیل تفسیر تک شب و روز انتہائی جانفشانی، محنت ولگن اور کامل یکسوئی کے ساتھ تحصیل علوم میں مشغول رہے، آپ کی خوش خلقی، ملنساری عبارت خوانی، تکرار مذاکرہ، نیز احترامِ اساتذۂ کرام وغیرہ جیسے اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے اساتذۂ کرام کی بے پناہ شفقت اور محبت آپ کو نصیب ہوئیں، درسیاتی مصروفیات کے ساتھ ضلعی انجمن، النادی الادب العربی اور شعبۂ مناظرہ کی معروف انجمن تقویۃ الایمان میں پوری حرارت وحرکت کے ساتھ حصہ لیتے، بلکہ دار الحدیث تحتانی میں منعقد ہونے والے بڑے عمومی اجلاس میں ۱۴؍مرتبہ بحیثیت مناظر شریک ہوئے، ان سب خوبیوں کے ساتھ سونے پہ سہاگہ کہ فقیہ الامت مفتیٔ اعظم حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی کی خدمت ومجلس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی، حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوکر آپ کو تزکیۂ نفس کی فکر دامن گیر رہی، ہر اہم کام کا مشورہ حضرت ہی سے کرتے، دورہ کے بعد تکمیل تفسیر کے دوران حضرت ہی کی خدمت میں رہ کر تمرین افتاء کا سلسلہ بھی جاری رہا اور حضرت سے فتویٰ نویسی کی اجازت ملی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت فقیہ الامت کے حکم سے مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ پہنچ کر تدریس کا آغاز فرمایا، موقوف علیہ تک کی کتابیں پڑھائیں، مگر یہاں ایک

سال سے زیادہ قیام نہ رہ سکا۔

محرم الحرام ۱۴۱۱ھ میں حضرت مولانا عبدالستار سلام قاسمی سابق مہتمم مدرسہ عبد الرب دہلی کے تقاضے پر حضرت مولانا محمد اسماعیل دیوبندی مدنی خلیفۂ حضرت فقیہ الامت کی وساطت سے مدرسہ عبدالرب میں بغرض تدریس آپ کا تقرر ہوا، یہاں ۳؍سال قیام رہا، اس درمیان آپ کے ذمہ ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ المصابیح، بیضاوی شریف، جلالین و سراجی اور قدوری وغیرہ اہم کتب کے اسباق وابستہ رہے۔ آپ کا اندازِ تدریس نرالا اور نہایت دِلنشیں و دِل کش ہوتا تھا، جو طلبہ آپ سے ایک بار پڑھ لیتے تھے وہ آئندہ سال بھی پڑھنے کی تمنا وخواہش کرتے، مدرسہ کی تدریس کے ساتھ مسجد صغیر حسن نیاریان، اجمیری گیٹ میں امامت وخطابت اور فجر بعد تفسیرِ قرآن بیان کیا کرتے تھے، آپ نے مدرسہ ہذا میں پوری دیانت وامانت اور مشقت آزما حالات کے ساتھ ۳؍سال کا عرصہ اس طرح گذارا کہ طلبہ کو تعلیمی وتربیتی فائدہ پہنچانے میں حتی الامکان کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، اس کی گواہی آج کے ایک استاذ دیتے ہیں جو اُس زمانے میں مدرسہ ہذا میں زیر تعلیم رہے تھے۔

بہرحال حالات کی ستم ظریفی کہئے یا نیرنگ زمانہ، آپ مدرسہ سے علاحدہ ہوگئے اور دارالعلوم جامعہ زکریا جوگواڑ، ضلع نوساری گجرات میں مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے، ابھی تک وہاں دورۂ حدیث کا نظام نہ تھا آپ ہی کی جہد مسلسل سے دورہ شروع ہوا اور بخاری شریف وغیرہ بڑی کتابیں آپ کے زیر تدریس آئیں، مگر نا مساعد حالات کی وجہ سے دِلبرداشتہ ہوکر مستعفی ہوگئے، پھر جامعہ حسینیہ اکولا میں آکر ۳، ۴

رسال تدریس حدیث کی خدمت انجام دی، اس کے بعد حضرت مفتی احمد خانپوری دامت فیوضہم کے حسب ارشاد یہاں سے استعفاء دیکر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم ستپون سعادتِ دارین میں تشریف لے گئے، اب یہیں ہیں اور پوری آب وتاب کے ساتھ تعلیمی، تدریسی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہیں، ماشاءاللہ ادارہ کے منصبِ شیخ الحدیث پر فائز ہیں اور بیعت وارشاد، تصنیف وتالیف کا مبارک سلسلہ جاری ہے۔ اللہ رب العالمین مزید ترقیات عطافرمائے۔ آمین

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دُشوار ہو جائے

مولانا محمد اکرام قاسمی سہارنپوری

مدرسہ عبدالرب کے مخلص اساتذۂ کرام میں سے مولانا محمد اکرام صاحب ولد حاجی اللہ دیا بھی تھے آپ اپنے گاؤں پیرا گپور ضلع سہارنپور میں ۱۳؍جنوری ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے، درجہ حفظ سے لیکر مختصر المعانی تک کی تعلیم جامعہ اسلامیہ ریڑھی، تاجپورہ میں حاصل کی، حفظ حافظ ضیاء الحق سے کیا، ماشاءاللہ امتحان میں امتیازی نمبر کے ساتھ پچاس پیسے کا انعام بھی مہتمم مولانا محمد اختر صاحب کے دستِ مبارک سے حاصل کیا، ریڑھی کے آخری سال سالانہ امتحان ہوئے تو مختصر کا امتحان حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ استاذ دارالعلوم دیوبند نے اور ہدایہ اولین کا مولانا وقارعلی استاذ مظاہرعلوم نے لیا، مختصر میں سونمبر ملے جبکہ ہدایہ میں ایک سوایک نمبر، مزید ایک روپیہ انعام بھی ملا، ریڑھی تاجپورہ میں مختصر پڑھ کر ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل

ہوئے، یہاں تین سال رہے اورالحمدللہ ۱۹۸۰ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی فراغت کے بعد مولانا معراج الحق صدر مدرس دارالعلوم دیو بند اور مولانا حشمت علی سابق مہتمم ریڑھی کے مشورہ سے جامعہ طبیہ دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا، چار سالہ کورس مکمل کر کے ۱۹۸۴ء میں فاضل الطب سے فراغت ہوئی اسی دوران اور طب سے فراغت کے چھ ماہ بعد تک ڈاکٹر ملہوترہ اور حکیم محمد عمر پرنسپل جامعہ طبیہ کے پاس پریکٹس کی، ساتھ ہی ڈاکٹر سید نفیس سے بھی استفادہ کیا۔

۱۹۸۵ء میں قاری جمشید علی مدرس دارالعلوم دیو بند کے مشورہ سے بھارت طبیہ کالج سہارنپور میں بحیثیت لیکچرار مقرر ہوئے، پانچ سال علم طب پڑھایا، یوپی حکومت نے ۲ر جولائی ۱۹۸۲ء کو ایک قانون پاس کیا کہ کوئی بھی اقلیتی ادارہ کانپور یونیورسٹی کے الحاق کے بغیر نہیں چلایا جا سکتا تو اسی لئے بھارت طبیہ کالج نے اسٹے لے لیا، جو آج تک اسٹے کی بنیاد پر چل رہا ہے، آں موصوف پھر طبیہ کالج چھوڑ کر مولانا حشمت علی کے حکم پر مدرسہ مدینۃ العلوم اکلا خانپور میرٹھ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

ایک سال بعد حکیم عزیز الرحمن اعظم گڑھی کے مشورے پر مدرسہ چھوڑ کر قرول باغ طبیہ کالج دہلی میں تدریس کے اُمیدوار بن کر آئے، افسوس! کہ پرنسپل کے گرفتار ہونے کے باعث انٹرویو نہ ہو سکا اور مقصد میں ناکامی رہی، اُس کے بعد مفتی محمد ایوب مدرس مدرسہ عبدالرب کی طلب اور کوشش سے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں مدرسہ عبدالرب میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۱ء تک تقریباً دس سال

یہاں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، اس عرصہ میں تعلیمی اور مالی دونوں اعتبار سے مدرسہ کا بھرپور تعاون اور فائدہ کیا، ماشاءاللہ آپ ایک مخلص اور ہمدرد انسان اور خوش خلقی اور مہمان نوازی میں آپ کی نرالی شان تھی، مذکورہ اوصاف کے علاوہ آپ قابل مدرس بہترین منتظم ہرفن کو پڑھانے کی صلاحیت رکھتے تھے، فقہ،نحواور منطق میں آپ کو غیر معمولی مہارت تھی، دس سال مدرسہ عبدالرب میں خوشگواری، محنت اور جانفشانی کے ساتھ گذارے۔ یہاں مشاہرہ نہایت کم ہونے کی وجہ سے دوسرے مدرسہ میں جانے کی برابر کوشش کرتے رہے۔

بالآخر ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں آپ کا تقرر مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی میں ہوگیا، آپ کے جانے سے اہل مدرسہ کو بہت ملال ہوا، بارہا واپسی کی درخواست کی جاتی رہی، لیکن خدا کو جو منظور تھا وہی ہوا۔

بہرحال اخیر تک آپ وہیں پر علمی خدمات میں مشغول رہے، موصوف ۱۲/رمضان ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۵/اپریل ۲۰۲۱ء بروز اتوار صبح ۹/ بجے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

پہاڑ گنج میں ایک وقف بورڈ کی مسجد میں امامت کرتے تھے، انتقال سے ایک دو ہفتہ قبل شدید بخار اور کھانسی میں مبتلا ہوئے طبیعت زیادہ بگڑنے لگی، احباب کے مشورے سے وطن مالوف تشریف لے گئے، وہاں سہارنپور کے ایک اسپتال میں علاج کے لئے داخل کئے گئے، تین چار روز بعد انتقال کی خبر آگئی، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مولانا جاوید مظہر قاسمی

مولانا جاوید مظہر، ۵؍جون ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوئے آپ کا وطن بہار ہے، ابتدائی تعلیم کافیہ تک وطن میں حاصل کی، بعدہٗ جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے مدرسہ میں تین سال پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، جلالین، موقوف علیہ اور ۱۹۸۵ء میں دورۂ حدیث مکمل کیا، فضیلت کے بعد مدرسہ امینیہ سے افتاء کیا، خاموش طبیعت خوش مزاج اور اچھی صلاحیت کے مالک ہیں آپ کا مدرسہ عبدالرب میں ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴۱۰ھ میں تقرر ہوا، تقریبا دو سال سے زائد مدرس اور نگراں کتب خانہ رہے۔

بعد ازاں مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اب بھی وہیں پر ہیں، آپ چند سال مدرسہ امینیہ میں صدر مدرس کے عہدے پر بھی فائز رہے، اب تعلیمی کمیٹی کے رُکن ہیں، مدرسہ عبدالرب کے قریب ''مسجد زینت باڑی'' میں ایک زمانہ سے دہلی وقف بورڈ کی طرف سے امامت کرتے چلے آرہے ہیں۔

مولانا عبدالجبار قاسمی

حضرت مولانا قاری عبدالجبار ولد کرامت علی ساکن جہاز قطع، ضلع گڈا، جھارکھنڈ، ۲۲؍اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۹؍ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ میں ہوئی، آپ ۱۹۹۰ء میں تقریباً ایک سال مدرس رہے ابتدائی کتابیں حمد باری وغیرہ پڑھائی، آپ نے تدریسی فرائض اعزازی طور پر فی سبیل اللہ انجام دیئے، حوض قاضی پر واقع اونچی مسجد میں

امامت کرتے تھے آپ شاندار کاتب ہیں کتابت کا فن امروہہ میں منشی معراج النبی صاحبؒ سے خط نستعلیق اور مولانا یوسف صاحب قاسمی مرحوم سے خط نسخ سیکھا، آپ نے محمود المصاحف کے نام سے ایک حافظی قرآنِ مجید کی کتابت کی ہے، جو ماشاء اللہ طبع ہو چکا ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رسم الخط اور رموزِ اوقاف وغیرہ کی خوب تحقیق کی گئی ہے، ۲۰۰۸ء کے آخر میں دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ کتابت وخوش نویسی میں بحیثیت صدر آپ کا تقرر ہو چکا ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب

آپ مولانا محمد شمیم صاحبؒ سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ حسین بخش کے صاحبزادے ہیں مدرسہ ہذا میں قریب دو سال مدرس رہے اُس کے بعد مدرسہ حسین بخش چلے گئے۔

حضرت مولانا قاری محمد عمر میواتی رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین

(متوفی ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء)

مولانا قاری محمد عمر ولد میاں جی عبدالرحمن میوات میں واقع قصبہ مالب کے باشندے تھے مدرسہ عبدالرب کے جلیل القدر خدام میں سے تھے۔

مولانا کے والد ملا جی عبدالرحمن بہت نیک طبیعت اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بڑے معتقد تھے، آپ کا آبائی وطن قصبہ مالب ضلع نوح ہے لیکن بعد میں آپ اپنی سسرال قصبہ نئی میں مستقل سکونت پذیر ہو گئے۔

آپ معقولات کے بھی بہت بڑے ماہر فن عالم تھے، آپ نے منطق وفلسفہ صوبہ پنجاب کے قصہ اِنّی میں ایک غیر معروف بحر العلوم عالم سے حاصل کیا تھا حال یہ تھا کہ وہ ہل جوت تے تھے اور مولانا مرحوم ان سے کھیت میں ہی پڑھتے تھے، آپ کی فراغت دارالعلوم دیوبند سے ہی ہوئی۔

مدرسہ دعائیہ میں تدریسی سلسلہ

فراغت کے بعد آپ حضرت مولانا محمد رحیم شاہ صاحبؒ کے قائم کردہ معروف ومشہور ادارہ مدرسہ دعائیہ بارہ ٹوٹی چوک، صدر بازار دہلی (جو مولانا ڈاکٹر حارث ندیم کے زمانے تک حدیث اور تفسیر کی تعلیم کا مرکز رہا) میں ۱۹۴۸ء میں بحیثیت مدرس مقرر ہو گئے اور متعدد سال تک تدریسی سلسلہ جاری رہا، یہاں

منطق وفلسفہ کے اسباق زیادہ تر آپ ہی سے متعلق تھے میوات کے مشہور وممتاز عالم مولانا محمد سعید امینی صاحب نے آپ سے اسی مدرسہ میں قطبی پڑھی ہے، حضرت مولانا محمد سعید امینی کے بقول آپ شرح تہذیب میں طلبہ سے اس طرح قضیے بنواتے تھے جس طرح نحو صرف کی ترکیبیں کرائی جاتی ہیں آپ کمال فن میں بے نظیر اور بے مثال تھے، مدرسہ دعائیہ کے بعد آپ اپنے وطن نئی میں رہنے لگے، وہاں ایک مدرسہ بنام نصرت الاسلام کو درس نظامی میں تبدیل کیا، اس مدرسہ میں آپ نے کئی سال تک درس نظامی کا سلسلہ جاری رکھا۔

مدرسہ عبدالرب میں تقرری

آپ کا تقرر مدرسہ عبدالرب میں ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں برائے نگرانی کتب خانہ ہوا اور ابتدائی درجات کی کتب کے چند اسباق بھی آپ کے ذمہ رہے پھر ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں آپ کا تقرر معین المدرسین کے طور پر کیا گیا یہاں تک کہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں باقاعدہ مستقل مدرس مقرر ہوئے۔

مولانا محمد سعید دہلوی کے وصال کے بعد مسلم شریف کا درس بھی آپ کے حصہ میں آیا، جب مولانا محمد اسحاق صاحب کا رجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں وصال ہو گیا تو یہ صدارت اور شیخ الحدیثی کی ذمہ داری آپ کے سر آ گئی لیکن آپ نے بخاری شریف کے کچھ پارے پڑھا کر معذرت کر دی کہ میری طبیعت علیل رہتی ہے، اراکین منتظمہ کمیٹی مدرسہ عبدالرب نے آپ کی مجبوری کو سمجھتے ہوئے معذرت قبول فرمائی اور تدریس بخاری کے لئے حضرت مفتی عبدالرحمن صاحبؒ مدرسہ امینیہ کو راضی

کیا۔حضرت مفتی صاحب نے دو گھنٹے کا وقت منظور فرمایا۔

مولانا مرحوم نے مدرسہ عبدالرب میں مجموعی طور پر ۲۹-۲۸ سال تدریسی خدمات انجام دی ہیں جس میں مختلف درجات کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں دورۂ حدیث میں مسلم شریف کا سبق آپ سے متعلق رہا، آپ اپنی ذمہ داری خلوص دل سے نبھاتے تھے محض خانہ پُری آپ کا شیوہ نہیں تھا۔

اوصافِ حمیدہ اور علم تجوید میں مہارت

آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے آپ کے چہرے سے معصومیت ٹپکتی تھی، ایک طرف تو فقہ وحدیث کے پہاڑ، عربی ادب ودیگر علوم کے بحرِ ذخار مگر اس علم وفضل کے بلند مقام کے ساتھ اُن کی تواضع اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی اجنبی دیکھنے والا پتہ بھی نہیں لگا سکتا کہ اِس سادہ سے پیکر میں علم وفضل کے کیسے خزانے پوشیدہ ہیں۔

تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

آپ عاشق قرآن تھے دس قرأتوں پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا، فن تجوید اور قرأت میں آپ حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ کے اجل شاگرد تھے، حضرت پانی پتی سے جب پوچھا گیا کہ آپ کے علوم اور فنون کا حقیقی وارث آپ کے بعد کوئی ہے؟ تو جواب فرماتے میرے علوم کا حقیقی وارث محمد عمر ہے۔

تجوید وقرأت میں بڑے علماء ومشائخ نے بھی علم تجوید میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ چنانچہ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد جمیل احمد الوری نوحی

صدرالمدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری نے بھی مولانا مرحوم سے **النشر فی قرأت العشر** پڑھی ہے۔آپ کا درس وتدریس کے ساتھ معمولی تجارت کا بھی مشغلہ تھا، چنانچہ آپ بیکار ٹوٹی ہوئی چھتریوں کی مرمت کر کے بیچتے تھے۔

آپ انتہائی سیدھے سادے، عام لفظوں میں اللہ میاں کی گائے تھے ذراسی بھول چوک ہوجاتی تو گھبرا جاتے۔

آپ کے سامنے جب کبھی خوف خدا کی بات ہوتی تو زاروقطار رو پڑتے، خود میرے برادر معظم مولانا جان محمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مدرسہ عبدالرب کے سالانہ جلسہ ختم بخاری شریف کے موقع پر ایک بیان کے دوران میں نے مولانا محمد عمر کو دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی قطار بہہ رہی تھی۔

آنکھوں کو شغل گریہ ہمیشہ رہا عزیز
دریا کی ساری عمر روانی میں کٹ گئی

عمر بھر اس نے نہ جانا حب دنیا حب جاہ
حق تعالیٰ کی رضا پر صرف تھی اس کی نگاہ

وفات

عمر کے آخری دو یا تین سال کافی بیمار رہنے لگے جس کی وجہ سے وطن ہی میں قیام فرمایا بالآخر ۲۴ رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق ۴ جنوری ۲۰۰۰ء کو ۵۷ سال کی عمر میں یہ علوم قرآن وحدیث کا سورج ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔اناللہ

قطعۂ تاریخِ وفات

شریف النفس مولانا عمر تھے		بڑے ہی صاحب علم و ہنر تھے
ریا کاروں میں سے بالکل نہیں تھے		خدا کے واسطے گوشہ نشیں تھے
ظفر کے دِل سے اب آتی ندا ہے		رُخ قاری عمر سمت خدا ہے

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''رُخِ قاری عمر'' سے سن وفات ۱۴۲۱ھ ہے۔

آپ کے زمانہ کے اساتذۂ کرام :

☆ حضرت مولانا قاری محمد عمر صاحب صدر مدرس وشیخ الحدیث

☆ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا محمد اکرام صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا مفتی بشیر الدین صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا محمد یوسف قاسمی صاحب (مدرس ۱۴۱۷ھ تا)

☆ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب (مدرس ۱۴۱۸ھ تا ۱۴۲۱ھ

☆ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدرس ومحرر ۱۴۰۹ھ تا ۱۴۱۹ھ

حضرت مولانا مفتی نصیر الدین میواتی

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ عبد الرب دہلی

غلط است آنچہ کہ مدعی گوید

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

حضرت مولانا مفتی نصیر الدین صاحب ولد سمیر خاں عرف سمک خاں گاؤں سرولی، ضلع نوح میوات کے رہنے والے ہیں، یکم رجنوری ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے، آپ نے فضیلت اور افتاء دونوں کی تعلیم جامعہ اسلامیہ دار العلوم دیو بند سے ۱۹۷۳ء میں حاصل کی ۔ آپ نے بخاری شریف کا اکثر حصہ حضرت مولانا شریف الحسن دیو بندی سے اور بعض حضرت مولانا فخر الحسن مراد آبادی سے پڑھا جبکہ کتاب الوحی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے پڑھائی اور بخاری ثانی حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی سے پڑھی ۔

فراغت کے بعد سلسلۂ تدریس

فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۷۴ء میں مدرسہ مصباح العلوم سنگار میوات سے تدریسی سلسلے کا آغاز کیا اس مدرسہ میں آپ کا ایک سال قیام رہا جس میں ابتدائی اور درمیانی اور موقوف علیہ کی بعض کتب کا درس دیا ۔

۱۹۷۵ء میں معروف ادارہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرتپور، راجستھان میں آپ کا درمیانی درجات کی تدریس کے لئے تقرر ہوا، یہاں بھی آپ

کے سلسلۂ تدریس کے ۷،۸ ر سال بڑی دھوم دھام کے ساتھ گذرے ، مقاماتِ حریری ، ہدایہ، جلالین جیسی معرکۃ الآراء کتابیں آپ کے حصۂ درس میں آئیں۔مگر ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں آپ خود ہی مستعفی ہو گئے اور راجستھان کے قصبہ مکرانا کی مرکزی چھتہ مسجد میں دوسال گذار کر ۱۹۸۶ء میں آپ نے دہلی کا رُخ کیا۔

دہلی میں ورودِ مسعود

دہلی میں سب سے پہلے جامعہ رحیمیہ مہدیان میں مدرس مقرر ہوئے اُس وقت یہاں کے مہتمم حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب دیوبندی تھے جو دارالعلوم کے سابق استاذِ حدیث تھے لیکن دارالعلوم کے قضیۂ نامرضیہ پیش آنے کے بعد یہاں تشریف لے آئے تھے چنانچہ مہتمم صاحب نے تقسیم کتب کرتے ہوئے مفتی صاحب کے نام ابتدائی درجات کی کتابیں لکھ دیں، مفتی صاحب ایک آدھ کتاب درجاتِ وسطیٰ اور علیا کی بھی چاہتے تھے لیکن مراد حاصل نہ ہونے پر مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے، بعد میں مدرسہ رحیمیہ کے متولّی الحاج علی محمد شیر میوات نے آپ کو بلا کر آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہدایہ جلالین مشکوٰۃ دے دیں، آپ تدریس میں مشغول ہو گئے، آپ کی محنت، صلاحیت اور غیر معمولی دِلچسپی کے پیشِ نظر دورہ کی کتابیں پڑھانے کا بھی موقع دیا گیا، تقریباً ۲ ر سال بعد مولانا نعیم الدین صاحب وقف دارالعلوم چلے گئے اور مولانا اخلاق حسین قاسمی مہتمم بن گئے، مولانا قاسمی کا اہتمام بھی زیادہ دنوں تک نہیں چل پایا وہ مستعفی ہوئے اور ان کے بعد مولانا فقیہ الدین صاحب مہتمم مقرر ہوئے۔مولانا اخلاق حسین قاسمی اور مولانا فقیہ الدین صاحب آپ کے استحضار علم اور حاضر جوابی کی وجہ سے بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ جامعہ رحیمیہ مہدیان میں مفتی صاحب کی تقریباً

۸ سال پڑھانے کے بعد جب طبیعت بھر گئی تو آپ نے اپنی عمدہ استعداد کے بل بوتے پر مدرسۃ العلوم حسین بخش میں تقرری کی درخواست دی، وہاں اور بھی درخواستیں آئی ہوئی تھیں لیکن استعداد اور تجربات کی بنا پر آپ کو ہی ترجیح دی گئی۔ بہر حال آپ ۱۹۹۴ء میں مدرس مقرر ہوئے۔ مدرسہ حسین بخش میں آپ کا شمار صفِ علیا کے اساتذہ میں ہونے لگا اور سلسلۂ تدریس بڑی آن بان کے ساتھ چلتا رہا۔

مدرسہ حسین بخش سے مدرسہ عبدالرب

مدرسہ عبدالرب میں ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں جب شیخ الحدیث مولانا محمد اسحٰق کا وصال ہو گیا اور مولانا محمد عمر نے اپنی ضعیفی کے باعث بخاری پڑھانے سے معذرت کر دی تو ایک سال تو جیسے تیسے گذرا کہ خارجی وقت میں مفتی عبدالرحمن صاحب مدرسہ امینیہ نے بخاری شریف پوری کرائی مگر منتظمہ کمیٹی مدرسہ عبدالرب کو ایک مستقل قابل شیخ الحدیث کی ضرورت تھی جو مدرسہ عبدالرب کے علمی وقار کو باقی رکھ سکے۔

اراکینِ انتظامیہ فرداً فرداً بھی اس جستجو میں لگ گئے، مدرسہ ہذا کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا فقیہ الدین صاحب کی نظر انتخاب مفتی نصیر الدین صاحب پر ٹکی ہوئی تھی لیکن مشاہرہ مدرسہ عبدالرب میں دیگر مدارس کے مقابلے آج کل کی طرح بہت کم تھا، اس لئے براہِ راست کہنے کی ہمت نہیں ہو پا رہی تھی مگر مولانا نے مولانا بشیر احمد قاسمی امام وخطیب ومحرر مدرسہ حسین بخش سے بات کی، کہ وہ مفتی نصیر الدین صاحب سے بات کر کے بتائیں ایا وہ آمادہ ہیں یا نہیں، مولانا بشیر احمد نے مفتی نصیر الدین صاحب سے تذکرہ کیا مفتی صاحب نے اپنے صدر مدرس مولانا نور محمد صاحب

سے ذکر کیا تو صدر صاحب نے فرمایا کہ پہلی فرصت میں چلے جاؤ آپ کو بخاری پڑھانے کا موقع مل رہا ہے اِس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے۔

چنانچہ مولانا فقیہ الدین صاحب کی منشا کے مطابق مفتی صاحب ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں مدرسہ عبدالرب کے منصب شیخ الحدیث پر فائز ہوگئے اور آپ نے مدرسہ عبدالرب میں چار سال تک بخاری کا درس دیا آپ کی کارکردگی نہایت قابل ستائش رہی۔

آپ کبھی کبھار کسی بھی مدرس کی درسگاہ کے پاس سے گذرتے ہوئے درس سننے کھڑے ہوجاتے ، ایک مرتبہ میں شرح جامی پڑھا رہا تھا میری درسگاہ کے دروازے پر آپ آ کھڑے ہوئے میں احتراماً خاموش ہوگیا ، آپ نے فرمایا کہ پڑھاتے رہو چنانچہ میں پھر درس میں مشغول ہوگیا، کچھ دیر سنتے رہے، بعد میں کسی موقع پر مجھے بلاکر کہا ماشاءاللہ آپ اچھا پڑھاتے ہیں، شرح جامی کے لئے کونسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہو؟ میں نے نام بتلایا اس کے بعد فرمایا کہ ایک فن کی مختلف کتابوں کو نظر میں رکھنا چاہئے ، جو بات ایک کتاب میں نہیں ملتی تو دوسری میں مل جاتی ہے، اس طرح آپ خیرخواہانہ مشورہ بھی دیتے رہتے تھے۔

چارسال بعد ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۲ میں ۲۴ رشوال کو تقسیمِ کتب کے دوران ایک مدرس سے کچھ کہاسنی ہوگئی جس کی وجہ سے آپ نے مدرسہ عبدالرب سے علاحدگی اختیار کرلی، آپ کے علاحدہ ہوجانے سے مولانا فقیہ الدین سابق ناظم تعلیمات سمیت اکثر اساتذہ کو بہت ملال ہوا۔

مدرسہ حسین بخش واپسی

مدرسہ عبدالرب سے آپ کی علاحدگی کی خبر مدرسہ حسین بخش کی کمیٹی کو ہوئی تو مولانا بشیر احمد قاسمی کے ذریعہ آپ کو بلوایا گیا، مفتی صاحب نے واپس مدرسہ حسین بخش میں آنے کی پیش کش کی اس پر مجلسِ شوریٰ کے صدر حکیم ڈاکٹر معین الدین بقائی نے کہا کہ درخواست آپ نہ کریں، بلکہ ہم خود آپ سے مدرسہ حسین بخش میں تشریف آوری کی درخواست کرتے ہیں، آپ جس منصب کو چھوڑ کر گئے تھے وہ آج بھی آپ کا منتظر ہے، آپ نے بخوشی منظور فرمایا، اس طرح آپ شکریہ کے ساتھ واپس مدرسہ حسین بخش تشریف لے گئے۔ مولانا اعجاز اللہ قاسمی سابق شیخ الحدیث مدرسہ حسین بخش کے وصال کے بعد آپ ہی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے **(فللّٰہ الحمد علی ذٰلک)**

ع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

علم حدیث اور فقہ میں آپ خداداد صلاحیت کے حامل ہیں۔ آپ کے مزاج میں سادگی اور خاکساری نمایاں طور پر نظر آتی ہے آپ کی مجلس، علمی مذاکرہ اور ذکرِ خیر سے معمور اور لایعنی وذکرِ شر سے دور رہتی ہے۔ آپ کا درس وتدریس کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہیں ہے۔ بندے کی آپ سے ملاقات کے لئے جب بھی حاضری ہوئی تو مطالعۂ کتب میں غرق پایا، مسجد رحمانی اجمیری گیٹ پر عرصۂ دراز تک امامت وخطابت کرتے رہے بعدہٗ جامع مسجد کے علاقہ کی ایک مسجد میں امام مقرر ہوئے، اب کئی سالوں سے امامت تو چھوڑ دی البتہ کسی مسجد میں تفسیرِ قرآن کا درس دیتے ہیں جس سے کم علم لوگ بھی سیراب ہوتے ہیں، آپ نے اپنے علاقۂ میوات میں اپنے قرب وجوار کی بڑھتی ہوئی

تعلیمی پسماندگی اور دینی خستہ حالی کے پیشِ نظر پنہانہ کے قریب شکراوا روڈ پر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء میں جامعہ اسلامیہ دارالعلوم عزیزیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی ماہِ ستمبر ۲۰۲۰ء میں چند رفقاء سفر مولانا بشیر احمد قاسمی مفتی محمد رفیق اور مفتی خضر وغیرہ حضرات کی معیت اس ادارے میں حاضری کا اتفاق ہوا، تعلیم تو لاک ڈاؤن کی وجہ سے بند تھی مگر تعمیری اعتبار سے دِل خوش ہوگیا، اُمید ہے کہ تعلیم بھی بہتر ہو خدا کرے ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے علم، عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

منزل پہ مجھے دیکھ کے حیراں ہیں مرے دوست
دیکھے نہ کسی نے بھی مرے پاؤں کے چھالے

آپ کے زمانہ کے اساتذۂ کرام :

☆ حضرت مولانا مفتی نصیر الدین صاحب سابق صدر مدرس وشیخ الحدیث
☆ حضرت مولانا فقیہ الدین صاحب مدرس وناظم تعلیمات
☆ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدرس
☆ حضرت مولانا محمد اکرام صاحب مدرس
☆ حضرت مولانا مفتی بشیر الدین صاحب مدرس
☆ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب مدرس
☆ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب قاسمی مدرس
☆ حضرت مولانا ظفر الدین صاحب مدرس

☆ حضرت مولانا عبدالوکیل صاحب قاسمی مدرس

مولانا عبدالماجد قاسمی صاحب

آپ رامپور کے رہنے والے تھے مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں مدرسہ کے رُکن وخازن جناب محمد نسیم ایڈوکیٹ کی سفارش پر ہوا تھا مگر موصوف کے بارے میں منتظمین کوفرائض منصبی کی انجام دہی میں تفریط کی شکایتیں موصول ہونے لگیں جس کی وجہ سے ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں موصوف خود ہی مستعفی ہوگئے، آپ پہلے مدرسہ عالیہ فتحپوری میں درجہ حفظ کے مدرس تھے جبکہ لال مسجد پنجابی پھاٹک میں ایک عرصہ تک امام وخطیب رہے۔

مولانا مفتی خلیل احمد قاسمی

آپ کا وطن دیناجپور بنگال ہے عمدہ صلاحیت کے مالک ہیں مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ۱۹رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۴راپریل ۲۰۰۱ء میں ہوا، آپ کا مدرسہ عبدالرب میں دو سال تک تدریسی سلسلہ جاری رہا، اس دوران ابتدائی اور درمیانی درجات کی کتابیں زیر تدریس رہیں۔

ماشاءاللہ علمی صلاحیت میں آپ کا کوئی جواب نہ تھا، شعروشاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے، فانی تخلص ہے، اسباق اور وقت دونوں کے پورے پابند، ماشاء اللہ طلبہ بھی مطمئن اور مانوس رہے تاہم بعض مسائل کی وجہ سے آپ کو آزمائشی حالات سے گذرنا پڑا، ہوا یہ کہ مدرسہ عبدالرب میں تدریس کے دوران مسجد کوتانہ سوئیوالان، جامع مسجد میں امامت کرتے تھے، آپ نے ایک پمفلیٹ شائع کیا

جس میں فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے التزام کو بدعت لکھا، اُس پر لوگوں نے قریب کے اربابِ افتاء سے استفسار کیا تو وہ اُس پمفلیٹ کے خلاف آیا جس کی وجہ سے بدمزگی پیدا ہوئی اور عوام میں غلط تأثر پھیل گیا کوئی غیر مقلد ہونے کا الزام لگاتا تو کوئی کچھ اور، **العوام کالانعام** جتنے منھ اُتنی باتیں بالآخر امامت کو خیر آباد کہنا پڑا۔

مدرسہ عبدالرب میں ۱۱ر شوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء تک تدریسی خدمات میں مصروف رہے۔ اُس کے بعد مدرسہ کنز العلوم پٹن گجرات میں مسند شیخ الحدیث کے لئے مقرر ہوئے، چند سال کے بعد پھر دہلی تشریف لے آئے اور مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی میں صدر مدرس و مفتی جیسے کئی عہدوں پر فائز ہوئے۔ مگر یہاں بھی تین چار سال ہی رہے آخر کار مستعفی ہو کر وطنِ مالوف تشریف لے گئے اُس کے بعد کی خبر نہیں۔

بہرحال اللہ رب العزت موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

مفتی عبدالوکیل قاسمی سہارنپوری

مولانا عبدالوکیل ولد عرفان الحق ولد مولانا حشمت علی، ۵ر جولائی ۱۹۷۶ء دیوبند کے قریب واقع چھوٹا سا گاؤں سوہن چڑہ میں پیدا ہوئے، باغ بہار طبیعت پائی ہے، خوش طبع ملنسار اور نہایت کفایت شعار ہیں، آپ کے جد امجد بابائے قوم مصلح امت حضرت مولانا حشمت علیؒ بڑے جید علماء میں سے تھے، ۱۰۰ سال کے قریب عمر پائی، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے طویل عرصہ مہتمم رہے اور اُس کو اپنی جہد مسلسل سے بامِ عروج تک پہونچایا۔

آپ کے تعلیمی سفر کی بسم اللہ جدامجد نے خود کرائی، اردو ناظرہ کے بعد آپ کے برادرِ معظم مولانا عبدالمتین صاحب آپ کو دہلی لے آئے اور مدرسہ ترتیل القرآن کٹرہ ربّی اجمیری گیٹ میں داخل کرادیا، وہاں حافظ محمد فرقان صاحبؒ کی ماتحتی میں رہ کر حفظِ قرآن مکمل کیا اُس کے بعد نعمانیہ اسکول گلی راجان فراشخانہ میں ہندی انگریزی اور ریاضی کی پانچ کلاسیں پڑھیں پھر ابتدائی فارسی اور عربی مدرسہ حیات العلوم نلہیڑہ یوپی میں پڑھ کر درسِ نظامی کا مشہور مدرسہ خادم العلوم باغوں والی میں اگلی جماعت میں داخل ہوئے، یہاں تین سال زیر تعلیم رہے، ہر سال اعلیٰ وامتیازی درجے سے کامیابی حاصل کی بالآخر اُمّ المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخلے کی مبارک و پُرمسرت ساعت آئی، دارالعلوم میں امدادی داخلہ ہوا، اس علم و ہنر کے شہر میں تین سال تک تحصیل علم وفن میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہ کر شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۸ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی بعد ازاں حضرت مفتی عبدالرحمنؒ صدر مفتی و مہتمم مدرسہ امینیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر باقاعدہ شعبۂ دارالافتاء میں داخل ہوئے اور باضابطہ سند افتاء حاصل کی پھر ۲۰۰۱ء میں راقم الحروف کے دو ماہ بعد مدرسہ عبدالرب میں مدرس مقرر ہوئے طرزِ تدریس عمدہ اور قابل اطمینان ہے، زبان بہت سادہ بناوٹ وسجع سے خالی اور مزاحی گفتگو کے عادی ہیں۔

ماشاءاللہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۱ء سے برابر سلسلۂ تدریس جاری ہے، کوچہ رائے مان میں واقع اونچی مسجد میں اُسی زمانے سے امام ہیں اور عوام الناس کے درمیان قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اور مواعظ وتقاریر کا سلسلہ بھی چل رہا ہے، اللہ تعالی موصوف کی علمی دینی سرگرمیوں میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا مفتی محمد ایوب سہارنپوری

(متوفی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۴ء)

سابق شیخ الحدیث وصدرالمدرسین مدرسہ عبدالرب دہلی

آپ ضلع سہارنپور کے قریب واقع ایک قصبہ سیکری کے باشندے تھے، ابتدائی تعلیم قریبی گاؤں کے مکتب منظورالقرآن، بڈھا کھیڑا میں پاکر جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں عربی درجات میں داخل ہوئے ابتدائی عربی فارسی سے دورۂ حدیث شریف تک وہیں پڑھتے رہے حدیث کی مزید تشنگی بجھانے کے لئے ایک سال دارالعلوم دیوبند میں بھی داخل ہوئے اور سند فراغت حاصل کی، اس طرح آپ نے دورۂ حدیث دومرتبہ پڑھا، بڑے محنتی جفاکش تھے آپ کی علومِ اسلامیہ سے فراغت دارالعلوم دیوبند سے ہوئی۔

مدرسہ عبدالرب میں درس وتدریس

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں ہوا، تدریس کے ساتھ خوریجی کی مکی مسجد میں امام وخطیب تھے، مسجد سے مدرسہ آنا جانا بذریعہ سائیکل ہوتا تھا، نہایت سادہ مزاج سادہ زبان ہونے کے علاوہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بہت نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

آپ نے مدرسہ عبدالرب میں ۱۴ر برس تدریسی خدمات انجام دیں تمام درجات کی مختلف کتابوں کے اسباق آپ سے وابستہ رہے، تدریس کے ساتھ مدرسہ کے کتب خانہ کی ذمہ داری بھی سنبھالتے۔عہدہ سے ہمیشہ دور بھاگتے تھے۔ چنانچہ

جب مفتی نصیرالدین سابق شیخ الحدیث وصدرالمدرسین استعفاء دے کر چلے گئے تو آپ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کردیا لیکن منتظمہ کمیٹی کے اصرار پر آپ مجبور ہوگئے اور بالآخر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۲ء میں آپ شیخ الحدیث وصدرالمدرسین کے مبارک عہدے پر فائز کردئے گئے۔

مرض الوفات اور مجلسِ شوریٰ کا حسن سلوک

منصب صدارت و شیخ الحدیث پر فائز ہوئے ایک سال بھی نہیں گذرا کہ اچانک آپ کینسر کے مرض میں مبتلا ہوگئے، اِس موذی مرض کی وجہ سے بدن میں روز بروز کمزوری بڑھتی گئی آخیر میں مدرسہ آنے سے بالکل معذور ہوگئے، اسباق ناغہ ہونے لگے تو ناظم تعلیمات مولانا اختر ہاشمی نے بخاری جلد اول جیدالاستعداد مدرس مفتی انوارالحق صاحب اور جلد ثانی بندہ راقم الحروف کے حوالے کردی۔

اِس بیماری اور کسمپرسی کے عالم میں ہمارے مدرسہ کی مجلسِ شوریٰ لائق تشکر و امتنان ہے کہ وہ اپنی سابق روایت کی طرح مفتی محمد ایوب صاحب کو از راہِ ہمدردی ہر ماہ تنخواہ ادا کرتی رہی، منشی رحیم الدین صاحب کے ذریعہ پہنچائی جاتی رہی، مجلس نے ذرا بھی اُکتاہٹ کا احساس نہ کیا، تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ اسی حال میں گزرا۔

ایک مرتبہ مفتی ایوب صاحب نے منشی جی سے کہا کہ جب میں مدرسہ کی خدمت کرنے سے معذور ہوں تو مجھے تنخواہ کس بات کی؟ منشی جی نے کہا کہ مجھے جیسا حکم ہے میں اُسی کا پابند ہوں البتہ آپ کی بات میں محترم سکریٹری صاحب تک پہنچا دوں گا، چنانچہ منشی نے جب سکریٹری صاحب سے اُن کی یہ بات نقل کی تو سکریٹری

صاحب نے فرمایا کہ یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے۔

وفات حسرت آیات

بہرحال ڈیڑھ سال کی بیماری کی سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد یعنی یکم ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ ۴؍جنوری ۲۰۰۴ میں مفتی محمد ایوب صاحب واصل الی اللہ ہوگئے۔جس شب میں وصال ہوا اُس میں آپ کو غیر معمولی افاقہ ہوگیا تھا اور خود بھی کہہ رہے تھے کہ اب تو میں ٹھیک ہوں، نیچے کی منزل سے مکان مالک کو بلوایا اور کہا کہ اب ہم چلے، کہا سنا معاف کرنا، اہل خانہ کو طبیعت میں افاقہ دیکھ کر خوشی بھی ہوئی لیکن اس جملے نے سب کو غمزدہ بھی کردیا ،اُس کے بعد دو نفل ادا کئے سب کو سلام کر کے لیٹ گئے اور روح مبارک ،جسدِ خاکی سے پرواز کرگئی۔

سادگی فطرت میں تھی شہرت سے تھے وہ بے نیاز
باصفا ہمدرد انساں نیک سیرت پاک باز

آپ کی عمر تقریباً پینتالیس سال تھی آپ کو وطن مالوف سیکری سہارنپور میں دفن کیا گیا بندہ ایک مدرس مولانا محمد طاہر میرٹھی کی معیت مولانا مرحوم کی قبر پر بھی گیا اللہ تعالیٰ مولانا کی قبر کو ٹھنڈا فرمائے۔اور دینی خدمات کو قبول فرمائے۔

قطعۂ تاریخِ وفات

مولوی ایوب محبوبِ خدا		ہوگئے منھ موڑ کے ہم سے جدا
اپنے ماتحتوں پہ تھے بیحد شفیق		معاملہ فہمی میں با نظرِ دقیق
مغفرت ہو اُن کی یا رب بال بال		سالِ رحلت از خدائے ذوالجلال

آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''از خدائے ذوالجلال'' سے سن وفات ۱۴۲۴ھ ہے۔

آپ کے زمانہ میں اساتذۂ کرام :

☆ حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب سہارنپوری صدر مدرس وشیخ الحدیث

☆ حضرت مولانا فقیہ الدین صاحب دہلوی ناظم تعلیمات ومدرس

☆ حضرت مولانا مفتی بشیرالدین صاحب رٹول مدرس

☆ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب دیناجپوری (مدرس ۱۴۲۲ھ تا ۱۴۲۳ھ)

☆ حضرت مولانا ظفرالدین صاحب بھرتپوری (مدرس ۱۴۲۱ھ تا حال)

☆ حضرت مولانا مفتی عبدالوکیل صاحب سہارنپوری مدرس ۱۴۲۲ھ تا حال

☆ حضرت مولانا مفتی انوارالحق بجنوری مدرس ۱۴۲۴ھ تا حال

☆ حضرت مولانا محمد طاہر صاحب میرٹھی مدرس ۱۴۲۳ھ تا حال

مفتی انوارالحق قاسمی بجنوری

مولانا مفتی انوارالحق ولد شمیم احمد ساکن نصیب پور کلالی، تحصیل دھامپور، ضلع بجنور، ۱۰/مارچ ۱۹۷۶ء کو پیدا ہوئے، آپ کے والد خوریجی دہلی میں رہنے لگے وہیں حضرت مفتی محمد ایوب صاحب امامت کرتے تھے ۱۹۹۰ء میں مفتی انوار الحق ۱۴/

۱۵/سال کے تھے، حفظ کرکے فارغ ہو چکے تھے، انہی دنوں میں مفتی محمد ایوب صاحب مدرسہ عبدالرب میں مدرس بنے، محترم والد صاحب نے مفتی ایوب صاحبؒ سے کہا کہ ہمیں اپنے بچے کو مولوی بنانا ہے، کہیں داخلہ کرا دیجئے، مفتی صاحب نے آپ کا داخلہ مدرسہ عبدالرب میں کرادیا، اور اتنا ہی نہیں بلکہ سائیکل سے اپنے ساتھ لانا لے جانا بھی کرتے، اس طرح آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عبدالرب میں ہوئی اُس کے بعد بجنور کے مختلف مدرسوں میں رہ کر دارالعلوم دیوبند پہنچے، دارالعلوم دیوبند سے ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں فضیلت اور اُس کے دوسرے سال افتاء کا کورس مکمل کیا۔

فراغت کے بعد فخر العلوم گانوڑی بجنور سے تدریسی سلسلے کا آغاز کیا یہاں تین سال مدرس رہے۔

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ماہ محرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں ہوا ماشاءاللہ جیدالاستعداد، قابل اور طلبہ میں نہایت مقبول ہیں، مفتی محمد ایوب صاحب کی ایام علالت میں بخاری جلد اوّل آپ ہی کو دی گئی، خارجی وقت میں بھی دو دو گھنٹہ پڑھاتے، بہت محنت و جفاکشی کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاتے تھے۔ اپنی رہائش گاہ رانی گارڈن شاستری نگر سے روزانہ مدرسہ کے لئے ایسی سائیکل سے تشریف لاتے جس کا مرگھاٹ ٹوٹا ہوا تھا، نہایت غربت وافلاس کا دور دیکھا ہے مگر موصوف کے دِل میں یہی جذبہ تھا کہ وہ کسی طرح علمی تدریسی سلسلے سے وابستہ رہیں۔

لیکن مفتی محمد ایوب کے وصال کے بعد جیسے ہی مفتی بشیر الدین صاحب منصب صدارت پر متمکن ہوئے، تو آپ محسودیت کے شکار ہو گئے، یہاں تک کہ آپ

کا سلسلۂ تدریس بعض ناعاقبت اندیش حاسدوں کی ضرررسانی کے باعث منقطع ہوگیا تھا، مدرسہ چھوٹ جانے کے بعد آپ خاموشی سے گھر بیٹھ گئے اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوگئے۔ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء کے بعد جب حالات کافی بدل گئے، پہلی جیسی بات نہ رہی تو موصوف مدرسہ بلا لئے گئے اور دوبارہ سے پھر سلسلۂ تدریس میں مشغول ہوگئے، مگر ۲ر گھنٹے ہی پڑھاتے ہیں، مسلم شریف، نسائی، ابن ماجہ نیز مؤطا محمد پڑھاتے ہیں اور کوئی تنخواہ نہیں لیتے بلکہ جلسۂ ختم بخاری شریف کے موقع پر اور ماہِ رمضان میں خود بھی مدرسہ کی امداد کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی امداد کراتے ہیں۔ رانی گارڈن نئی دہلی میں اپنا ذاتی مکان اور کارخانہ ہے سامان تیار ہو کر بازار میں پہنچتا ہے۔ اللہ تعالی مولانا موصوف کو مزید ہمت وتوانائی عطا فرمائے۔ آمین

مشقت کی ذِلت جنھوں نے اُٹھائی　　انہی کو ملی ہے ہمیشہ بڑائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں　　ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

مولانا محمد طاہر قاسمی میرٹھی

مولانا محمد طاہر بن شاکر علی ضلع میرٹھ میں قصبہ ہرّا کے رہنے والے ہیں، دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرکے، ڈیڑھ سال میرٹھ کے ایک مدرسہ میں درسِ نظامی کے لئے مقرر ہوئے اس کے بعد ایک سال کمال پور کے مدرسہ میں تدریسی فرائض انجام دیئے، ۲۰۰۳ء میں آپ کا مدرسہ عبدالرب میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا ، ماشاء اللہ وقت کے پابند اور محنت و پابندی سے پڑھاتے ہیں، الحمد للہ بخیر و عافیت اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضرت مولانا مفتی بشیر الدین قاسمی

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا مفتی بشیر الدین قاسمی ولد رئیس الدین صاحب کا آبائی وطن قصبہ رٹول ضلع باغپت ہے، ۱۵رفروری ۱۹۶۷ء میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں ہوئی اُس کے کچھ سال بعد مدرسہ امینیہ دہلی کے شعبۂ افتاء میں داخل ہو کر جید عالم دین حضرت مفتی عبد الرحمن صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور سند افتاء حاصل کی، تحصیل علم کے بعد دہلی کے مؤقر ادارہ جامعہ بیت العلوم جعفرآباد سے سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا اُس کے بعد ایک عرصہ تک حضرت مولانا مفتی ظفر الدین احمد میواتی کے معروف ادارہ مدرسہ باب العلوم جعفرآباد میں بھی درسِ نظامی کی ابتدائی درجات کی کتب پڑھائیں۔

مدرسہ عبدالرب میں تقرری

آپ کا تقرر مدرسہ عبدالرب میں ۲۳رمحرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۳۱رمئی ۱۹۹۷ء میں ہوا، آپ کا مدرسہ ھذا میں زمانۂ تدریس ۱۴رسال ۷رماہ تک رہا آپ نے اس دوران تقریباً تمام درجات کی مختلف کتابوں کا درس دیا۔

فرض شناسی

آپ وقت کے بہت پابند تھے وقت کی پابندی کا حال یہ تھا کہ مدرسہ کے مقررہ وقت سے پہلے ہی آپ کا قدم مدرسہ کی چہار دیواری میں پڑ جاتا، موسم کی خرابی

آپ کے نظام الاوقات میں کبھی حائل نہ ہوئی۔

مدرسہ میں پورا وقت دینا اور پابندی سے پڑھانا یہ مدرسہ کے ساتھ وفاداری کے علاوہ اپنی ذمہ داری بھی ہے، جو اساتذہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں وہ طلبہ اور مدرسہ کے حق میں خیانت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خیانت کو معاف نہیں کرے گا۔آپ ان خوبیوں کے حامل تو تھے ہی اس کے علاوہ تمام اساتذہ میں سب سے کم چھٹیاں کرتے تھے، رُخصتِ اتفاقیہ کے استحقاق سے بھی پورا فائدہ نہیں اُٹھایا، حیرت کی بات ہے کہ آپ کے ساڑھے چودہ سالہ مدت میں چودہ چھٹیاں بھی نہیں، مدرسہکے رکارڈ کے مطابق مجموعی طور پر بمشکل ۱۲ر چھٹیاں ملتی ہیں جس میں رخصت بیماری بھی شامل ہے۔ فللّٰہ الحمد علی ذلک

مفتی نصیرالدین صاحب سابق شیخ الحدیث وصدر مدرس کے زمانے میں مختصر المعانی اور جلالین وغیرہ تک کی کتب آپ کے زیر درس رہیں پھر مفتی محمد ایوب صاحب کے زمانے میں اپنی جدوجہد سے ترمذی اور ابوداؤد حاصل کرلیں۔

عہدۂ صدارت

جب حضرت مفتی محمد ایوب صاحب سابق شیخ الحدیث وصدر مدرس کا وصال ہوگیا تو مولانا صبیح الحسن اختر ہاشمی سابق ناظم تعلیمات نے آپ کو صدر مدرس نامزد کردیا، جبکہ بخاری جلد اول مفتی انوارالحق قاسمی اور جلد ثانی راقم الحروف ہی کے زیر تدریس رہی، لیکن کچھ حالات ایسے بنائے گئے کہ مفتی انوارالحق مجبوراً مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تو شیخ الحدیث بھی آپ ہی بن گئے۔مفتی انوارالحق کے بعد کچھ اور اساتذہ

کے ساتھ بھی اسی طرح کے حالات پیش آئے مگر وہ بفضل اللہ جمے رہے۔

آپ ہی کے عہدِ صدارت میں طلبۂ مدرسہ ہذا کے حجروں میں پنکھے لگائے گئے، یہ بات ۲۰۰۵ء کی ہے اس سے قبل دار الاقامہ کے حجروں میں طلبہ بغیر پنکھوں کے رہتے تھے، موسمِ تابستاں میں طلبہ کو بہت تکلیف سے گذرنا پڑتا تھا، چند طلبہ نے ہمت کر کے مؤثر انداز میں اور مکمل آداب وضوابط کی رعایت کرتے ہوئے منتظمین کے سامنے اپنا یہ جائز مطالبہ پیش کیا، بالآخر مجلس شوریٰ کے نائب صدر حاجی محمد موسیٰ بٹلہ صاحب نے مہمانانِ رسول ﷺ کی مشقت آزما پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے اس کے لئے سعیٔ مشکور کی اور اسے منظوری عطا فرمائی۔

صدر مدرس حضرت مولانا مفتی بشیر الدین صاحب طلبہ کے ساتھ پوری ہمدردی کرتے، زیادہ مستحق طلبہ کا خاص خیال رکھتے حتی الامکان آپ کی کوشش رہتی کہ طلبہ ہر تکلیف سے آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ تعلیم حاصل کریں۔ اہل انتظام سے دفع تکالیف کی سفارش بھی کرتے، بعض دفعہ اپنی جیبِ خاص پر یہ بار ڈالنے میں کچھ دریغ نہ کرتے بلکہ بعض اساتذہ کے حق میں بھی آپ کا رویہ رواداری اور خیر سگالی کا رہا۔

آپ کا استعفاء

آپ کی تدریسی کارکردگی بہت عمدہ رہی لیکن منصب صدارت وشیخ الحدیث پر فائز ہوجانے کے بعد ذمہ داریوں کا بوجھ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا جس کے باعث انتظامی امور میں بہت سی ناخوشگواریاں درپیش ہوئیں۔

بالآخر ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ جولائی ۲۰۱۱ء میں منتظمہ کی مجلس منعقد ہوئی جس میں

آپ سے گفت وشنید ہوئی پھر اسی مجلس میں آپ ازخود مستعفی ہو گئے۔

استعفاء کے ایک عرصہ بعد آپ دارالعلوم زکریا دیوبند میں بھی کچھ وقت مدرس مقرر ہو گئے۔تقریباً ۳؍سال جامعۃ البنات شاہین باغ اوکھلا میں شیخ الحدیث رہے۔

آپ قصبہ رٹول باغپت کے رہنے والے ہیں اور دہلی کے علاقہ جمنا پار برہم پوری میں اپنا ذاتی مکان بھی ہے ماشاءاللہ آسودہ حال ہیں، آپ کے سبھی بچے الحمدللہ اہل علم ودیندار ہیں ، اورعلمی دینی خدمات سے وابستہ بھی ہیں ، اللہ تعالیٰ مولانا کی مساعی جمیلہ کوقبول فرمائے۔آمین۔

غلط است آنچے کہ مدعی گوید
مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

آپ کے زمانہ میں اساتذۂ کرام :

☆ حضرت مولانا مفتی بشیرالدین قاسمی صدرالمدرسین وشیخ الحدیث
☆ حضرت مولانا ظفرالدین قاسمی مدرس
☆ حضرت مولانا مفتی عبدالوکیل قاسمی مدرس
☆ حضرت مولانا محمد طاہر میرٹھی مدرس
☆ حضرت مولانا مفتی انوارالحق بجنوری مدرس
☆ حضرت مولانا مفتی رئیس احمد میرٹھی (مدرس ۱۴۲۴ھ تا ۱۴۳۳ھ)
☆ حضرت مولانا مفتی محمد زاہد حسن مظفرنگری (مدرس ۱۴۲۵ھ تا ۱۴۳۲ھ)

☆ حضرت مولانا محمد عمر میواتی (مدرس ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ تا ۲۰ محرم ۱۴۲۵ھ)

☆ حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل بدایونی (مدرس ۱۴۲۵ھ تا ۱۴۳۳ھ)

☆ حضرت مولانا مفتی محمد الیاس قاسمی (مدرس ۱۴۲۹ھ تا ۱۴۳۷ھ)

مفتی رئیس احمد قاسمی میرٹھی

مولانا رئیس احمد ولد محمد یعقوب ساکن جسرڑ، ضلع میرٹھ، ۸؍اگست ۱۹۸۰ء میں پیدا ہوئے آپ نے ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی، افتاء مدرسہ امینیہ دہلی سے کیا، ماشاء اللہ مدرسہ کے لائق فائق اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے، گاہے گاہے مدرسہ میں فتویٰ نویسی کا کام بھی آپ سے متعلق رہتا تھا، مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تدریسی سلسلہ محرم ۱۴۲۴ھ سے شعبان ۱۴۳۳ھ تک (دس سال پر مشتمل رہا) جیدالاستعداد اور سریع الفہم ہیں۔

مدرسہ میں ابتدائی درمیانی اور موقوف علیہ درجات کی مختلف کتابیں زیر تدریس رہیں، دورۂ حدیث میں مسلم شریف پڑھاتے تھے، الحمد للہ مدرسہ کے صدر مدرس مولانا بشیر الدین صاحب کی آپ پر خاص عنایتیں رہیں آپ بھی صدر مدرس صاحب کے خاص مشیر و معاون تھے، بالآخر ۲۰۱۲ء شعبان ۱۴۳۳ء میں بعض وجوہات کی بنا پر مدرسہ سے علاحدگی ہوئی، تدریس کے ساتھ آپ پہلے اجمیری گیٹ پر واقع رحمانی مسجد میں امامت کرتے پھر جمنا پار برہم پوری کی مکہ مسجد میں امامت و

خطابت کے لئے مقرر ہوئے، اب بھی وہیں ہیں۔

مفتی محمد اسماعیل قاسمی بدایونیؒ

مولانا محمد اسماعیل ولد اشراق علی ۱۹۷۲ء میں اپنے آبائی وطن ٹکرالہ، بدایوں، یوپی میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز فاضل، عمدہ صلاحیت اور ہنگامی حالات میں سیاسی شعور کے حامل، اور اچھے خاصے تبصرہ نگار وشعلہ بیاں مقرر تھے، البتہ مزاج میں تنقیدی عنصر غالب تھا۔

مدرسہ ہذا میں آپ کی تدریسی خدمات کی مدت ۹؍سال رہی، اس دوران موقوف علیہ تک کی مختلف کتابوں کا درس دیا، کمیت سے کہیں زیادہ کیفیت پر توجہ مرکوز رکھتے جس کی وجہ سے کتابیں معتد بہ حصے تک نہیں ہو پاتی تھیں، طلبہ آپ سے مانوس و مطمئن رہے، لیکن آپ اپنی ذاتی مصروفیتوں اور عدیم الفرصتی کے باعث مدرسہ میں پورا وقت نہیں دے پاتے تھے جس کی وجہ سے ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء میں مدرسہ سے علیحدگی ہوئی۔ مدرسہ میں تدریس کے دوران جمنا پار کے حلقہ ویلکم میں واقع ''مسجد فردوس'' میں تقریباً دس، گیارہ؍سال امامت کی، اس کے بعد شاہی مسجد خوریجی میں امام مقرر ہوئے، اسی دوران موصوف ٹی۔بی۔ کے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے تو دہلی چھوڑ کر امروہہ میں رہائش اختیار کر لی، علاج معالجہ کی لاکھ کوشش کی لیکن اللہ کا حکم نہ تھا۔ انتقال سے کچھ دن پہلے علاج کے لئے دہلی آئے، شاہی مسجد خوریجی میں قیام فرمایا اور وہیں ۸؍اپریل ۲۰۲۱ء مطابق ۲۵؍شعبان ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات صبح ۱۱؍بجے آخری سانس لی۔ مغرب بعد تجہیز وتکفین اور بعد عشاء تدفین عمل میں آئی، غسل

دینے میں راقم اور مفتی بشیرالدین بھی شریک رہے۔نماز جنازہ مفتی رئیس احمد صاحب نے پڑھائی، مفتی عبدالوکیل صاحب تدفین میں شامل ہوگئے تھے، مرحوم خوریجی کے قبرستان میں سپردِ خاک کئے گئے۔ اولاد میں ۲/بیٹے اور ا/بیٹی ہے۔ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

مفتی محمد زاہد حسن قاسمی مظفرنگری

مولانا محمد زاہد حسن ولد مولانا ظریف احمد قاسمی آپ کی ولادت ۲/مارچ ۱۹۷۳ء کو اپنے وطن سروٹ، ضلع مظفرنگر میں ہی ہوئی، ابتدائی تعلیم حفظِ قرآن، اُردو، فارسی، عربی جماعت کافیہ تک گھر کے قریب معروف ادارہ جامعہ محمودیہ سروٹ میں اپنے والد بزرگوار کی زیرنگرانی پائی، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور دورۂ حدیث شریف تک تین چار سال یہیں پڑھے، ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں دورہ سے فراغت ہوئی اگلے سال مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد یوپی جاکر افتاء کی سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد دہلی کی مختلف مساجد سے وابستہ ہوکر امامت خطابت اور درسِ قرآن کی شکل میں دینی خدمت انجام دی، اخیر میں لال مسجد پنجابی پھاٹک میں امام مقرر ہونے کے بعد درسِ نظامی کی تدریس کے لئے کوشش کرتے رہے، بالآخر مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ہوا اور ۱۴۲۵ھ تا ۱۴۳۲ھ سات سال مدرسہ میں مدرس رہے، ابتدائی اور درمیانی درجات کی کتابیں پڑھاتے تھے ظریف الطبع اور خوش مزاجی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، مواقع تہم سے احتراز کرتے ہیں، مدرسہ عبدالرب سے علیٰحدہ ہونے کی بھی کچھ ایسی ہی وجہ تھی، مزاج میں نفاست اور شرافت بہت زیادہ

ہے، اکتوبر ۲۰۲۰ء تک لال مسجد پنجابی پھاٹک بلیماران میں تقریباً ۱۹؍سال امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے ، جہاں پہلے مولانا عبدالماجد تھے۔

راقم (ظفرالدین قاسمی) کے عہدِ صدارت کے اساتذۂ کرام:

راقم ظفرالدین قاسمی (صدر مدرس)

حضرت مولانا محمد افتخار حسین (شیخ الحدیث)	از ۲۰۱۳ء تا حال
حضرت مفتی عبدالوکیل قاسمی	از ۲۰۰۱ء تا حال
حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی	از ۲۰۰۳ء تا حال
حضرت مفتی انوارالحق قاسمی	از ۲۰۰۳ء مع وقفہ تا حال
حضرت مفتی رئیس احمد قاسمی	از ۲۰۰۴ء تا ۲۰۱۲ء
حضرت مفتی محمد زاہد حسن قاسمی	از ۲۰۰۵ء تا ۲۰۱۱ء
حضرت مفتی محمد اسماعیل قاسمی	
حضرت مفتی محمد الیاس قاسمی	از ۲۰۰۹ء تا ۲۰۱۵ء

حضرت مفتی محمد قاسم قاسمی

حضرت مفتی محمد عاقل قاسمی

حضرت مفتی انیس الرحمن قاسمی

حضرت مفتی محمد ایوب قاسمی

حضرت مولانا محمد راشد ندوی

مولانا محمد افتخار حسین قاسمی مدنی

مولانا محمد افتخار حسین ولد برکت اللہ صوبہ بہار، ضلع کٹیہار کے ایک گاؤں روتارا میں یکم رمئی ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے، مختلف مدارسِ دینیہ میں تعلیم پائی، سند فضیلت دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۷۸ء میں حاصل کی، فضیلت کے بعد ملک کی متعدد یونیورسٹیز سے علومِ عصریہ کی تحصیل فرمائی، علمی استعداد واشتیاق کی بنیاد پر حجازِ مقدس (سعودیہ عربیہ) کے لئے بھی رختِ سفر باندھا، چنانچہ ۱۹۸۴ء میں اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ اور ۱۹۸۵ء میں مرکز تدریب الائمہ مکہ مکرمہ میں رہ کر باقاعدہ و باضابطہ سند حاصل کرنے کا شرف ملا، اس طرح آپ قاسمی، مدنی اور مکی تین علمی نسبتوں کے حامل بنے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ سے فارغ ہونے کے بعد اسی سال دہلی کے مشہور ادارہ مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ میں مدرس مقرر ہوئے، وہاں تقریباً ۲۰ رسال ۲۰۰۵ء تک درسِ نظامی کی کتبِ معقولات ومنقولات کی تدریس میں بڑی محنت اور اخلاص ولگن کے ساتھ مشغول رہے، مدرسہ امینیہ سے علاحدگی کے بعد جامعہ عربیہ بیت العلوم جعفرآباد میں سات سال بحیثیتِ مدرس رہے، یہاں بھی فقہ، منطق، حدیث وتفسیر جیسے علوم وفنون سے وابستہ رہے، پھر ۲۰۱۳ء میں آپ نے حاجی نذیر الحق پراچہ (رُکن مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب) کی فرمائش پر مدرسہ عبدالرب میں آنا منظور فرمالیا، یہ سلسلہ تادمِ تحریر باقی ہے اور مسندِ حدیث کو جِلا بخش رہے ہیں، ماشاءاللہ فن تدریس میں ماہرانہ صلاحیت کے مالک ہیں، قادرِ مطلق نے آپ کو انبساطِ وجہ، سنجیدگی، متانت

وتحمل جیسے اوصافِ حمیدہ سے بھی خوب نوازا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو اور ہم سب کو ہر قسم کے شر ورفتن سے محفوظ فرمائے۔آمین

مفتی محمد قاسم دہلوی:

مولانا مفتی محمد قاسم ولد مولانا ریاض احمد، ساکن بستی حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی، ۶/فروری ۱۹۸۹ء میں پیدا ہوئے، مولانا کے والد صاحب جید عالم فاضل ہیں ایک عرصہ تک مدرسہ کاشف العلوم مرکز میں سلسلۂ تدریس سے وابستہ رہنے کے ساتھ کم وبیش ۵۰/سال ملک و بیرونِ میں دعوت وتبلیغ کے لئے بہت سے اسفار کر چکے ہیں حضرت جی مولانا انعام الحسن جب تک بقید حیات رہے، مرکز کے مشورہ کی کاپی آپ ہی کے قلم سے لکھی جاتی رہی، تقریباً ۲۵/سال آپ حضرت جی کے خادم ہی نہیں بلکہ معتمد علیہ ومخصوص حضرات میں آپ کا شمار ہوتا۔

مولانا قاسم نے مدرسہ حفظ القرآن حوض رانی میں داخل ہوکر دینیات وحفظِ قرآن کی مکمل تعلیم حاصل کی، فارسی کی کتابیں مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین اولیاء میں پڑھیں، اس کے بعد از ہرہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لےلیا اور ۱۱/سال کا طویل عرصہ دارالعلوم کے علمی ماحول میں رہ کر گذارا، آپ اپنی خداداد صلاحیت و صالحیت کی وجہ سے اساتذۂ کرام بالخصوص امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے منظورِ نظر رہے، آپ کو اُن کی شفقت بھری توجہات سے حصۂ وافر نصیب ہوا، اور موجودہ شیخ الحدیث حضرت علامہ قمرالدین صاحب گورکھپوری کے سفر و حضر میں بھی بحیثیتِ خادم ساتھ رہے۔

۲۰۱۰ء میں دورۂ حدیث اور ۲۰۱۱ء میں تکمیل عربی ادب سے فراغت ہوئی، دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر کسی مدرسہ میں افتاء بھی کیا۔

۲۰۱۳ء میں اراکین مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب، ڈاکٹر محمد یوسف تیزاب والے وحاجی نذیرالحق پراچہ کی موجودگی میں تدریس کے کچھ امیدواروں کا انٹرویو ہوا اس میں جوخوش قسمت حضرات منتخب ہوئے اُن میں مولانا قاسم کا نام بھی شامل ہے، اس طرح آپ مدرسہ ہذا کے مدرس مقرر ہوگئے، ماشاء اللہ ذہین فطین ، ذی استعداداور بے باک ہیں۔علمی مناظرہ ومجادلہ میں یدطولیٰ رکھتے ہیں، مدرسہ عبدالرب کے لئے مولانا نے اپنے زیراثر اہل خیر حضرات سے خوب مالی اعانت کرائی۔

تقرر کے دوسال بعد مجلسِ شوریٰ نے مفادِ مدرسہ کے پیشِ نظر موصوف کو اہتمام کی ذمہ داری سونپ دی تھی، چند ہی ہفتے گذرے تھے کہ مولانا محسودیت کے شکار ہوگئے، بھولے بھالے آسامی طلبہ کے ذریعہ مولانا پر شرمناک جھوٹی تہمت لگائی گئی ،مجلسِ شوریٰ نے ہنگامی طور پر مولانا قاسم اور ایک دوسرے مدرس (غیر مذکورالاسم)(جن پر طلبہ کے ورغلانے کا شبہ ہورہا تھا) ان دونوں مدرسین کو عارضی وقت (ایک ماہ) کے لئے مدرسہ کی خدمات سے فوری طور پر معطل کردیا، تاکہ اطمینان کے ساتھ اس معاملہ کی تحقیق وتفتیش کی جاسکے، مولانا قاسم نے بے چوں وچراں مجلس کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا جبکہ دوسرے مدرس اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔

بالآخر اراکین مجلس نے اساتذۂ کرام بشمول مدرسِ مذکور کی موجودگی میں معاملہ کی تحقیق کے لئے نشست قائم کی، تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف ہوگیا۔

مگر حقائق وشواہد کی بنیاد پر اُس طالب علم کا جھوٹ واضح ہونے کے باوجود بھی مدرسِ موصوف پُرزورطریقہ سے اُس طالب علم کی حمایت کرتے رہے یعنی مدرسِ موصوف پر طلبہ کے ورغلانے کا پہلے جو شبہ تھا اب وہ یقین میں تبدیل ہوگیا اور مولانا قاسم بے قصور نکلے، جس کے نتیجہ میں مدرسِ موصوف برطرف کئے گئے مگر مولانا قاسم کی بحالی کو کسی مصلحت کی وجہ سے مجلس نے ملتوی رکھا، ادھر مدرسِ موصوف نے برطرفی کے بعد عدالت میں مجلس کے خلاف مقدمہ کردیا۔

معطلی کے دو سال گذر جانے کے بعد مجلس نے مولانا قاسم کو بحال کیا اور ایک خط ارسال کیا گیا جس میں تدریسی منصب سنبھالنے کیلئے مولانا کو مدرسہ میں آنے کی دعوت دی، اہتمام کا اس میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا، مولانا قاسم نے مجلسِ شوریٰ کو اس خط کا تا دمِ تحریر کوئی جواب ارسال نہیں کیا ہے۔

آپ اجمیری گیٹ پر واقع اینگلو عربک اسکول کی مسجد غازی الدین میں ۲۰۱۳ء سے امام وخطیب ہیں، لاک ڈاؤن میں پریشان حال لوگوں کی خوب امداد کرتے رہے، انجمن تحفظ ختم نبوت پرانی دہلی کے جنرل سیکریٹری اور جمعیۃ علماء ہند کے سرگرم عمل رُکن ہیں۔

مفتی محمد عاقل قاسمی

مولانا محمد عاقل ولد حافظ فخر الدین، متوطن نول گڑھ، قصبہ پچھور میوات، ۱۱ر مارچ ۱۹۸۹ء میں پیدا ہوئے تعلیم کی ابتداء والد صاحب کے پاس کی، ناظرہ قرآن مکمل اور عم پارہ حفظ کیا، البتہ حفظ کی تکمیل مدرسہ نصرت الاسلام شہر پلول میں

ہوئی، ۲۰۰۰ء میں فن تجوید وقرأت سبعہ پڑھنے کے لئے مدرسہ تجوید القرآن آزاد مارکیٹ دہلی میں داخل ہوکر اپنے دور کے کہنہ مشق قراء اساتذۂ کرام کی زیرنگرانی فن تجوید وقرأت میں مہارت حاصل کی، آپ کے بڑے بھائی مولوی محمد شاکر ان دنوں مدرسہ عبدالرب میں پڑھ رہے تھے تو اسی وجہ سے آپ نے بھی مدرسہ عبدالرب میں داخلہ لے لیا اور فارسی وعربی کے ابتدائی درجات بھی یہیں پڑھے۔

لیکن موصوف کی ذہانت وفطانت کے پیشِ نظر محسوس ہوا کہ اگر موصوف کو کُل وقتی ادارے میں داخل کردیا جائے تو صلاحیت اچھی بن سکتی ہے، دہلی میں تو ایک وقت ہی تعلیم ہوتی ہے، راقم نے مولوی محمد شاکر کو مشورہ دیا کہ انہیں جامعہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، راجستھان بھیج دو، چنانچہ موصوف وہاں داخل ہوئے اور چار سال پڑھے پھر ہفتم اور دورہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا، ۲۰۱۱ء میں دارالعلوم سے فراغت ہوئی فراغت کے بعد ایک سال جامعہ محمودیہ للبحوث والدراسات الاسلامیہ دیوبند میں امتیازی نمبرات کے ساتھ سند افتاء حاصل کی۔

۲۰۱۳ء میں مدرسہ عبدالرب کے مدرس مقرر ہوئے، الحمد للہ! تدریسی سلسلہ بخیر خوبی اب تک جاری ہے، ابتدائی و درمیانی کتابیں محنت سے پڑھاتے ہیں خوش بیان قاری، واعظ شیریں بیاں اور نیک عادت، صالح فطرت، ذی استعداد، خوش مزاج فاضل ہیں، مدرسہ کے دیگر کاموں میں بھی راقم کا ہاتھ بٹاتے ہیں، ساتھ میں تصنیف وتالیف کا بھی شوق ہے۔

فالحمد للہ علی ذالک

مفتی انیس الرحمن قاسمی:

مولانا انیس الرحمن قاسمی ولد اکبر، ساکن دیولہ، ضلع نوح میوات، ہریانہ، ۲ رفروری ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئے تعلیم کی بسم اللہ والد بزرگوار نے خود کرائی مگر اُردو، دینیات، ناظرہ وحفظ کی باقاعدہ تعلیم برادرِ کبیر مولوی محمد انور اور قاری محمد زکریا کی زیر نگرانی دارالعلوم عبدیہ ہتھین میں مکمل ہوئی، پھر مدرسہ باب العلوم جعفرآباد میں داخل ہوکر علمِ تجوید وقرأت سے بہرہ ور ہوئے، عربی تعلیم کا آغاز علاقہ کے مشہور ادارہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرت پور راجستھان سے کیا، ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۴ء تک فارسی، عربی، نحوصرف اور منطق کی کتابیں پڑھنے کے بعد دارالعلوم حسینیہ تاؤلی، مظفرنگر میں ایک سال پڑھ کر ۱۹۹۶ء میں ازہرِ ہند دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے، ہفتم دورہ اور تکمیلِ ادب، تین سال دارالعلوم دیوبند کی فضاء علم وفن سے لطف اندوز ہوتے رہے، اس دوران عربی زبان وبیان پر غیر معمولی دستگاہ حاصل کی، دارالعلوم سے فارغ ہونے کے بعد بعض اصحاب کے مشورہ سے ایک سال جامعہ ریاض العلوم مچھلی والان دہلی میں رہے۔

تعلیم سے فراغت پاکر تدریس کتب کے لئے دِل مضطرب و بےقرار رہنے لگا مگر گھریلو حالات کے پیشِ نظر والد صاحب کے ساتھ تجارت وکام کاج میں ہاتھ بٹانے لگے، دریں اثنا مرشد الامت حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ مہتمم دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا کو آپ کی موجودہ صورتِ حال کے بابت علم ہوا، توفوراً گھر کے کام کاج سے ہٹواکر آپ کو دارالعلوم محمدیہ کی شاخ مدرسہ ناشر العلوم تیڑ کے انتظام کی ذمہ داری سپرد

فرمادی، موصوف، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کس طرح انحراف کر سکتے تھے قبول فرمالیا اور ۵ رسال، ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۰ء تک اس مفوضہ خدمت کو بحسن وخوبی انجام دیا، موصوف کو اصل خواہشِ تدریس اگر چہ اب بھی نصیب نہ ہوئی تاہم مدرسہ کے سلسلے سے وابسطہ ہونے اور اُستادِ محترم کے تعمیلِ حکم پر قدرے اطمینان قلب ضرور ہوا، صحیح معنی میں آپ کو تدریس کتب کا موقع مدرسہ معین الاسلام نوح میں مدرس مقرر ہونے کے بعد حاصل ہوا مگر کچھ حالات ایسے بنے کہ وہاں ایک سال سے زائد رہنا میسر نہ ہوسکا، بالآخر ۲۰۱۴ء میں علیحدگی ہوگئی، تدریسی سلسلہ چھوٹ جانے کا از حد ملال ہوا، اسکے بعد آپ امامت وخطابت اور ترجمہ وتفسیرِ قرآن کے ذریعہ دینی خدمات میں منہمک ہوگئے۔

۲۰۱۶ء میں آپ کا تقرر مدرسہ عبدالرب میں تدریس کے لئے منظور ہوا، یہ سلسلہ ہنوز بھی جاری ہے، ماشاء اللہ اچھی استعداد کے حامل ہیں اور محنت سے پڑھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔ آمین

مولانا محمد راشد ندوی:

مولانا محمد راشد ندوی ولد اسلام الدین ساکن جے سنگھ پور، تحصیل نوح، ضلع نوح، ہریانہ، ۱۰ رمئی ۱۹۹۴ء میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں میں کیا، قریب کے اسکول میں پانچ کلاسیں اور مکتب میں ناظرہ اور کچھ سپارے حفظ بھی کئے، والد کی کوشش رہی کہ میرے بچے پر خالص دینی رنگ ہی چڑھے، اسی لئے پانچویں پڑھا کر اسکول سے اُٹھالیا اور مدرسہ معین الاسلام نوح میں داخل کر دیا، جہاں آپ نے اُردو،

دینیات اور حفظ قرآن مکمل کیا، تحفیظِ قرآن کے بعد آپ کے ہم قریہ حضرت مولانا سراج الدین خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے مدرسہ باب العلوم جعفرآباد میں داخل کرایا، وہاں پر تجوید وقرأت کی شدبد کے علاوہ متعدد گردانیں نکالیں، مدرسہ باب العلوم سے فارغ ہوکر مولانا سراج الدین ودیگر سرپرست حضرات کے مشورے پر عالمیت کی غرض سے مولانا محمد کلیم صدیقی کے قائم کردہ ادارہ جامعۃ الامام ولی اللہ پھلت، مظفرنگر میں داخلہ لیکر موقوف علیہ تک کئی سال پڑھے۔

درسِ نظامی کے ساتھ عصری علوم بھی سیکھتے رہے، دورۂ حدیث ۲۰۱۵ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مکمل کیا، فراغت کے بعد فوراً مدرسہ قاسم العلوم سرائے روہیلہ دہلی میں درسِ نظامی کے شعبہ میں مدرس مقرر ہوگئے اور دو سال تک صرف ونحو، تمرین وانشاء کا درس دیا، ساتھ ہی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بی۔اے۔ کی تیاری کرتے رہے۔

پھر مدرسہ عبدالرب میں ۲۰۱۸ء میں بلالئے گئے، یہاں آپ کا تقرر تدریس و امامت اور نگرانئ دارالاقامہ کے لئے کیا گیا، ماشاء اللہ خوب محنت ولگن سے پڑھاتے ہیں، اپنا کام سے کام رکھتے ہیں، عربی مضمون نگاری اور تقریر میں بھی خاصہ ملکہ حاصل ہے، طلبہ بخوبی مستفیض ہورہے ہیں، بی۔اے۔ پاس کرلی اب ایم۔اے۔ کی تیاری چل رہی ہے۔ **اللهم زد فزد**

مدرسہ عبدالرب کے مہتمم صاحبان کا ذِکر خیر

حضرت مولانا محمد ادریس دہلویؒ

سابق مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا عبدالرب بانئ مدرسہ عبدالرب کے انتقال کے بعد مدرسہ کے سب سے پہلے مہتمم، صاحبزادہ مولانا محمد ادریس دہلوی مقرر ہوئے، مولانا عبدالرب صاحب کی زوجۂ اُولیٰ سے ۱۸؍ بچے پیدا ہوئے، کوئی نہ بچا سوائے ایک بیٹی آسیہ بیگم کے، اس کی شادی ہوئی اور ایک بچی پیدا ہوئی مگر آسیہ بحالت زچگی فوت ہوگئی پھر ۸؍ ماہ کے بعد اُس کی ننھی بچی بھی مرگئی، اس کے مولانا عبدالرب صاحب نے دوسری شادی کی اس سے ۶؍ بچے پیدا ہوئے ان میں مولانا محمد ادریس صاحب کے سوا کوئی نہ بچا، مولانا ادریس صاحب کا نکاح مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی نواسی سے ہوا، اس طرح آپ اپنے والد مرحوم کے حقیقی جانشین ہونے کے ساتھ اکلوتے تھے مگر بے اولاد رہے، وعظ اور تقریر میں والد مرحوم کی طرح کمال حاصل تھا مسجد کٹرہ نظام الملک اُردو بازار مچھلی والان میں والد کے وصال کے بعد تا حیات وعظ فرماتے رہے۔ مسجد آسیہ بیگم کی تعمیر کو آپ ہی نے مکمل کرایا تھا جس میں مدرسہ عبدالرب چل رہا ہے۔

سید افتخار عالم بلگرامی ثم المار ہروی نے مولوی ڈپٹی نذیر احمد خان کی سوانح مرتب کی جو ۱۹۱۲ء میں طبع ہوئی اس میں ایک جگہ مولانا عبدالقادر کے احوال سے فارغ ہوکر مولانا عبدالرب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولوی عبدالرب صاحب کے خاندان کی حالت اس کے خلاف تھی اُن کی ایک لڑکی تھی وہ شادی کے بعد (بحالتِ زچگی) جوان ہی مرگئی پھر (دوسری بیوی سے) ایک لڑکا ہوا محمد ادریس وہ باپ کے قدم بہ قدم تھا اور شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین محدث دہلوی کا نواس داماد تھا، مگر وہ بھی بے چارہ جوان ہیضہ میں چٹ پٹ ہو گیا، مولوی عبدالرب کی ایک بیوی حکیم شریف الدین خان صاحب کی بہن تھی وہ بھی سالِ گزشتہ گذر گئیں۔

اور اس طرح مولوی عبدالرب صاحب کے خاندان کا ایک متنفس بھی باقی نہ رہا'' اناللہ وانا الیہ راجعون (حیات النذیر: ص۴۶)

تفسیر ابرِ کرم میں مولانا امیر الدین واعظ جامع مسجد دہلی نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

''فاضل اجل، عالم باعمل، تونگر صورت، درویش سیرت انسان، پیکر فرشتہ صفت واعظ بے بدل حضرت مولانا حافظ محمد ادریس دام فیضہ یہ حضرت بعد ادائے نمازِ جمعہ جامع مسجد سے مسجد مچھلی والان میں تشریف لے جا کر بجائے والد مرحوم ومغفور وعظ فرماتے ہیں، صدہا مسلمان آپ کے وعظ سے فیض پاتے ہیں، آپ کا بیان ہو بہو مولانا مغفور کا سا ہے، حضرت کی سحر بیانی پر ایک عالَم فریفتہ ہے (اللہ اکبر) آپ بڑے باپ کے بیٹے ہیں''۔ (تفسیر ابرِ کرم ص۲۵)

فردوسِ آسیہ میں ایک جگہ مولانا محمد ادریس صاحب نے کسی بیان کے ضمن

میں اپنا حال اس طرح بیان کیا:

''التماس کرتا ہے عبد ضعیف محمد ادریس ابن حضرت مصنف برد اللہ مضجعہ کہ مجھے علاوہ وعظِ متفرق کے ہفتے میں دو وعظِ معین کہنے کا اتفاق پڑتا ہے کہ ایک جمعہ کو زیر جامع مسجد مچھلی والوں کی مسجد میں، کہ والد ماجد وہاں وعظ فرمایا کرتے تھے، دوسرا یکشنبہ کو مسجد آسیہ بیگم محاذی اسٹیشن میں ''۔

(فردوسِ آسیہ ص ۲۲۸)

عمر کے آخری ایام سخت بیماری میں گذرے بالآخر ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں انتقال فرما گئے، آپ کی آخری آرام گاہ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے برابر ایک چھوٹے احاطہ میں ہے جہاں آپ کے والد اور دادا اور تمام اہل خانہ مدفون ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو اپنی بارگاہِ قدس میں قبول فرمائے۔ آمین

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

حاجی نواب عبدالستار کلکتہ والے

سابق مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی

نواب عبدالستار کلکتہ والے، دہلی کے مخلص دیندار اور بارعب وجلال فیاض آدمی تھے، مولانا محمد عبدالرب دہلوی کی مجالسِ وعظ میں بکثرت شریک ہوتے، مولانا

کے سچے معتقد اور فدائیوں میں شمار ہوتے تھے، فیضِ صحبت سے مستفیض ہوتے رہے یہاں تک کہ مولانا کے وصال کے بعد صاحبزادۂ محترم مولانا محمد ادریس دہلوی کے ساتھ پوری ہمدردی اور خیر خواہی کا حق ادا کر کے دکھایا۔

مولانا محمد ادریس کے انتقال کے بعد مدرسہ عبدالرب کے مہتمم مقرر ہوئے آپ صاحب ثروت، خیر کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرنے والے، اور علماء دین سے بے پناہ محبت کرتے تھے، آپ نے تیس سال سے زیادہ عرصہ مدرسہ عبدالرب کا اہتمام فرمایا۔

چنانچہ روئیداد میں لکھا ہے:

''حاجی عبدالستار کلکتہ والے مرحوم جو پہلے اس مدرسہ کے مہتمم تھے اور تیس سال سے زائد اس مدرسہ کو بحسن وخوبی چلاتے رہے اور بذاتِ خود اللہ کے بھروسے پر اس خدمت کو اپنے ذمہ لے رکھا تھا خداوندِ کریم اُن کی برابر امداد فرماتا رہا، اگر کسی وقت مدرسہ میں آمدنی بالکل نہیں ہوتی تو قرض لے کر مدرسہ کا خرچ چلاتے رہے''۔ (روئیداد ۱۹۳۷)

آپ کا وصال تقریباً ۱۹۳۴ء میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

حاجی حافظ محمد اسمعیل جاپان والے رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم ومنتظم اعلیٰ مدرسہ عبدالرب دہلی

الحاج حافظ محمد اسمعیل ولد الحاج جیون بخش جاپان والے، آپ دہلی کے چنندہ

بااثر صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے مخیر اور صاحب دل انسان تھے، آپ محض دولت مند ہونے کی حیثیت سے ہی متعارف نہیں، بلکہ آپ کا دل بے حد نرم اور خلوص للّٰہیت میں ڈوبا ہوا تھا، آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ حاجی صاحب علماء کے خادم ہیں۔

دینی اعتبار سے آپ کے تعارف کیلئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مجازین صحبت میں سے ایک تھے، مدارس دینیہ کیلئے بے دریغ ہوکر خرچ کرتے، مدارس کے طلبہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، خوراک سے لے کر پوشاک تک ہر طرح خبر گیری کرتے تھے۔

مدرسہ کی مالی خدمت

مدرسہ عبدالرب کے انتظام و انصرام میں آپ کی عمر کا اکثر حصہ صرف ہوا، پہلے فقط معاون کی حیثیت سے وابستہ رہے بعد میں جب حاجی عبدالستار کلکتہ والے کا وصال ہوا تو حافظ اسماعیل جاپان والے کی بھرپور خدمت گذاری کے پیشِ نظر مہتمم بنائے جانے پر جملہ ہمدردانِ مدرسہ کا اتفاق ہوگیا لیکن حافظ صاحب کسی بھی طرح مہتمم بننے کے لئے تیار نہ ہوئے، حافظ صاحب نام نہیں کام چاہتے تھے، اخیر میں مدرسہ کے ایک بہت ہی بڑے خیر خواہ اور معاون حاجی اسماعیل پٹنہ والے کے اصرار پر آپ نے مدرسہ کا مہتمم بننا منظور کیا۔

روئیداد میں مرقوم ہے:

''حاجی محمد اسماعیل پٹنہ والے جو اس مدرسہ کے لئے پہلے معقول امداد فرماتے تھے اور مہتمم عبدالستار کلکتہ والے کے انتقال کے بعد یہ فرمایا تھا کہ

جب تک میں زندہ ہوں کچھ فکر نہ کرو جس طرح ہوگا میں چلانے کی کوشش کرونگا چنانچہ انہی کی کوشش سے حاجی اسماعیل جاپان والوں نے مدرسہ کا انتظام واہتمام کرنا منظور فرمایا''۔ (روئیداد ۱۹۳۷)

آپ کی ہمیشہ کوشش رہی کہ مدرسہ ہذا خود کفیل ہو جائے، چندہ کا محتاج نہ رہے۔ آپ شب و روز مدرسہ کی ذریعۂ آمدنی بڑھانے کے لئے کوشاں رہتے۔

حافظ صاحب نے کچھ جائدادیں بھی مدرسہ کے لئے وقف کیں، اور دیگر اہل خیر حضرات کی بھی اِس طرف توجہ دِلاتے رہتے، یہی وجہ ہے کہ مدرسہ عبدالرب کثیر جائیدادوں کا مالک بن گیا، اور حاجی صاحب اپنی جیب خاص سے مدرسہ کے دو مدرسوں کی تنخواہ دیا کرتے تھے۔

نیز مدرسہ عبدالرب سے شائع ہونے والی ۱۹۳۷ء کی پہلی روئیداد میں لکھا ہوا ہے۔

حاجی محمد اسماعیل جیون بخش جو اس وقت مدرسہ کے مہتمم ہیں اور اِس مدرسہ کی کافی امداد اور سرپرستی فرماتے ہیں بلکہ دو مدرِّسوں کو اپنی ذات سے تنخواہ دے رہے ہیں۔ (روئیداد ۱۹۳۷ء)

مدرسہ عبدالرب کی سب سے پہلی جائیداد باغِ جیمس نکلسن روڈ کے لبِ سڑک اپنی جیب سے مسجد تعمیر کرائی اور اس کے عقبی حصے میں کئی دوکانیں بنوائیں جن کا کرایہ مدرسہ کو آتا ہے، پہلے یہ پورا باغ مدرسہ کی جائیداد تھی، جو طویل عریض تھا، حوادث کے بعد بس یہی جگہ باقی رہ گئی، جس پر یہ مسجد بن گئی تھی، اس مسجد کا پورا خرچ تنِ تنہا حاجی صاحب ہی اُٹھاتے تھے۔

وہ بادۂ شبانہ کی سر مستیاں کہاں
اُٹھئے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

روئیداد مدرسہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں لکھا ہوا ہے ملاحظہ کیجئے:

''حاجی محمد اسماعیل صاحب مہتمم مدرسہ ہذا جنھوں نے باغ جیمس صاحب میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور اُس کے پیچھے ایک گیرج اور دودُ کانیں مدرسہ کی آمدنی کے واسطے تیار کیں جن کا کرایہ اس وقت ۲۱ روپے ماہوار وصول ہو رہا ہے اس مسجد کا کُل خرچ حاجی صاحب موصوف اُٹھاتے ہیں اِس کے علاوہ حاجی صاحب نے ایک چھوٹا گودام محلہ لال کنواں میں خرید کر مدرسہ کے نام وقف کر دیا ہے جس کا کرایہ ۱۵ روپئے ماہوار آرہا ہے''۔

(روئیداد ۱۹۴۵ء مطابق ۱۳۶۴ھ)

یہ حقیقت ہے کہ مدرسہ کی زیادہ تر جائیدادیں حاجی صاحب کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے اگر ان جائیدادوں کی نگرانی وحفاظت کی جائے اور صحیح معنوں میں کرایہ وصول ہوتو واقعی مدرسہ کو چندہ کی ضرورت نہیں لیکن کرے کون؟ غرض مند یا دردمند!

تھے تو آبا ہی تمہارے مگر تم کیا ہو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

حضرت مولانا فقیہ الدینؒ صاحب سابق ناظم تعلیمات مدرسہ عبدالرب فرماتے تھے۔

''حاجی محمد اسماعیل جاپان والے، حضرت تھانویؒ کے مرید تھے حاجی صاحب کا تعلق حضرت تھانویؒ سے اس طرح ہوا کہ مدرسہ عبدالرب کے

عظیم محدث مولانا عبدالعلی صاحب دراصل حضرت تھانویؒ کے استاد تھے جس کی وجہ سے حضرت تھانویؒ بار بار مدرسہ عبدالرب میں اپنے استادمحترم سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے رہتے تھے۔ حضرت تھانوی کی تشریف آوری کا سلسلہ اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالعلی محدث دہلوی کی وفات کے بعد بھی آخری عمر تک جاری رہا۔ اس بنا پر حضرت حاجی صاحب حضرت تھانویؒ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گئے، اور الحمدللہ حضرت حاجی صاحب پہلے ہی سے بزرگوں کی صحبت کو لازم سمجھتے تھے، آج کل کے مالداروں کی طرح نہیں تھے''۔ فقط

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا صبیح الحسن اختر ہاشمی صاحبؒ سابق ناظم تعلیمات مدرسہ عبدالرب نے راقم کے دریافت کرنے پر فرمایا:

''موسم کا پھل جب بازار میں آتا تھا تو حضرت حاجی اسماعیل صاحب کی عادت یہ تھی کہ پہلے مدرسہ کے طلبہ کو پیٹ بھر کھلاتے، اس کے بعد گھر لے جاتے، یعنی بسم اللہ طلبہ سے کرتے اور ماشاء اللہ مدرسہ عبدالرب کے بعضے اخراجات جیب خاص سے ادا کر دیا کرتے تھے''۔ (سبحان اللہ)

تمہیں مردہ کہیں کیونکر کہ تم زندوں کے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

حاجی نواب عبدالستار کلکتہ والے کے بعد آپ ہی مدرسہ عبدالرب کے منتظم اعلیٰ اور مہتمم بنائے گئے۔طویل عرصہ تک آپ مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

اخیر میں جب ضعیف العمری کے سبب چلنے پھرنے اور سماعت سے معذور ہو گئے تو ۱۹۵۵ء میں اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔

آپ کا انتقال ۱۹۵۷ء میں ہوا۔خواجہ باقی باللہ کے مزار کے پائتین میں مدفون ہیں، مسجد درگاہ خواجہ باقی باللہ میں حفظ قرآن کا جو مدرسہ رضی العلوم ہے اس کے مہتمم مولوی قاری مبارک صاحب مدرسہ عبدالرب کے سابق طالب علم ہیں، وہاں مدرسہ کے امتحان سالانہ وششماہی کے غرض سے راقم کا جب بھی جانا ہوتا ہے تو حاجی صاحب کی قبر اور درگاہ حضرت کے برابر والے احاطے جس میں مولانا عبدالرب علیہ الرحمہ وغیرہ حضرات کی خواب گاہیں ہیں، ضرور حاضری ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مساعئ جمیلہ کو قبول فرمائے۔آمین

اِس وقت آپ کے نبیرہ حافظ حاجی محمد ہارون جاپان والے منتظمہ کمیٹی کے صدر محترم ہیں۔

تجویزِ تعزیت

''آج کا یہ اجلاس حاجی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب جاپان والے مہتمم مدرسہ عبدالرب کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے، اس حادثۂ جان کاہ درد وکرب کن الفاظ میں بیان کیا جائے عقل حیران ہے، مرحوم حافظ صاحب نے جس اخلاص وجذبہ کے ساتھ مدرسہ کی خدمت کی

ہے وہ ہم سب کے لئے ایک سبق ہے جسے یاد رکھنا چاہئے، مرحوم نے مدرسہ میں اپنا وقت بھی دیا اور پیسہ بھی لگایا یہ سعادت کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، باغِ جیمس میں عالی شان مسجد اور اُس کے باہر دکانوں کی تعمیر کے علاوہ کئی ایک جائیدادیں مدرسہ عبدالرب کے لئے وقف کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنا گئے۔

اجلاس ہذا آپ کی دیرینہ خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور صمیم قلب سے باری تعالیٰ کے حضور میں دعائے مغفرت کرتے ہوئے پسماندگان سے اظہار ہمدردی بھی کرتا ہے۔ (روئیداد ۱۹۵۷)

حضرت مولانا محمد شفیع محدث دیوبندی

سابق مہتمم مدرسہ ہذا

آپ کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں صدور وشیوخ کے ذیل میں آچکا ہے۔ مدرسہ عبدالرب میں آپ ۱۸۹۸ء سے ۱۹۵۸ء تک یعنی تقریباً ۶۰ رسال مدرس رہے، جبکہ آپ حافظ محمد اسمٰعیل جاپان والے کے مستعفی ہونے کے بعد ۱۹۵۵ء میں مدرسہ عبدالرب کے مہتمم بنائے گئے، آپ نے دوسال کچھ زاہدا اہتمام سنبھالا بعد ازاں سخت علیل ہوگئے جس کی وجہ سے وطن مالوف دیوبند میں ہی قیام پذیر ہوئے۔ ایک ڈیڑھ سال کے بعد ۱۹۶۰ء میں رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تفصیل گذر چکی ہے۔

حضرت مولانا محبوب الٰہی دیوبندی

سابق مہتمم مدرسہ ہذا

آپ کا تفصیلی تذکرہ پہلے آچکا ہے، مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر ۱۹۱۲ء میں ہوا، ماشاءاللہ ۶۰؍سال مدرسہ میں تدریسی خدمت فرمائی، مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کے سخت علیل ہوجانے کے بعد ۱۹۵۹ء میں صدارت واہتمام کے اُمور بحسن وخوبی تقریباً گیارہ سال تک انجام دیئے، آپ کی رہائش مدرسہ کے دفتر کے اوپر واقع ہال میں تھی۔ اور ۱۹۷۱ء میں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد رفیع دیوبندی

سابق مہتمم مدرسہ ہذا

آپ کا تفصیلی تذکرہ بھی پہلے آچکا ہے۔ مدرسہ عبدالرب میں ۱۹۲۴ء سے ۱۹۸۳ء تک تقریبا ۵۸؍سال مدرس رہے، آپ مولانا محبوب الٰہی صاحب کے بعد ۱۹۷۱ء سے مدرسہ کے صدر مدرس و مہتمم مقرر ہوئے ۱۹۷۹ء میں آپ مفلوج ہوئے، جس کی وجہ سے آپ صاحب فراش ہوگئے اور تا وقت وفات دیوبند میں ہی مقیم رہے بالآخر ۱۹۸۳ء میں وصال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور جملہ مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا رفیق احمد رحمانیؒ

سابق مہتمم ونگراں مدرسہ عبدالرب دہلی

(ساکن ہملٹن روڈ، دہلی)

مولانا رفیق احمد ولد ولی احمد یکم نومبر ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے آبائی وطن ضلع سہارنپور کے قریب ایک گاؤں مقیم پور ہے، کم عمری میں دہلی آگئے تھے، یہیں تعلیم پائی، فارسی عربی تا دورۂ حدیث شریف مدرسہ عبدالرب میں پڑھی اور ۱۹۴۳ء میں سند فضیلت حاصل کی، عمر کا زیادہ تر حصہ سیاست میں گذرا، سیاسی سماجی طور پر قوم کی خدمت میں مصروف رہے، جمعیۃ علماء ہند جیسی مسلم تنظیموں اور جماعتوں سے بھی وابستہ رہے، ایک عرصہ تک حج کمیٹی دہلی کے ممبر بھی رہے، رہائش گلی نعلبندان کشمیری گیٹ میں تھی، اسلئے مدرسہ عبدالرب میں کافی آنا جانا رہا، مادرِ علمی کے ناطے والہانہ تعلق بھی تھا۔

آپ نے تقریباً چھ سال تک مدرسہ عبدالرب میں انتظامی خدمت انجام دی۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کا وصال ۱۹۷۵ء میں ہوا اُن کی جگہ پُر کرنے کے لئے آپ کو منتظمہ کمیٹی نے ممبر بنایا چنانچہ ۸ ؍جولائی ۱۹۷۶ء کو منتظمہ کمیٹی کے اجلاس میں یہ تجویز پاس ہوئی کہ آئندہ مجلس شوریٰ کے ہر اجلاس میں مولانا رفیق احمد رحمانی کو بطور مدعو خصوصی بلایا جایا کرے تا کہ مدرسہ کے کاموں میں اُن کی رفاقت اور تعاون بھی رہے۔

فروری ۱۹۷۷ء میں مولانا رفیق احمد رحمانی دہلی وقف بورڈ کے ممبر نامزد ہوئے، مجلسِ شوری نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مولانا موصوف کو مبارکبادی پیش کی، ادھر مدرسہ میں قدیم ترین استاذِ شیخ الحدیث وصدر مدرس اور مہتمم حضرت مولانا محمد رفیع صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی یعنی مفلوج ہو گئے، جس کی وجہ سے مدرسہ کا تعلیمی و انتظامی نظام معمول سے ہٹ رہا تھا مجلس نے موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے دو کام کئے ایک تو مولانا انیس الحسن ہاشمی صاحبؒ (رُکن مجلس) کو اندرونی نظامِ تعلیم کو معمول پر لانے کے لئے نائب مہتمم مقرر کیا، دوسرے مولانا رفیق احمد رحمانی کو مستقل ممبر بنالیا، تاکہ مدرسہ کی جائیدادوں کا قضیہ حل کرنے میں مدد ملے، کچھ دنوں بعد حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دیوبند اپنے وطنِ مالوف تشریف لے گئے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے واپسی کی امید بھی نہیں رہی، تو مدرسہ کی بچی کچی رونق بھی ختم ہوگئی، دارالاقامہ میں طلبہ کی آزادی اور بے راہ روی بڑھنے لگی، معاملہ مولانا انیس الحسن ہاشمی کے قابو سے باہر ہوگیا، یہ سب حالات مجلس کے لئے تشویش ناک بن گئے ایسے وقت میں منتظمہ کمیٹی مدرسہ ہذا کے بعض اراکین نے آپ کو مدرسہ کا مہتمم ونگراں دارالاقامہ طے کرنے کی سفارش کی تاکہ مدرسہ کے داخلی نظام کو بہتر بنانے اور خارجی وسائل وذرائع کی وصولیابی میں منتظمہ کو تقویت حاصل ہوجائے، چنانچہ یہ سفارش منظور ہوئی اور ۲۲/مارچ ۱۹۸۲ء کے اجلاسِ منتظمہ کمیٹی میں مولانا رحمانی کو عارضی طور پر مہتمم ونگراں مقرر کردیا گیا، لال کنواں پر واقع مدرسے کی جائیداد کا تنازع آپ ہی کے دَورِ اہتمام میں پیش آیا تھا۔

آپ تقریباً ایک سال تک نگراں و مہتمم کی حیثیت سے کام کرتے رہے، اس دوران ایک بنگالی طالب علم نے آپ پر ایک گھناؤنا الزام لگا دیا اور آپ کے خلاف شکایتیں تحریر کرکے منتظمہ کمیٹی کے سامنے پیش کردیں۔ جس کی وجہ سے آپ دِل برداشتہ ہوکر مئی ۱۹۸۳ء میں اہتمام ونگرانی سے مستعفی ہوگئے۔ مجلس نے آپ کو اپنے منصب پر رُکے رہنے کی کوشش بھی کی، لیکن آپ نے انکار کردیا اور کُلّی طور پر مدرسہ کے انتظام واہتمام سے علیحدگی اختیار کرلی۔

دوسال بعد ۳/دسمبر ۱۹۸۵ء میں وفات ہوگئی، مہدیان قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالمقتدر صاحب

سابق مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا خواجہ عبدالمقتدر صاحب نیک طبیعت صالح فطرت ذکی ذہین اور صلاحیت مند عالم فاضل تھے آپ مدرسہ عالیہ فتحپوری سے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ عصری علوم کے بھی ماہر تھے آپ کو عربی اور انگریزی زبان پر اچھی قدرت تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ولایت علی صاحبؒ مدرسہ عالیہ فتحپوری میں صفِ علیاء کے اساتذہ میں سے تھے۔

ہوا یہ کہ مدرسہ عبدالرب دہلی کے سابق ناظم و مہتمم مولانا رفیق احمد رحمانی جولائی ۱۹۸۳ء میں منصب اہتمام سے مستعفی ہوچکے تھے ایسے وقت میں اراکین مجلسِ شوریٰ مدرسہ ہذا کو لائق فائق منتظم شخص کی تلاش تھی اُدھر خواجہ صاحب بھی خالی

تھے کیونکہ اینگلو عربک اسکول سے عمر کے اعتبار ریٹائر ہو گئے تھے، مولانا عبد المقتدر صاحب پر جملہ اراکین کا اتفاق رائے ہوا اور عارضی طور پر اہتمام کے لئے آپ کا تقرر عمل میں آیا۔

آپ کا دور اہتمام بڑی خیر خوبی کے ساتھ جاری رہا سبھی اساتذہ و اراکین خوش رہے مگر آپ کو اہتمام و انتظام سے کچھ زیادہ اُلفت نہیں تھی آپ چاہتے تھے کہ صرف تدریسی خدمات سے وابستگی رہے، لیکن مجلسِ شوریٰ کی بھی مجبوری اپنی جگہ دُرست تھی کیونکہ منصب اہتمام کے لئے آپ سے بہتر کوئی دوسرا شخص اُن کی نظروں میں نہیں تھا۔

کارروائی اجلاس منتظمہ کمیٹی ۳۱؍مئی ۱۹۸۳ء ملاحظہ ہو:

''مولانا عبد المقتدر صاحب کو شوریٰ کے اراکین کے مشورے کے مطابق اور مفتی عتیق الرحمن عثمانی، حاجی محمد شفیع، مولانا محمد فاروق واصفی کی رپورٹ پر مدرسہ عبدالرب میں نگرانی کے لئے بحیثیت قائم مقام مہتمم رکھا گیا بطور آزمائش موصوف نے دو ماہ سے زائد مدرسہ میں پابندی سے تشریف لاکر انتظامی کام سرانجام دیئے اور اساتذہ و طلبہ موصوف کے حسن انتظام وحسن اخلاق سے مطمئن ہوئے لیکن مولانا عبدالمقتدر صاحب نے اپنی رپورٹ میں اہتمام کے اُن اُمور کی انجام دہی سے انکار کر دیا جو رات کی نگرانی سے متعلق تھے اور موصوف نے تدریس کے کام سے دِل چسپی کا زیادہ اظہار کیا، مدرسہ کی فی الحال زیادہ ضرورت دار الاقامہ کی نگرانی اور

مدرسہ کے مکمل اہتمام کی ہے۔ مجلس فیصلہ کرتی ہے کہ مولانا عبد المقتدر صاحب کو اُن کی دو ماہ کی خدمات کا معاوضہ مبلغ ایک ہزار روپے دیدیئے جائیں علاوہ ازیں پانچ روپئے یومیہ کے حساب سے اُن کو آمد و رفت کا خرچ دیا جا چکا ہے اور موصوف کے انکار کے سبب اُن کو اس خدمت (رات کی ذمہ داری) سے معذور رکھا جائے۔ (روئیداد ۱۳ر مئی ۱۹۸۳ء)

دو ماہ بعد آپ مدرسہ کے مستقل مہتمم طے ہو گئے، اور اراکینِ مجلس نے مدرسہ کے جملہ اُمور آپ کے سپرد کر دیئے، تعلیمی نگرانی کے ساتھ مدرسہ کی جائیدادوں کے تحفظ کا مسئلہ زیادہ اہم تھا منتظمہ کمیٹی نے اسی مقصد کے پیشِ نظر آپ کا تقرر کیا چنانچہ اگست ۱۹۸۳ء میں منعقد میٹنگ کی روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

''مولانا عبد المقتدر صاحب کے دو ماہ کام کا جائزہ لیا گیا اُن کی رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی اندازہ ہوا کہ مولانا عبد المقتدر نے سابقہ دو ماہ میں قدرے مناسب اہتمام فرمایا اور تمام اساتذہ بھی اُنکی کارگزاری اور قابلیت نیز دیرینہ صلاحیت سے مانوس ہیں کافی غور وخوض کے بعد طے پایا کہ مولانا عبد المقتدر بن مولانا ولایت علی کو مدرسہ عبدالرب کا مستقل مہتمم مقرر کر دیا جائے اور اِس ذمہ داری کا مشاہرہ مبلغ چھ سو روپئے ماہانہ دیا جائے گا۔ آمد و رفت کے اخراجات کے وہ خود کفیل ہونگے، اور مولانا موصوف کو دفتری نظام، تعلیمی اہتمام، آمد وخرچ کے حسابات کی چیکنگ، طلبہ پر کنٹرول، اساتذہ کے مسائل وغیرہ حل کرنے ہونگے، ضروری اور

اہم معاملات کے موقع پر میٹنگ کی سفارش پیش کرنا، وقف جائیداد کا تحفظ نیز اراکین شوریٰ کے فیصلوں پر عمل درآمد کرانا وغیرہ آپ کی ذمہ داریاں ہونگی''۔ (روئیداد ۱۹۸۳ء)

خواجہ صاحب اپنی مرضی سے کئی مرتبہ عہدۂ اہتمام چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن مجلسِ شوریٰ نے ہر بار آپ کو بلا کر عہدۂ اہتمام سے سرفراز کیا، مرحلہ وار آپ ۱۹۸۹ء تک مہتمم رہے، اہتمام کے ساتھ آپ سے متعدد کتابوں کے اسباق بھی وابستہ رہے۔

تصنیف و تالیف کی دُنیا میں آپ نے تنویر القرآن کے نام سے خاص طور سے طلبہ کے لئے ایک آسان تفسیرِ قرآن لکھنے کا بیڑا اُٹھایا تھا، اور بحسن وخوبی تکمیل فرمائی آپ کی یہ تصنیف طلبہ مدارس کے لئے بیحد نافع ہے کئی جلدوں پر مشتمل ہے اُس کی ایک ہی جلد چھپ کر آئی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا۔

حضرت مولانا عبدالعزیز ظفر جنک پوری قاسمی

سابق مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی

آپ مدرسہ عبدالرب میں تقریباً ایک سال قائم مقام مہتمم رہے۔ ۱۹۸۹ء کے آخر میں مولانا عبدالمقتدر صاحب کی غیر موجودگی میں منتظمہ کمیٹی نے آپ کو قائم مقام مہتمم بنایا آپ کا نظامِ تعلیم وتربیت باسلیقہ اور قابل ستائش رہا آپ اگر کسی مدرسہ میں جم کر درسِ نظامی کی خدمت کرتے تو آپ کی خداداد صلاحیتوں سے خلق خدا کو خوب استفادہ کا موقع ملتا، مجلسِ شوری نے آپ کو مدرسہ ہذا کے نظامِ تعلیم کی ذمہ داری اسی

مقصد سے دی تھی تاکہ مدرسہ کو آپ کی قابلیت سے فائدہ ہو، مگر آپ ایک سال سے زیادہ نہ رہ پائے خود ہی مستعفی ہوکر چلے گئے۔

آپ قرآن وحدیث کے علوم وافکار کے ماہر ہونے کے ساتھ اپنے وقت کے بہترین انشاء پرداز ادیب اور خوش گو شاعر بھی تھے۔ نظم ونثر میں آپ کو کمال حاصل تھا بہت سی نظمیں نعتیں اور حمدیں آپ کے قلم گوہر بار سے منصۂ شہود پر جلوہ گری کر چکی ہیں، مسجد رشید دارالعلوم دیوبند کے دروازے پر منظوم قطعۂ تاسیس آپ ہی کے قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ نیوفرینڈس کالونی اوکھلا کی شاہی مسجد میں تقریباً ۵۰ رسال امامت کی، کئی سال آپ سخت علیل رہے۔

بالآخر ۲۲ ر ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق ۳۱ ر دسمبر ۲۰۱۸ء پیر کے دن دہلی کے ایک اسپتال میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر ۸۰ رسال سے متجاوز تھی، اللہ رب العزت آپ کی جملہ خدمات کو بیحد قبول فرمائے اور بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فاروق واصفی صاحب

سابق مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فاروق واصفی مجددی ولد شاہ صوفی عبدالقادر نقشبندیؒ فاضل مدرسہ امینیہ دہلی، آپ مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب کے اقرب تلامذہ میں سے ایک ہیں، آپ کو دستِ فیاض نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے، مدرسہ امینیہ سے فضیلت کا نصاب مکمل کر کے علم طب اور ڈاکٹری کا کورس بھی کیا، فن شعروشاعری آپ نے مفتیٔ اعظم کے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمن واصف سے سیکھی

تھی اسی وجہ سے آپ واصفی کہلاتے ہیں۔جبکہ راہِ سلوک وطریقت میں آپ اپنے والدمرحوم سے بیعت ہوئے اورانہی سے اجازت وخلافت ملی۔

مجلسِ شوریٰ کی رُکنیت

مدرسہ عبد الرب سے آپ کا تعلق یوں تو بہت قدیم زمانہ سے ہے لیکن ۱۹۸۲ء میں جب لال کنواں پر واقع مدرسہ عبدالرب کی ایک جائنداد کا قضیہ پیش آیا تو اُس میں کسی قدر مدرسہ کے حق میں آپ کی سعیٔ مشکور رہی جس کے باعث ۲۳؍اگست ۱۹۸۲ء میں آپ کو باضابطہ مجلس شوریٰ کا رُکن نامزد کیا گیا۔

اہتمام کی ذمہ داری

پھر ۱۱؍اگست ۱۹۸۶ء کی منعقدہ مجلس شوریٰ کی میٹنگ میں آپ کو مدرسہ کا مہتمم نامزد کیا گیا،عدیم الفرصتی کے باعث آپ ہمیشہ اہتمام کے عہدے سے دور رہنے کی کوشش کرتے لیکن حسب ضرورت اور ہنگامی حالات میں جب کبھی مجلس شوریٰ نے آپ کو یہ ذمہ داری سونپی تو آپ نے اُسے قبول فرمایا اورحتی الامکان نبھانے کی کوشش کی ، اس طرح آپ متعدد بار مہتمم بنائے گئے، البتہ مدرسہ عبد الرب میں تدریسی سلسلے سے آپ کبھی بھی وابستہ نہیں رہے۔

مطبخ کا قیام

مولانا واصفی صاحبکے دورِاہتمام میں اراکین مجلسِ شوریٰ نے آپ کی سفارش پر بہت سے اہم فیصلے لئے جوطلبہ اورتعلیم کے حق میں بہت ٹھوس ثابت ہوئے چنانچہ ۱۹۸۷ء میں مدرسہ میں مطبخ کا نظم شروع ہوا جوایک طویل مدت سے بند تھا مطبخ قائم

ہونے سے طلبہ کو بڑی راحت ملی، اس سے قبل طلبہ مدرسہ سے باہر جا کر وقت خراب کرتے، اکثر طلبہ تکرار میں پابندی نہیں کر پاتے تھے یہ حال دیکھ کر مجلسِ شوریٰ کے معزز ممبران بالخصوص سکریٹری ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کو بڑی کوفت ہوتی اور قیام مطبخ کی فکر دامن گیر ہوگئی، مطبخ قائم کرنے کی پُرزور انداز میں تائید کرنے والے ڈاکٹر محمد یوسف صاحب ہی تھے۔ چنانچہ اُن ہی کی سعی سے مطبخ کا قیام عمل میں آیا۔

۱۹۸۸ء میں مولانا نے اپنی مصروفیات کے پیشِ نظر منصب اہتمام سے استعفاء دیدیا۔ روئیداد ۱۹۸۸ء میں آپ کی غیر معمولی خدمات کو اس طرح سراہا گیا ملاحظہ ہو:

''اور یہ بات ہوئی کہ مہتمم ایسا ہونا چاہئے جو ۲۴؍گھنٹہ مدرسہ میں رہے، مولانا محمد فاروق واصفی نے اپنے اہتمام کے دَور میں مطبخ کا اجراء، ناشتے کا اجراء، اساتذہ کی تنخواہ میں اضافہ، گریڈ اور امتحانات کا اُصول، کافی تبدیلیاں کر کے ترقی کی ہے اور یہ کہ بلا تنخواہ اہتمام کا کام انجام دیا بلکہ مطبخ اور دیگر محتاط تصرفات سے بچا کر ڈیڑھ دو ہزار روپئے کی بچت بھی دکھائی ہے، مگر وہ مسافر خانہ کی مصروفیات کے سبب روزانہ مدرسہ میں تشریف نہیں لا سکتے ۔ نیز اِس مجبوری کے سبب دوسرے مہتمم کا انتظام ناگزیر ہے۔'' (روئیداد اجلاس ۳۰؍دسمبر ۱۹۸۸ء)

بہر حال ۱۹۸۹ء میں آپ مستعفی ہوگئے اُس کے بعد پھر ۲۰۰۵ء میں آپ کو مہتمم بنایا گیا۔ مگر چونکہ آپ پر اور بھی ذمہ داریوں کا بار تھا، ہفتہ میں ایک۔ دو گھنٹے کے

لئے مدرسہ تشریف لاتے جملہ اُمور صدر مدرس مولانا بشیر الدین صاحب کی صواب دید پر چھوڑ رکھے تھے حالانکہ داخلی صورتِ حال سے آپ بے خبر نہیں تھے، ان حالات میں مدرسہ اور بالخصوص بعض مدرسین کو آپ کے اہتمام سے خاطر خواہ استفادہ کا موقع نہ مل سکا، جس کے باعث انتظامی اعتبار سے حالات تقریباً ناسازگار ہی رہے، آپ دہلی کے مختلف تعلیمی اداروں اور اصلاحی و سماجی تحریکوں کے بھی ذمہ دار ہونے کے ساتھ مسلم مسافر خانہ بلی ماران کے ناظم ہیں۔ آج کل سخت علالت کے دور سے گذر رہے ہیں، ماہِ جنوری ۲۰۲۰ء میں مولانا قاری رشید احمد مقیم مسجد دائی والی کی معیت آپ کے دولت خانہ پر عیادت کی غرض سے راقم کی حاضری ہوئی، حضرت والا سے ۱۵، ۲۰ رمنٹ ملاقات ہوئی، نقاہت و کمزوری کچھ زیادہ ہی آگئی ہے، اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائے اور مولانا موصوف کی مساعئ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا عبدالستار سلام قاسمی

سابق مہتمم و مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا عبدالستار ولد عبدالسلام یکم اپریل ۱۹۵۲ء میں پیدا ہوئے آپ قصبہ سنبھل کے رہنے والے ہیں آپ نے دورۂ حدیث مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں مکمل کیا اُس کے بعد مزید ایک سال تکمیل ادب میں لگایا، دارالعلوم میں آپ کے طالب علمی کا زمانہ بڑے آب و تاب اور نقل و حرکت کے ساتھ گذرا ہے۔ شیخ الادب حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے اقرب تلامذہ میں سے

تھے آپ کا تذکرہ حضرت کیرانوی نے القاموس الاصطلاحی کے مقدمہ میں بھی کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عربی ادب سے غیر معمولی شغف رہا۔ دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر شاہ خالد بن عبدالعزیز فرماں رواں سعودیہ عربیہ کا خط آپ ہی نے پڑھ کر سنایا اور اُس کی اُردو زبان میں ترجمانی کا شرف بھی آپ کو ملا۔

تقرر بحیثیتِ مہتمم

مدرسہ عبدالرب میں آپ کا تقرر بحیثیت مہتمم ہوا تھا، اس دوران آپ چونکہ دہلی میں کلاں مسجد سیتارام بازار میں امام تھے آپ کی خطابت کا اُس وقت ڈنکا بج رہا تھا، مدرسہ عبدالرب کے ایک ممبر منتظمہ کمیٹی مولانا انیس الحسن ہاشمی نے آپ کے بارے میں اراکین شوریٰ کو رائے مرحمت فرمائی تھی کہ اگر مولانا عبدالستار جیسے عالم فاضل کو ادارہ ہذا کا مہتمم بنادیا جائے تو اُمید ہے کہ مدرسہ میں تعلیمی وانتظامی اعتبار سے بہتری آجائے۔ کیونکہ حضرت مولانا محمد رفیع دیوبندی کے بعد سے مدرسہ کا نظام قابو سے باہر ہوگیا، چنانچہ ۳۰/مارچ ۱۹۸۹ء مطابق ۱۴۰۹ھ میں آپ کو مدرسہ عبدالرب کا مہتمم نامزد کیا گیا۔

اجلاس منتظمہ کمیٹی منعقدہ ۲۴/مارچ ۱۹۹۰ء کی کارروائی ملاحظہ فرمائیں:

> ''سابقہ اجلاس منعقدہ ۲۵/نومبر ۱۹۸۹ء میں مدرسہ کے مسند اہتمام کیلئے کسی مناسب شخص کی تلاش کیلئے حضرت مولانا انیس الحسن ہاشمی و حضرت مولانا فقیہ الدین زید مجدہما پر مشتمل دونفری کمیٹی تشکیل پائی تھی موجودہ اجلاس میں حضرت مولانا انیس الحسن ہاشمی زید مجدہٗ کی رپورٹ

مورخہ ۳/مارچ ۱۹۸۹ء میں پیش ہوئی اور متفقہ طور پر طے پایا کہ مولانا عبدالستار سلام قاسمی کو کچھ ماہ کیلئے مدرسہ ہذا کا مہتمم مقرر کیا جاتا ہے حسن کار کردگی دیکھنے کے بعد مستقل تقرر کردیا جائے گا''۔

(روئیداد اجلاس مجلس شوریٰ ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴۱۰ھ)

آپ کا حسن اہتمام

مولانا عبدالستار سلام قاسمی کے اہتمام سنبھالنے کے بعد تعلیمی وانتظامی امور میں بہت کچھ تبدیلیاں آئیں، مدرسہ میں کچھ تجدید کاری مثلاً درسگاہوں کے دروازوں کی مرمت، دفتری کارروائی اور گوشوارہ جات نیز آمد وصرف کے حسابات کیلئے مستقل رجسٹر وغیرہ بنوائے، اس طرح مدرسہ میں حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دیوبندی کے بعد مدرسہ کا تعلیمی معیار کسی حد تک غیر متحرک ہورہا تھا اس کی بازیابی کے لئے بھرپور سعیٔ مشکور کی، سالانہ امتحان کے لئے دارالعلوم دیوبند سے حضرات اساتذۂ دارالعلوم کو مدعو کیا جانے لگا، اسی سال حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی، حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب بارہ بنکی وغیرہ حضرات نے طلبہ کا سالانہ امتحان لیا اور نتائج امتحان بھی اُمید افزاء آئے۔جس کارکردگی کو دیکھ کر منتظمہ نے اگلے اجلاس میں اس کو سراہا۔ چنانچہ اس کے بعد ۹/جون ۱۹۹۰ء مطابق ۱۵/ذی القعدہ ۱۴۱۰ھ کی کارروائی اجلاس ملاحظہ ہو:

''اجلاس، مہتمم مدرسہ مولانا عبدالستار سلام قاسمی کی ششماہی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے اطمینان کا اظہار کرتا ہے اور مزید چھ ماہ از ۲/ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ تا یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ کے لئے مدت اہتمام

کی توسیع کرنا طے کرتا ہے مزید ششماہی کارکردگی سامنے آنے پر موصوف کے استقلال کے بارے میں غور کیا جائے گا'۔

(روئیداد اجلاس منتظمہ کمیٹی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء)

مشیتِ خداوندی

آپ ایک بہترین صلاح کار فعال و متحرک منتظم ہیں لیکن اللہ کے فیصلوں کو اللہ ہی جانتا ہے، آپ کا دورِ اہتمام تقریباً ۳؍سال ہی چل پایا، حالانکہ بظاہر آپ کی کارکردگی لائق تحسین رہی، بعد ازاں حالات دِگر گوں ہوگئے ۔ بالآخر آپ نے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں استعفاء دے کر مدرسہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ آں موصوف کی خدمات قبول فرمائے۔ آمین!

سرخ رُو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب میواتی

سابق مہتمم مدرسہ ہذا

آپ کے حالات گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں، ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۶ء تک یعنی تقریباً ۲۴؍سال مدرس رہے، بعد کے سات سال صدر مدرس و شیخ الحدیث اور اپنی عمر کے آخری دو یا تین سال مدرسہ عبدالرب کے مہتمم مقرر ہوئے، آپ کی خدمات جہاں تعلیمی اعتبار سے قابل قدر رہیں وہیں مدرسہ کے مالی تعاون میں بھی جواب نہیں رکھتی۔

حضرت مولانا فقیہ الدین دہلوی

سابق ناظم تعلیمات و مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا فقیہ الدین دہلوی آپ گلی محل سرائے ، پھاٹک پنجابیان بلی ماران میں رہائش پذیر تھے آپ دہلی کے سیاسی وسماجی مشہور کارکن رہے ایک مرتبہ دہلی کارپوریشن کے کونسلر بھی رہ چکے ہیں ،آپ نے مدرسہ عبدالرب میں ۲۰؍سال انتظامی خدمات انجام دیں ہیں۔

مدرسہ عبدالرب کی نامزد رکنیت

۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۱۹۸۲ء مدرسہ کی روئیداد کے مطابق آپ کومجلسِ شوریٰ کاممبر نامزد کیا گیا۔آپ ہر میٹنگ میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرماتے اور مدرسہ کے تعلیمی وانتظامی اُمور میں اپنی رائے باصواب مرحمت فرماتے رہے۔

ناظمِ تعلیمات وکارگزار مہتمم

۱۷؍نومبر ۱۹۹۶ء مطابق ۶؍رجب ۱۴۱۷ء میں جب مولانا محمد اسحاق صاحب (جو مدرسہ کے صدر مدرس اور اخیر میں مہتمم بھی طے ہوئے تھے) کا وصال ہوگیا تو اراکین منتظمہ کمیٹی نے آپ کے مزاج و مذاق کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو ۱۹؍نومبر ۱۹۹۶ء مطابق ۹؍رجب ۱۴۱۷ھ کومجلسِ شوریٰ کی منعقدہ میٹنگ میں مدرسہ کے تعلیمی امور کی ذمہ داری سپرد فرمائی ،اس طرح آپ ناظم تعلیمات وکارگزار مہتمم بھی مقرر ہوئے ،طلبہ کا داخل خارج کرنا نیز اساتذہ کی تقرری بھی منتظمہ نے آپ کی

صوابدید پر چھوڑ دی۔

راقم الحروف کا تقرر ۲۰۰۱ء مطابق ۱۴۲۱ھ میں آپ کے زمانۂ نظامت میں ہوا آپ نے بے پناہ شفقتوں سے نوازا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

طلبہ کے ساتھ ہمدردی

مدرسہ میں نسائی شریف اور قدوری کا سبق آپ سے وابستہ رہا طلبہ کیساتھ شفقت و ہمدردی کا معاملہ کرتے ۔ ایک مرتبہ نسائی شریف پڑھاتے ہوئے **باب فی الماء الراکد**۔ میں ایک حدیث (جس کے تمام راویوں کے نام انبیا کے ناموں پر ہیں) کے تحت **قال ابو عبد الرحمن کان ابو یعقوب لا یحدث بھذا الحدیث الا بدینار**۔ پر طلبہ نے کہا کہ یہ حدیث ہم آپ سے جب پڑھیں گے کہ پہلے ہم آپ کو کچھ کھلانا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ نے طلبہ کی فرمائش پر اُسی وقت سبھی اساتذۂ کرام کو اپنی درس گاہ میں بلوایا اور جیب سے ۱۰۰؍روپئے نکال کر طلبہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ تم مہمانانِ رسول ہو یہ پیسے میں تمہاری طرف سے دیتا ہوں تم خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ۔

آپ گفتگو میں بہت نرم لیکن اُصول میں بہت سخت تھے بڑے سلیقے کے ساتھ کھری بات کہنے والے تھے، مدرسہ عبدالرب دہلی کے ایک اُستاذ اسباق اور وقت کی خاص پابندی نہیں کرتے تھے، مولانا فقیہ الدین صاحب نے اُن سے کہا کہ آپ مدرسہ پابندی سے کیوں نہیں آتے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ”مجھے مدرسہ عبد الرب کی ضرورت نہیں“ آپ نے پلٹ کر جواب دیا ”کہ! یہ نہ کہو کہ مجھے مدرسہ

عبدالرب کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کہو کہ مدرسہ عبدالرب کو میری ضرورت نہیں'' چنانچہ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد وہ اُستاذ مدرسہ سے خود ہی مستعفی ہو کر چلے گئے۔

احساسِ ذمہ داری

آپ اپنی ذمہ داری کے معاملے میں بے حد حساس تھے، ہر موسم میں مدرسہ پابندی سے تشریف لاتے ایک دن ناولٹی پُل سے پہلے ایک جمپ پر رکشہ والے نے بریک نہیں لگائے جسکی وجہ سے رکشہ اُچھل کر پلٹ گیا اور آپ سڑک پر گر گئے گھٹنے، ناک اور ہاتھ کئی مقامات سے زخمی ہو گئے لیکن اُس کے باوجود مدرسہ تشریف لائے، آپ کے کپڑے خون آلود دیکھ کر ہم حیرت میں رہ گئے اُس کے بعد آپ نے صرف نسائی شریف کا سبق پڑھایا اور ڈاکٹر کے پاس جلدی چلے گئے، یہ واقعہ انتقال سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے کا ہے۔

چلتے ہاتھ پیر دنیا سے خاتمہ

عموماً آپ کا مزاج خدمت لینے کا نہیں تھا اور اللہ کا کرم کہ آپ چلتے ہاتھ پیر دنیا سے کوچ کر گئے آپ نے آخری سبق بروز جمعرات یکم ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ میں پڑھایا ماشاء اللہ صحیح سلامت گھر تشریف لے گئے اور جمعہ کی شام کو اچانک طبیعت خراب ہونے کے باعث واصل الی اللہ ہو گئے، بروز ہفتہ ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۲ء کو قبل از نماز ظہر لال مسجد پنجابی پھاٹک کے عقبی حصہ میں نماز جنازہ ہوئی مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفار صاحب دہلویؒ نے نماز جنازہ

پڑھائی۔اور تدفین مہدیان قبرستان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

حضرت مولانا اختر ہاشمی صاحب

سابق ناظم تعلیمات وقائم مقام مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی

آپ کا نام صبیح الحسن ولد شوکت علی ہے اور اختر تخلص ہے، اِسی تخلص سے مشہور ہو گئے، آبائی وطن ضلع بجنور یوپی میں واقع چاند پور ہے بعد میں دہلی کا مشہور علاقہ بلیماران پنجابی پھاٹک میں گلی سرائے محل جائے سکونت بن گیا، اسی گلی میں مولانا فقیہ الدین صاحب مرحوم رہا کرتے تھے ابتدائی و درمیانی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا انیس الحسن ہاشمی کے ساتھ مدرسہ عبدالرب میں حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ امینیہ میں داخل ہوئے اور وہیں سے فراغت حاصل کی۔

مولانا فقیہ الدین دہلوی کے وصال کے بعد آپ مدرسہ کے ناظمِ تعلیمات مقرر ہوئے۔آپ جسمانی اعتبار سے بسیار عوارض سے دو چار تھے مگر ذہنی طور پر بالکل فٹ اور نہایت حاضر دِماغ تھے، طلبہ کو ترجمہ قرآن از سورۂ ق تا آخر اور قدوری کا درس دیا کرتے تھے، جس وقت آپ مدرسہ کے ناظم تعلیمات بنائے گئے تقریباً ۷۵ رسال سے زائد عمر ہوگی مگر عربی قواعد اور کتابی صلاحیت بہت غنیمت تھی، جبکہ آپ اس سے پہلے درس وتدریس کے سلسلے سے کبھی منسلک نہیں رہے۔

۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۸ء تک بحیثیت ناظمِ تعلیمات مدرسہ ہذا سے وابستہ

رہے، اخیر کے دوسال ضعف و نقاہت کے باعث مدرسہ کم ہی تشریف لاتے تھے ۔۸/دسمبر ۲۰۰۸ء میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گی

حضرت مولانا نثار احمد صاحب قاسمی

سابق مہتمم مدرسہ ہٰذا

مولانا نثار احمد بن طفیل احمد ۱۳/جون ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوئے، روڑکی کے رہنے والے ہیں، ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں ہوئی پھر خادم الاسلام باغوں والی میں اور تکمیل دورۂ حدیث ۱۹۷۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے ہوئی، سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین احمد کی حیاتِ مستعار کا یہی آخری سال تھا۔

مولانا موصوف مدرسہ عبدالرب دہلی کے ڈیڑھ دوسال کارگذار مہتمم رہے یعنی ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۱ء تک۔ مدرسہ کا اہتمام بحسن وتدبیر چلایا اگر چہ مدرسہ میں مستقل قیام پذیر نہیں تھے بلکہ ہفتہ میں دو یا تین روز کے لئے تشریف لاتے لیکن فراست وحکمت اسقدر تھی کہ ہفتہ میں چند دن کی تشریف آوری ہفتہ بھر کی تلافی کردیتی، اسے ایک بزرگ کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

آپ اکابر علمائے دیوبند کے سچے عاشق اور اُن کی اقدار وروایات کے حقیقی امین ومحافظ ہیں، دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدرسہ خادم العلوم

باغوں والی سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا وہاں سے سبکدوشی کے بعد مدرسہ حسینیہ مدینۃ العلوم پنیالہ روڑکی میں بحیثیت ناظم مقرر ہوئے، جہاں آپ نے طویل عرصہ تعلیمی و انتظامی خدمت کر کے اسے بام عروج پر پہنچایا آج کل روڑکی شہر میں اپنے ہی قائم کردہ ادارہ مرکز الاصلاح الاسلامی کی سرپرستی فرما رہے ہیں، ساتھ ہی مدرسۃ البنات روڑکی میں بخاری شریف کا درس بھی دیتے ہیں اور تقریباً ۸/سال سے مدرسہ عربیہ رحمانیہ روڑکی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ مدرسہ مولانا خلیل الرحمن مہاجر مدنی کا قائم کردہ ہے۔

مولانا موصوف نہایت متقی، متواضع، شریف النفس اور اسلاف و اکابر کی یادگار ہیں، متعدد تصانیف بھی ہیں مثلاً خطباتِ طیب، مواعظ حکمت وغیرہ ان کے علاوہ آپ نے ارواحِ ثلاثہ کی نظر ثانی کر کے اشاعت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

مدرسہ میں اکابر علماء کی تشریف آوری

مدرسہ عبدالرب دہلی میں یوں تو ملک و بیرونِ ملک کی بہت سی ممتاز علمی دینی شخصیات کی آمد ہوتی رہی ہے اور بعض شخصیات کو کسی خاص پروگرام مثلاً جلسۂ ختمِ بخاری شریف کے تحت بطور مہمانِ خصوصی مدعو کیا گیا، لیکن راقم کی معلومات میں ۲۰/سالہ عرصہ میں کچھ ہستیاں ایسی ہیں جن کا تذکرہ یقینا موجب خیر و برکت ہوگا، چنانچہ ان میں سے سب سے پہلے اُن حضرات کے اسمائے گرامی جنہیں جلسۂ ختمِ بخاری شریف میں آخری حدیث کا درس دینے کے لئے دعوت دی گئی، ان کا

ذِکر کیا جاتا ہے:

حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) کومتعدد بار دعوت دی گئی اور تشریف بھی لائے۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ (سابق مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) ایک سے زیادہ مرتبہ دعوت دی گئی اور تشریف لائے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب مسعودیؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند)۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن صاحبؒ (سابق صدر مفتی ومہتمم مدرسہ امینیہ دہلی) اکثر تشریف لاتے رہے، بلکہ بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ جب مدرسہ میں کسی شیخ الحدیث کا انتظام نہ ہو سکا تو بخاری شریف آپ نے آکر پوری کرائی، علاوہ ازیں جلسۂ ختم بخاری شریف میں کئی بار مدعو ہوئے۔

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی (استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند) آپ بحر العلوم سے مشہور ہیں، استحضارِ علم میں بیحد ممتاز ہیں، مدرسہ ہذا کے جلسۂ ختم بخاری شریف میں متعدد مرتبہ مدعو کئے جا چکے ہیں، آپ کے بیان سے اہل علم کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری (شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) آپ کو اس مدرسہ سے خاص قلبی لگاؤ ہے، کیونکہ آپ نے یہاں اپنی نوعمری

کے زمانے میں ۸ یا ۹ /سال تدریسی خدمت کی ہے، جلسہ ختم بخاری شریف میں بھی مدعو کئے جا چکے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری (استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند) دومرتبہ مدعو ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا مختار سعید صاحب قاسمی مدنی (شیخ الحدیث جامعہ سراج العلوم دھولیہ، مہاراشٹر) دومرتبہ تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد راشد صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرتپور، راجستھان، ایک بار مدعو ہو چکے ہیں، رسوخ فی العلم کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں، نہایت متواضع ہیں۔

حضرت مولانا سید احمد خضر صاحب مسعودی (شیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند) ایک مرتبہ تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی (نائب مہتمم واستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند) آپ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰۲۰ء کے جلسے میں مدعو ہوئے، لیکن لاک ڈاؤن ہو جانے کی وجہ سے جلسہ منسوخ کرنا پڑا۔ جس کی وجہ سے حضرت تشریف نہ لا سکے۔ اور افسوس کہ مولانا سنبھلی صاحب حال ہی میں ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۰/جولائی ۲۰۲۱ء بروز جمعہ بوقت شام، قبل نمازِ عصر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ممتحن حضرات کی تشریف آوری

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب بارہ بنکی (استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی (نائب مہتمم واُستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا محمد اکرام صاحب قاسمیؒ (استاذِ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی)

حضرت مولانا اظہارالحق صاحب قاسمی (استاذِ حدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی)

حضرت مولانا محمد مسلم صاحب قاسمی (استاذِ حدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی)

حضرت مولانا مفتی محمد صابر صاحب قاسمی (استاذِ حدیث جامعہ رحیمیہ مہندیان دہلی)

حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب قاسمی (سابق استاذ مدرسہ امینیہ دہلی)

حضرت مولانا مفتی محمد شمیم صاحب قاسمی (استاذ جامعہ رحیمیہ مہندیان)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی صاحب قاسمی (استاذِ حدیث مدرسہ حسین بخش دہلی)

حضرت مولانا مفتی رئیس احمد صاحب قاسمی (سابق اُستاذ مدرسہ ہذا)

حضرت مولانا مفتی محمد زاہد حسن صاحب قاسمی (سابق استاذ مدرسہ ہذا)

وارد ہونے والی کچھ اہم شخصیات:

مفکر قوم وملت حضرت مولانا اسرارالحق صاحب قاسمی (سابق ممبر پارلیمنٹ)

آپ اہل مدرسہ کی دعوت پر کئی مرتبہ تشریف لائے اور عوام وخواص کو اپنے فکر انگیز خطاب سے محظوظ فرماتے رہے۔

پیر طریقت حضرت مولانا محمد جمیل احمد صاحب نوحی الوری شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی، آپ گاہ بگاہ مدرسہ میں قدم رنجہ ہوتے رہتے ہیں اور اپنی نصیحت آمیز کلمات سے اساتذہ وطلبہ کو محظوظ فرماتے رہتے ہیں، یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرزاق صاحب بھوپال، کئی بار تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب مقیم حال کویت ایک بار تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقدوس پالنپوری دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لاجپوری دامت برکاتہم

حضرت مولانا ابوذر صاحب قاسمی (شیخ الحدیث جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ)

حضرت مولانا محمد یونس فانی قاسمی میواتی (آڑدوکا) کئی مرتبہ تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی ذکاوت حسین صاحب قاسمی (شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیق صاحب قاسمی (استاذِ حدیث مدرسہ حسین بخش) آپ طلبہ کی انجمن کے سالانہ اختتامی تقریری اجلاس میں مدعو کئے جا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی حضرات ہیں جن کا احاطہ مقصود نہیں ہے۔ بالخصوص مدارسِ عربیہ دہلی کے اساتذۂ کرام ومشائخین عظام۔

مدرسہ عبدالرب دہلی سے

۱۹۳۷ء میں شائع ہونے والی روئیداد

مندرجہ ذیل سطور میں مدرسہ کی ۸۰، ۸۵ رسال پہلے شائع ہونے والی ایک قدیم روئیداد ہے بطور یادگار شامل اشاعت کی جارہی ہے، جن اہل خیر حضرات نے اپنی محنت اور کمائی کا قیمتی سرمایہ مدرسہ عبدالرب کے لئے بے دریغ خرچ کردیا، اس میں جن حضرات کے نام ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں راحت وسکون عطا فرمائے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہٴ پارینہ را

ملاحظہ فرمائیں:

''اس مدرسہ کے ارکان چونکہ خرچ میں کفایت شعار ہیں اس وجہ سے کبھی اس مدرسہ کی روئیداد شائع کرنے کا خیال نہیں ہوا، اب چونکہ بعض اصحاب اہل خیر روئیداد مانگتے ہیں اور یہ بھی خیال ہوا کہ حساب شائع نہ کرنے سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ اس لئے اس سال یہ خیال ہوا کہ مختصر روئیداد آمد وخرچ اور کیفیت تعلیم طلبہ کی شائع کردی جائے۔

☆ حضراتِ اہل سورت اس مدرسہ کے بہت بڑے معاون ہیں یہ حضرات جس مقام پر بھی ہوں اِس مدرسہ کو فراموش نہیں فرماتے۔ افریقہ، جوہانسبرگ، ٹرانسوال، رنگون، سورت، کلکتہ غرض جس مقام پر بھی ہوں

اِس مدرسہ کی برابر امداد فرماتے رہتے ہیں بعض حضرات نے اپنے وظیفہ سے طلبہ کی پوری تعلیم حاصل کرائی۔

☆ چنانچہ سیٹھ احمد ابن محمد عمر افریقی نے مولوی محمد سلیمان کفلیتوی کو ۶/روپئے ماہوار وظیفہ دیکر تعلیم حاصل کرائی اب مولوی صاحب موصوف افریقہ کے کسی مدرسہ میں تعلیم دے رہے ہیں۔

☆ اسی طرح جناب سیٹھ سلیمان تیمول صاحب افریقی نے مولوی رفیق احمد صاحب کو ۶/روپئے ماہوار وظیفہ دیکر تعلیم دِلوائی جو کہ اب مدرسہ ہذا میں مدرس ہیں اور تدریسی خدمت کرتے ہیں۔

☆ سیٹھ احمد یوسف بٹوالہ صاحب بمبئی جو وقف حاجی یوسف سلیمان بٹوالہ سے ۲۵/روپئے ماہوار امداد فرماتے ہیں۔

☆ حاجی سلیمان دادا بھائی صاحب رنگون جو اپنی زندگی میں مدرسہ کی معقول امداد فرماتے رہے اور اب بھی اُن کے وقف سے معقول امداد ہوتی رہتی ہے۔

☆ حاجی اعظم عارف بھائی صاحب راندیری مرحوم جن کی پہلے ۳۰۰/روپئے امداد سالانہ ہوتی تھی۔

☆ سیٹھ حاجی یوسف مکلائی صاحب دیراول والے جو ہمیشہ سے مدرسہ میں ۲۵۰/روپئے سالانہ امداد فرماتے تھے۔

☆ حاجی محمود موسیٰ جی صالح جی کلکتہ والے جو رمضان میں مدرسہ کی امداد فرماتے ہیں اور طلبہ، مدرسین وملازمین اور بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد

فرماتے ہیں۔

☆ مولوی مفتی مرغوب احمد صاحب امام سورتی جامع مسجد رنگون جو خود بھی امداد فرماتے ہیں اور دوسرے اہل خیر حضرات سے بھی امداد کراتے ہیں۔

☆ مفتی سید مہدی حسن صاحب راندیر جو اہل خیر راندیر سے بکثرت امداد کراتے ہیں۔

☆ مولوی شیخ احمد افریقی جو اہل افریقہ سے معقول امداد کراتے ہیں۔

☆ مولوی علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لاکر حاضرین جلسہ کو اپنے بیان سے محظوظ فرماتے ہیں اور اہل خیر حضرات کو مدرسہ کی امداد کی طرف توجہ دِلاتے ہیں۔

☆ حاجی محمد اسماعیل جاپان والے جو اس وقت مدرسہ ہذا کے مہتمم ہیں اور اِس مدرسہ کی کافی امداد اور سرپرستی فرماتے ہیں بلکہ دو مدرسوں کو اپنی ذات سے تنخواہ دے رہے ہیں۔

☆ حاجی نواب عبدالستار صاحب کلکتہ والے مرحوم جو پہلے اس مدرسہ کے مہتمم تھے اور تیس سال سے زائد اس مدرسہ کو بحسن وخوبی چلاتے رہے اور بذاتِ خود اللہ کے بھروسے پر اِس خدمت کو اپنے ذمہ لے رکھا تھا خداوند کریم اُن کی برابر امداد فرماتا رہا، اگر کسی وقت مدرسہ میں آمدنی بالکل نہیں ہوئی تو قرض لے کر مدرسہ کا خرچ چلاتے رہے۔

☆ حاجی محمد ابراہیم باڑی صاحب جن کے وقف سے ۳۰۰/روپئے سالانہ طلبہ کے کپڑوں کے واسطے دیا جاتا تھا۔

☆ حاجی فخر الدین صاحب پٹنہ والے جنھوں نے مدرسہ میں عالی شان مسجد اور مدرسین کی درسگاہیں اور طلبہ کے حجرے تیار کرائے۔

☆ مولانا حاجی سید عبداللطیف خلف مولوی عبدالاحد مرحوم جو اس مدرسہ کے بہت بڑے معاون تھے طلبہ کو وظائف عطا فرماتے تھے اور ایک دار الطلبہ (دارالاقامہ) بھی تیس ہزاری میں صَرفِ کثیر سے تیار کرایا تھا جس میں مدرسہ ہذا کے طلبہ رہتے ہیں حاجی صاحب مرحوم نے انتقال سے چند ماہ پیشتر شیخ محمد حسن دَلّال سبزی منڈی سے فرمایا تھا کہ مدرسہ عبدالرب کے واسطے چالیس ہزار روپئے کی جائیداد تلاش کرو میں خرید کر مدرسہ کے خرچ کے لئے وقف کرونگا، اگر حاجی صاحب تھوڑے عرصہ اور زندہ رہتے تو مدرسہ کے لئے ایک معقول آمدنی ہوجاتی مگر اُن کے فرزند ارجمند مولوی عزیز الرحمان صاحب بھی اس مدرسہ کے طلبہ کو برابر وظیفہ دے رہے ہیں اور دارالطلبہ میں مدرسہ ہذا کے طلبہ کو رہنے کے لئے جگہ دے رکھی ہے اور طلبہ کی ہر طرح امداد فرماتے ہیں۔

☆ حاجی محمد یوسف کمپنی رنگون حاجی محمد اسماعیل ایٹہ یہ حضرات مدرسہ ہذا کی بڑی امداد کرتے تھے اور اب بھی اُن کے پسماندگان امداد فرماتے ہیں۔

☆ حاجی محمد ابراہیم جاپان والے (برادر حاجی محمد اسماعیل جاپان والے) جو مدرسہ کے بہت بڑے معاون تھے مدرسہ کے واسطے معقول جائیداد وقف کرنے کا ارادہ تھا کہ انتقال ہوگیا اور جائیداد وقف نہ ہوسکی۔

☆ حاجی محمد اسماعیل پٹنہ والے جو اس مدرسہ کے لئے پہلے معقول امداد فرماتے تھے اور مہتمم نواب عبدالستار کلکتہ والے کے انتقال کے بعد یہ فرمایا تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں کچھ فکر نہ کرو جس طرح ہوگا میں چلانے کی کوشش کرونگا، چنانچہ اُنہی کی کوشش سے حاجی محمد اسماعیل جاپان والوں نے مدرسہ کا انتظام اور نگرانی کرنا منظور فرمایا۔

چونکہ یہ دین کا کام خدا کا کام ہے خدا اِس کا محافظ ہے لیکن خداوند کریم کسی کام کے واسطے آسمان سے امداد نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے نیک بندوں کے دِل امورِ خیر کی امداد کی طرف مائل فرمادیتے ہیں کہ وہ امداد کرتے ہیں، اور اُنہی کی امداد کی وجہ سے تمام کارِ خیر اور دینی مدارس و مساجد وغیرہ آباد ہیں''۔ (روئیداد ۱۹۳۷ء)

مدرسہ کی قدیم روئیداد ۱۹۴۵ء سے ماخوذ

کچھ مخلص معاونین کے اسمائے گرامی

''۱۹۴۵ء میں شائع ہونے والی مدرسہ کی ایک روئیداد جس میں چند مخلصین مدرسہ کے نام اور اُن کی گرانقدر خدمات کا مختصر تذکرہ ہے ملاحظہ فرمائیں اور دعا بھی

فرمائیں اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل حضرات اہل خیر کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔آمین

روئیداد ۱۹۴۵ء ملاحظہ فرمائیں:

☆ حاجی محمد ابراہیم صاحب (تاجر گھڑی) کلکتہ والے جنہوں نے اپنی ایک جائیداد واقع لال کنواں دہلی مدرسہ کے واسطے وقف کردی اُس کا کرایہ تقریباً ۷۰ روپئے ماہوار ہے اُس کا بالا خانہ اور دُکانیں جو آباد تھیں کرایہ بھی وصول ہوکر آمدنی مدرسہ میں درج ہے اور گودام کا صرف ماہِ صفر کا کچھ دِنوں کا کرایہ وصول ہوا ہے، پھر آخر سال تک گودام خالی رہا ۱۳۵۸ھ سے آباد ہوا ہے اُس کا کرایہ سالِ آئندہ میں درج کیا جائے گا۔

☆ جناب مولوی عزیز الرحمن صاحب خلف الرشید جناب مولوی عبداللطیف مرحوم جو مدرسہ کے طلبہ کو وظیفہ دیتے ہیں اور دارالطلبہ واقع تیس ہزاری میں رہنے والے طلبہ کی ہر قسم کی امداد فرماتے ہیں۔

☆ حاجی محمد رفیع پٹنہ والے جو کلکتہ تشریف لے جا کر کلکتہ کے اہل خیر حضرات سے چندہ وصول کر کے لاتے ہیں اور دہلی میں صدر بازار و چاندنی چوک سے چندہ وصول کرا کے دیتے ہیں۔

☆ جناب شیخ فیروز الدین صاحب گھڑی والے کلکتہ والے جو خود بھی اپنی فرم سے معقول امداد فرماتے ہیں اور دیگر اہل خیر حضرات کلکتہ کو بھی امداد کی طرف توجہ دِلاتے ہیں۔

☆ حافظ عبدالرحمن و حاجی عبدالوہاب پسران حاجی محمد ابراہیم مرحوم تاجر

پارچہ جو کئی سال سے سالانہ جلسے میں طلبہ کے انعام کے واسطے کپڑے مرحمت فرماتے ہیں۔

☆ وارثانِ علیم اللہ شاہ مرحوم جنھوں نے ایک مکان واقع محلہ ڈور والان وقف کر دیا ہے جس کا کرایہ تقریباً ۴۰/روپئے ماہوار ہے۔

☆ مسماۃ حمید النساء جنھوں نے ایک مکان محلہ ڈور والان کا وقف کیا ہے جس کا کرایہ ۱۰/روپئے ۱۰/آنہ ماہوار ہے۔

☆ حاجی محمد یعقوب تاجر صدر بازار جو کہ صدر بازار کے اہل خیر حضرات سے ماہِ رمضان المبارک میں چندہ وصول کرتے ہیں۔

☆ خان بہادر حاجی رشید احمد صاحب جو امداد کے علاوہ اراکین مدرسہ کو مدرسہ کے اہم امور میں نیک مشوروں سے مستفید کرتے ہیں۔

☆ مولوی عبدالخالق کٹھوری جو خود بھی امداد فرماتے ہیں دوسرے حضرات اہل کٹھور سے امداد کراتے ہیں۔

☆ جناب یعقوب اسماعیل آٹیہ صاحب جو خود بھی امداد فرماتے ہیں اور اپنی والدہ اور بہنوں وغیرہ سے امداد کراتے ہیں۔

☆ مولوی شیخ احمد مسلم افریقی جو ڈربن افریقہ کے اہل خیر حضرات سے معقول رقم وصول کر کے مدرسہ روانہ فرماتے ہیں اور خود بھی امداد کرتے ہیں''۔ (ماخوذ از روئیداد ۱۹۴۵ء)

مدرسہ عبدالرب کا فیض (فیض ربانی)

یاخدا یہ مدرسہ باقی رہے
فیضِ اِس کا تا ابد جاری رہے

مدرسہ عبدالرب کا شاندار ماضی اپنی مثال آپ ہے اس مدرسہ سے جلیل القدر ہستیاں پڑھ کر فارغ ہوئیں، جنہوں نے دینی اعتبار سے امت کی بے لوث خدمت کی ہے، چنانچہ بخارا، سمرقند، گجرات، رنگون، برما، بنگال اور غیر منقسم ہندوستان کے کونے کونے سے لوگوں نے تحصیل علم کی خاطر مدرسہ عبدالرب کیلئے رخت سفر باندھا، کچھ تو اس بنا پر کہ حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند سے نسبت رکھنے والے اکابر علماء یہاں جلوہ افروز تھے اور کچھ اس وجہ سے کہ وہ حضرات اپنے اخلاص اور علم وفضل میں با کمال تھے۔

مولانا سید اشتیاق اظہر اپنی تالیف ''فخر العلماء'' میں مدرسہ عبد الرب کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

تحفۂ سید میں جو مولوی سعید صاحب کی تصنیف ہے اس میں تحریر ہے کہ مدرسہ عبدالرب پرانا مدرسہ ہے اور مولوی عبدالرب کی یادگار ہے کشمیری دروازے کے علاقہ میں واقع ہے دینی تعلیم بخوبی ہوتی ہے، ہر سال ماہِ شعبان المعظم میں فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی جاتی ہے اور یہاں کے سند یافتہ اطرافِ ہند میں پھیل کر دینی خدمات انجام دیتے ہیں، بڑے نامور علماء اس مدرسہ میں تعلیم دے چکے ہیں۔

(فخر العلماء: ۱۲۵، سوانح علماء دیوبند: ص ۷۵۵)

مدرسہ عبدالرب سے ایک مختصر رپورٹ ''تذکرہ فیض رسانی'' کے نام سے شائع ہوتی تھی، الحمد للہ ۱۹۱۰ء کا ایک نسخہ مولانا مفتی رشید احمد لاجپوری نبیرۂ مفتی مرغوب احمد لاجپوریؒ کے کتب خانہ میں محفوظ تھا حضرت نے احقر کی درخواست پر اُس کی فوٹو کاپی عنایت فرمادی، اللہ تعالی مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

مدرسہ عبدالرب کا شاندار ماضی

اسی مطبوعہ روئیداد ۱۹۱۰ء میں مدرسہ کی ابتدائی کارکردگی مذکور ہے اُس کا کچھ اقتباس یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ ماضی بعید کا حال بھی معلوم ہو جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''واضح ہو کہ اس مدرسہ میں شوقین آدمی کو فتویٰ نویسی کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور وعظ کہنے کی بھی مشق کرائی جاتی ہے، جسے شوق ہوتا ہے اس کو مہارت ہوجاتی ہے، اس مدرسہ کے بعض تعلیم یافتہ سے یہ فیض ہوا کہ ایک موقع میں ہندو مسلمان دونوں قسم کے لوگ ایک درخت کی پرستش کیا کرتے تھے، تو اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ ایک مولوی وہاں پہنچے، انہوں نے وعظ فرمایا، اُن کے وعظ سے مسلمان لوگ راہِ راست پر آگئے اور اس درخت کی پرستش چھوڑ دی۔ الحمد للہ علی ذالک

جو لوگ کہ ذی علم اور بے تعصب ہیں وہ اس مدرسہ کے فیض کو سمجھتے ہیں اور جو لوگ بے علم ہیں اُن کے سمجھنے کے واسطے اتنی بات کافی ہے کہ اس مدرسہ کے اندر سبق کے واسطے بعض طلبہ دو۔دو کوس سے آتے ہیں اور بغل

میں ان کی بڑی بڑی کتابیں مثل بخاری و مسلم شریف کے ہوتی ہے، دھڑی دو دھڑی کا وزن ہوتا ہے، سردی کے موسم میں صبح کے وقت، گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کے بعد چلتے ہوئے آتے ہیں اور بعض اوقات سردی کے موسم میں صبح کے وقت بارش ہوجاتی ہے اُسی بارش میں چھتری لگا کر آتے ہیں اور راستہ میں کیچڑ ہوتی ہے، دہلی کی کیچڑ تو ویسے ہی بہت مشہور ہے، بعض دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جنگل میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک مسجد ہے، وہاں بعض طلبہ نے سکونت اختیار کی اور وہاں سے مدرسہ میں پڑھنے کو آتے رہے، یہ مقام مدرسہ سے غالباً ۳ر میل کے فاصلہ پر واقع ہے، تو عاقل آدمی اگر اُس کو کچھ نفع نہ ہو وہ ایسی جفاکشی کیونکر اختیار کرسکتا ہے، اس مدرسہ کی شان میں اگر یہ شعر پڑھا جاوے تو بجا ہے'':

ابوابه ابواب رحمة ربنا

فتحت فما غلقت فهل من طالب

(مطبوعہ روئیداد تذکرہ فیض رسانی ۱۹۱۰ء)

فہرستِ فضلاء اور ضروری وضاحت:

واضح رہے ہمیں جتنے فارغ التحصیل فضلاء کی فہرست دستیاب ہوئی اُسے شائع کر رہے ہیں اور جو نہ مل سکی اس کی تلاش جاری ہے، بعض فہرستِ فضلاء کا ہمیں یقین ہے کہ وہ مدرسہ کی الماری میں مقفل ہے، جس ذمہ دار کے پاس چابی ہے وہ

صاحبِ فراش ہونے کی وجہ سے نا تو وہ خود مدرسہ تشریف لا سکے اور نہ کسی دوسرے ذمہ دار کو چابی دے سکے اگر وہ فہرست بھی شامل ہو جاتی تو اس دستاویز میں محفوظ ہو جاتی، باری تعالیٰ سے اُمید ہے کہ دوسرے ایڈیشن تک وہ فہرست دستیاب ہو جائے، خدا کرے وہ دیمک وغیرہ سے سلامت رہے۔

بہرحال اس مطبوعہ روئیداد ''تذکرۂ فیضِ رسانی'' میں ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء سے ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء تک، مدرسہ عبدالرب کے فضلاء کی فہرست بھی ہے، مندرجہ ذیل سطور میں پہلے اسے من وعن نقل کیا جاتا ہے: اُس کے بعد کچھ فضلاء کے مزید تفصیلی حالات بیان کئے جائیں گے، ملاحظہ فرمائیں:

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۰ھ

۱	مولوی عبداللطیف بیجاپوری	یہ مولوی صاحب بعد فراغت حدیث شریف، مدرسہ حسین بخش دہلی میں مدرس رہے۔
۲	مولوی عبدالصمد	یہ مولوی صاحب دہلی کے رہنے والے ہیں اور وعظ کہتے ہیں۔
۳	مولوی خداداد	یہ اصل سے پنجاب کے رہنے والے ہیں اور عرصہ دراز سے دہلی میں مقیم ہیں وعظ کہتے ہیں۔
۴	مولوی سراج الحق	یہ بنگال میں مدرس تھے حدیث شریف کے پڑھنے کی غرض سے رُخصت لیکر آئے تھے۔
۵	مولوی حافظ کبیر الدین	یہ طبابت کرتے ہیں ضلع بجنور کے رہنے والے ہیں۔

۶	مولوی اعظم خان (یہ بہت فہمیدہ شخص ہیں)		۱۴	مولوی سید محمد قندھاری
۷	مولوی تاج الدین		۱۵	مولوی محمد اعظم
۸	مولوی نظام الدین		۱۶	مولوی رجب علی
۹	مولوی ظہیر الدین		۱۷	مولوی عبدالکریم
۱۰	مولوی عبداللہ صواتی		۱۸	مولوی عبداللطیف بنگالی
۱۱	مولوی محمد یحییٰ		۱۹	مولوی مظفر حسین
۱۲	مولوی عبدالرؤف		۲۰	مولوی عبدالغنی
۱۳	مولوی عبدالرحیم داناپوری			

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۱ھ

۱	مولوی محمد نذیر	یہ پالن پور کے رہنے والے ہیں اور بہت فہمیدہ ہیں اور اس مدرسہ میں وعظ بھی کہتے تھے اپنے وطن میں طبابت کرتے ہیں۔
۲	مولوی روشن الدین	یہ پنجاب کے رہنے والے ہیں اور بعد فراغت کے مسجد نواب پٹودی میں تعلیم دیتے تھے، اب اپنے وطن میں تعلیم دیتے ہیں، حصار میں مدرس بھی رہے ہیں۔
۳	مولوی مبین الحق	یہ علاقہ سورت کے رہنے والے ہیں اور اپنے ملک میں طباعت کرتے ہیں اور تعلیم بھی دیتے ہیں اور حج بھی کر آئے ہیں کٹھور علاقہ سورت میں مدرس ہیں، مدرسہ کے لئے بھی سعی کرتے رہتے ہیں۔

۴	مولوی ارشاد احمد	یہ جھنجانہ ضلع مظفرنگر کے رہنے والے ہیں طبابت کرتے ہیں۔
۵	مولوی فضل احمد	یہ پنجاب کے رہنے والے ہیں ہاپوڑ میں ایک عرصہ تک مدرس رہے ہیں۔
۶	مولوی عبداللہ	یہ نگینہ کے رہنے والے ہیں اور جالندھر کے ضلع میں تعلیم دیتے ہیں۔
۷	مولوی شمس الدین	یہ ناگور کے رہنے والے ہیں اُسی علاقہ میں مدرسی کرتے ہیں۔
۸	مولوی شیر دل	یہ ایک عرصہ بچھراؤن میں مدرس رہے اور سنبھل میں بھی مدرس رہے ہیں قابل آدمی ہیں۔
۹	مولوی رحیم بخش (ولی)	یہ وعظ گوئی کا پیشہ کرتے ہیں رنگون، کلکتہ اور شملہ وغیرہ میں وعظ نصیحت کرتے ہیں۔

۱۰	مولوی حبیب الرحمن	۲۰	مولوی سید عبدالعزیز مدراسی
۱۱	مولوی عبدالرحیم ولایتی	۲۱	مولوی مطیع الرحمن
۱۲	مولوی عبدالحق	۲۲	مولوی محمد خلیل
۱۳	مولوی عبدالرحیم بنگالی	۲۳	مولوی عبدالغنی
۱۴	مولوی فیض الرحمن	۲۴	مولوی تراب علی
۱۵	مولوی معین الدین	۲۵	مولوی مستفیض الرحمن
۱۶	مولوی سید رسول	۲۶	مولوی عاقبت شاہ

۱۷	مولوی جمال الدین		۲۷	مولوی حسن شاہ
۱۸	مولوی غلام قادر		۲۸	مولوی عبدالقادر
۱۹	مولوی عبداللطیف		۲۹	مولوی کمال الدین

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۲ھ

۱	مولوی محمد صدیق	یہ ولایتی ہیں اپنے وطن میں حدیث شریف کی تعلیم دیتے ہیں بعض اوقات بذریعہ خط کے ترمذی شریف کے بعض مقام انہوں نے پوچھے ہیں۔
۲	مولوی عبدالرحمن	بھوپالی یہ پروم برہما مسجد سورتیان میں امام ہیں۔
۳	مولوی محمد ابراہیم ساکن پٹنہ	یہ طبیب ہیں کلکتہ وغیرہ میں طبابت کرتے تھے حدیث شریف کے شوق میں آئے تھے۔

۴	مولوی عبداللہ ساکن کوہاٹ		۲۴	مولوی حاتم علی ساکن سلہٹ
۵	مولوی محمد صدیق ساکن بھٹنڈا		۲۵	مولوی محمد یعقوب ساکن تگاؤ
۶	مولوی بدرالدین ساکن چاٹگام		۲۶	مولوی عبدالرحمن ساکن باجوڑ
۷	مولوی امیراللہ ساکن صوات		۲۷	مولوی علیم الدین ساکن کوہاٹ
۸	مولوی دین محمد ساکن چھچھ ہزارہ		۲۸	مولوی گل حبیب ساکن کابل

۹	مولوی فضل حق ساکن ڈہاکہ	۲۹	مولوی عبدالرؤف ساکن چاٹگام
۱۰	مولوی جبارالدین ساکن کچھار	۳۰	مولوی حافظ عبدالملک شنودری
۱۱	مولوی مشرف علی سلہٹی	۳۱	مولوی عبداللہ ساکن ریاست بہاولپور
۱۲	مولوی محمد ابراہیم بنگالی	۳۲	مولوی حافظ محمد ابراہیم ساکن علاقہ سورت
۱۳	مولوی محبوب علی ساکن سلہٹ	۳۳	مولوی عبداللہ
۱۴	مولوی احمد علی سلہٹی	۳۴	مولوی اکبر علی سلہٹی
۱۵	مولوی سید احمد دین شاہ ساکن کابل	۳۵	مولوی اسمٰعیل ساکن سرسہ پنجاب
۱۶	مولوی حافظ عبدالقدیر ولایتی	۳۶	مولوی محمد علی ساکن چکدارہ
۱۷	مولوی حامد علی پوربی	۳۷	مولوی حاجی عبدالرحیم
۱۸	مولوی ارجد علی سلہٹی	۳۸	مولوی عبدالعزیز پوربی
۱۹	مولوی چراغ الدین گجراتی	۳۹	مولوی مفیض الرحمن چاٹگامی
۲۰	مولوی محمد یعقوب ساکن نگہرار	۴۰	مولوی عبدالرزاق ساکن سنبھل
۲۱	مولوی عبدالقدیر پشاوری	۴۱	مولوی عبدالوہاب بنگالی
۲۲	مولوی ہاشم علی بنگالی	۴۲	مولوی مقدر شاہ پشاوری
۲۳	مولوی عبدالحق پشاوری	۴۳	مولوی سید محمد سورتی

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۳ھ

۱	مولوی مرغوب احمد سورتی	یہ فہمیدہ شخص ہیں لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے امید ہے کہ لاجپور میں مدرس ہوجاویں مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں مدرسہ کیواسطے سعی اور کوشش کر کے مدرسہ کو نفع پہنچاتے رہتے ہیں۔
۲	مولوی محمد میاں سورتی	یہ ڈابھیل کے مدرسہ عربی میں مدرس ہیں سُنا گیا ہے کہ پچیس روپے ماہوار اور دو آدمی کی خوراک ان کے واسطے مقرر ہے یہ بہت مستعد اور قابل شخص ہیں لیاقت علمی بہت اچھی ہے لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں مدرسہ کو اپنی سعی اور کوشش سے نفع پہنچاتے رہتے ہیں۔
۳	مولوی حافظ جمال الدین پنجابی	سنا گیا ہے کہ یہ قصور ضلع لاہور میں مدرس ہیں۔
۴	مولوی اللہ بخش پنجابی	یہ وعظ گوئی کا پیشہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی بعض جگہ مسلمان درخت کو پوجتے تھے ان کے وعظ سے انہوں نے درخت کا پوجنا چھوڑ دیا۔
۵	مولوی عبدالرزاق	یہ سنبھل ضلع مرادآباد کے رہنے والے ہیں طبابت کرتے ہیں۔

۶	مولوی حاجی محمد عمر سندھی	یہ بہت صالح اور متقی آدمی ہیں انہوں نے خواب دیکھا کہ رسولِ کریم مع خلفاء راشدین کے اس مدرسہ میں تشریف لائے ہیں۔
۷	مولوی محمد شفیق گجراتی	یہ بہت متقی اور صالح آدمی ہیں دو حد ضلع پنچ محل کے رہنے والے ہیں اپنے مدرسہ یعنی مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم کے واسطے سعی اور کوشش کرتے رہتے ہیں اور مدرسہ کو مالی امداد پہنچاتے ہیں وہاں کے پیش امام ہیں۔
۸	مولوی محمد عمر پنجابی	یہ ایک زمانہ میں شہتوت والی مسجد واقع دہلی میں مدرس ہو گئے تھے۔
۹	مولوی محمد سلطان	یہ ہندوراؤ کے باڑہ میں مدرسہ حافظ محمد صدیق صاحب میں ایک عرصہ تک مدرس رہے ہیں۔
۱۰	مولوی محمد حنیف	یہ نکودر ضلع جالندھر کے رہنے والے ہیں مولوی سید امانت علی صاحب ایک مشہور بزرگ ہیں اُن کے بیٹے ہیں۔
۱۱	مولوی میر خلیل	یہ سُن پت میں منڈی کی مسجد میں امام ہیں۔
۱۲	مولوی محمد حسین شاہ	یہ پنجاب کے ملک کے رہنے والے ہیں سنجیدہ آدمی ہیں وہیں تعلیم کرتے رہتے ہیں۔
۱۱۳	مولوی غلام حسین پنجابی	یہ طبابت کا پیشہ کرتے ہیں۔
۱۴	مولوی محمد یحییٰ	یہ ضلع علی گڑھ میں مدرسی کرتے رہے ہیں۔
۱۵	مولوی عزیز احمد انبہٹوی	یہ نارنول میں مدرس تھے اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں بھی مدرس رہے ہیں۔

۱۶	مولوی شاہ محمد پنجابی	۳۲	مولوی غلام حسین پنجابی
۱۷	مولوی محمد کامل	۳۳	مولوی عجیب گل
۱۸	مولوی امیرالحسن پوربی	۳۴	مولوی محمد حسن پنجابی
۱۹	مولوی فضل احمد	۳۵	مولوی محمد گلاب
۲۰	مولوی محمد صفر	۳۶	مولوی فضل حق
۲۱	مولوی بدرالدین آسامی	۳۷	مولوی محمد ابراہیم ڈہاکوی
۲۲	مولوی محمد آدم صفی	۳۸	مولوی جمال الدین ساکن ہزارہ
۲۳	مولوی محمد اسحق	۳۹	مولوی عصمت علی
۲۴	مولوی واعظ الدین	۴۰	مولوی عبدالرحیم ساکن سلہٹ
۲۵	مولوی عبدالغنی بنگالی	۴۱	مولوی عباس علی بنگالی
۲۶	مولوی محمد ابراہیم ثانی نواکھالی	۴۲	مولوی سبحان علی
۲۷	مولوی دین محمد	۴۳	مولوی قسیم الدین
۲۸	مولوی منیر احمد	۴۴	مولوی بدرالدین چاٹگامی
۲۹	مولوی سراج الدین بنگالی	۴۵	مولوی محمد جنید ولایتی
۳۰	مولوی محمد یٰسین بنگالی	۴۶	مولوی منصورالرحمن
۳۱	مولوی عبدالحی		

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۴ھ

نمبر	نام	کیفیت
۱	مولوی مظہر اللہ	یہ سنبھل کے رہنے والے ہیں طبابت کرتے ہیں نیک بخت ہیں وعظ خوب کہتے ہیں۔
۲	مولوی حافظ کاظم علی دہلوی	یہ مدرسہ ہذا میں مدرس ہیں حافظ ہیں وعظ خوب کہتے ہیں، کلام اللہ شریف بہت اچھا یاد ہے، فتویٰ بہت عمدہ لکھتے ، اللہ کے واسطے فتویٰ نویسی کی خدمت قبول کی ہے ذہین فطین ہیں، فرائض خوب نکالتے ہیں۔ اللھم زدفزد
۳	مولوی معین الدین	یہ تمام علوم سے فارغ ہیں علمی لیاقت بہت اچھی ہے، مدرسہ دار العلوم سہارنپور میں مدرس ہیں بڑی کتابوں کی بہت اچھی طرح تعلیم دیتے ہیں، یہ طالب علمی کے زمانہ میں بھی اس مدرسہ میں تعلیم دیتے رہے ہیں ان کی طرف طالب علموں کا رُجوع ہے۔
۴	مولوی محمد رفیع	یہ طبابت کا پیشہ کرتے ہیں پورب کے رہنے والے ہیں۔
۵	مولوی محمد شریف خان	یہ ولایتی شخص ہیں ذہن ان کا بہت عمدہ ہے۔
۶	مولوی اسد علی	یہ بنگال کے رہنے والے ہیں اور ماشاء اللہ چشم بد دور وعظ کا سلیقہ انکا بہت عمدہ ہے۔
۷	مولوی امان اللہ خان	یہ شخص ریاست بہاولپور میں ایک چک پہون گا نوالہ ایک مقام ہے وہاں کے ایک رئیس کے بیٹے ہیں حافظ قرآن ہیں نیک بخت آدمی ہیں علمی لیاقت اچھی ہے دہلی مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم میں علم دین کے شوق سے آئے ایک نوکر ساتھ تھا کرایہ کے مکان میں رہ کر علم دین کی تکمیل کی، تصوف کا بھی شوق ہے۔

۸	مولوی سیف اللہ خان	یہ مولوی امان اللہ خان صاحب کے بہائی ہیں انکا حال اور اُن کا حال ہو بہو یکساں ہے۔

۹	مولوی قطب الدین	۲۴	مولوی محمد دین
۱۰	مولوی محمد فردوس	۲۵	مولوی فضل الدین
۱۱	مولوی نور محمد	۲۶	مولوی سربلند خان
۱۲	مولوی سلطان محمود	۲۷	مولوی عبدالرحیم ساکن بنون
۱۳	مولوی عبدالغنی بنگالی	۲۸	مولوی منصور علی
۱۴	مولوی محمد ہجوم	۲۹	مولوی درویش علی
۱۵	مولوی عبدالرحیم کابلی	۳۰	مولوی دین محمد
۱۶	مولوی غلام نبی	۳۱	مولوی بشیر الدین
۱۷	مولوی رحمت اللہ	۳۲	مولوی زین العابدین
۱۸	مولوی شیر علی	۳۳	مولوی منظور الحق
۱۹	مولوی ابوالخیر	۳۴	مولوی محمد سلیمان سورتی
۲۰	مولوی عبدالغنی پنجابی	۳۵	مولوی محب اللہ
۲۱	مولوی واحد علی	۳۶	مولوی حبیب اللہ
۲۲	مولوی نور احمد	۳۷	مولوی امام الدین
۲۳	مولوی محمد عرفان	۳۸	مولوی حافظ محمود پنجابی

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۵ھ

نمبر	نام	کیفیت
۱	مولوی عبد الغنی	یہ مولوی صاحب فخر المساجد دہلی میں مدرس ہیں ولایتی ہیں۔
۲	مولوی جمیل الرحمن	یہ حاجی بھی ہیں اور طبابت کا پیشہ کرتے ہیں پورب کے رہنے والے ہیں۔
۳	مولوی غلام یحییٰ	یہ کانپور میں مدرسہ دار العلوم مسجد رنگیان میں اول مدرس ہیں۔

نمبر	نام	نمبر	نام
۴	مولوی عبد العزیز پنجابی	۲۸	مولوی خواجہ احمد
۵	مولوی عنبر علی	۲۹	مولوی مقیم الدین
۶	مولوی صغیر احمد	۳۰	مولوی عین الدین
۷	مولوی مشتاق احمد	۳۱	مولوی نجم الدین
۸	مولوی یعقوب علی سلہٹی	۳۲	مولوی عبد الرحمن بنگالی
۹	مولوی محمد صدیق پنجابی	۳۳	مولوی وصی الرحمن
۱۰	مولوی سلطان محمود	۳۴	مولوی ہدایت اللہ
۱۱	مولوی عبد الجلیل ولایتی	۳۵	مولوی حاضر علی
۱۲	مولوی محمد امین اللہ	۳۶	مولوی محمد علی
۱۳	مولوی محی الدین	۳۷	مولوی گل احمد
۱۴	مولوی نعمت اللہ	۳۸	مولوی سلطان علی
۱۵	مولوی محمد یعقوب خرد	۳۹	مولوی برکت اللہ
۱۶	مولوی عظیم الدین	۴۰	مولوی محمد بشیر

۱۷	مولوی مظاہر حق	۴۱	مولوی عبدالقادر
۱۸	مولوی منصور علی	۴۲	مولوی مظفر احمد
۱۹	مولوی سید علی	۴۳	مولوی محمد اکبر خان
۲۰	مولوی محمد اسرائیل	۴۴	مولوی محمد یعقوب دہلوی
۲۱	مولوی عبدالرحیم	۴۵	مولوی غلام جان
۲۲	مولوی عبدالحق پنجابی	۴۶	مولوی عبدالرحمن ولایتی
۲۳	مولوی بہاؤالحق	۴۷	مولوی اشرف علی
۲۴	مولوی عزیزالرحمن	۴۸	مولوی حسین علی
۲۵	مولوی ابراہیم علی	۴۹	مولوی عبدالحمید
	مولوی محمد افضل	۵۰	مولوی یار محمد
۲۷	مولوی بنیاد علی		

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۶ھ

۱	مولوی سید عالم	یہ ضلع علی گڑھ میں مدرسی کرتے رہے ہیں، یہ جمیع علوم سے فارغ ہیں تمام علوم کی کتابیں اچھی طرح پڑھاتے ہیں، آجکل شہر سورت بازار چوک مسجد بکری میں مقیم ہیں وہاں تعلیم دیتے ہیں بخاری شریف وغیرہ بڑی کتابیں پڑھاتے ہیں ان کی طرف طالبعلموں کا رجوع بہت ہے۔

۲	مولوی عبدالعزیز	یہ دہلی میں مدرسہ فتح پوری میں آجکل مدرس ہیں اور جب اس مدرسہ میں علم دین پڑھتے تھے تو تعلیم دیتے رہے تھے اُن کی طرف طالب علموں کا رُجوع بہت ہے۔
۳	مولوی حاجی عبیداللہ	یہ ملک ولایت میں تعلیم دیتے رہتے ہیں اس مدرسہ میں فن حدیث شریف کی تحصیل کیواسطے آئے تھے۔
۴	مولوی نظام الدین	یہ مدرس تھے مدرسی چھوڑ کر حدیث شریف پڑھنے آئے تھے۔
۵	مولوی محمد دین خان	یہ آجکل شکار پور ضلع بلند شہر میں مدرس عربی ہیں اور وعظ خوب کہتے ہیں طبیب اور حافظ بھی ہیں۔
۶	مولوی عبدالودود خان	یہ بخاری ہیں تمام علوم سے فارغ ہوکر فن حدیث شریف کی تحصیل کو آئے تھے۔

۷	مولوی امام الدین خرد	۳۰	مولوی مبشر علی
۸	مولوی مفیض الدین	۳۱	مولوی عبداللطیف خان
۹	مولوی محمد یعقوب	۳۲	مولوی احمد اللہ خان
۱۰	مولوی جان محمد	۳۳	مولوی نور محمد
۱۱	مولوی احمد الدین	۳۴	مولوی عبدالاحد
۱۲	مولوی صفات اللہ	۳۵	مولوی عبدالوہاب کلاں
۱۳	مولوی روضۃ اللہ	۳۶	مولوی مظہر السلام ساکن سنبھل
۱۴	مولوی تفضّل علی	۳۷	مولوی عبدالغفور کلاں

۱۵	مولوی امین اللہ	۳۸	مولوی مطیع الرحمن
۱۶	مولوی سید غلام	۳۹	مولوی فضل غوث
۱۷	مولوی میر محمد شاہ	۴۰	مولوی تفضّل حق
۱۸	مولوی غلام الرحمن	۴۱	مولوی عبد القدوس
۱۹	مولوی خلیل الرحمن	۴۲	مولوی امام الدین کلاں
۲۰	مولوی عبد المنان	۴۳	مولوی عبد اللہ
۲۱	مولوی عبد الباری	۴۴	مولوی عبد الجبار
۲۲	مولوی حبیب اللہ	۴۵	مولوی عبد الوہاب خرد
۲۳	مولوی عبد الغفور خرد	۴۶	مولوی محبت علی
۲۴	مولوی محمد امین	۴۷	مولوی مصلح الدین
۲۵	مولوی انوار اللہ	۴۸	مولوی تمیز الدین
۲۶	مولوی محمد بخش	۴۹	مولوی غلام رسول
۲۷	مولوی عبد الواحد	۵۰	مولوی امین اللہ
۲۸	مولوی فضل حق	۵۱	مولوی عباس علی
۲۹	مولوی عبد الغفور		

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہٰذا مع مختصر کیفیت بابت ۱۳۲۷ھ

۱	مولوی غلام رسول	یہ ولایتی ہیں محنتی آدمی ہیں سمجھدار ہیں پہاڑ گنج جو کہ قریب دو میل کے ہے وہاں سے بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ سر پر رکھ کر آتے تھے اور کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔
۲	مولوی علی اکبر	سنا گیا ہے کہ یہ کراچی بندر میں نوکر ہو کر گئے ہیں یہ فہمیدہ شخص ہیں جامع بین المعقول والمنقول ہیں سب کتابیں ان کی ختم ہیں۔
۳	مولوی عبدالقادر	ولایتی یہ فہمیدہ آدمی ہیں پڑھتے وقت جب کبھی دریافت کرتے تھے اچھی بات دریافت کرتے تھے۔
۴	مولوی عزیز الرحمن دہلوی	یہ وعظ گوئی کرتے ہیں وعظ ونصیحت سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اچھا وعظ کہتے ہیں۔
۵	مولوی نور الحسن	یہ تمام علوم سے فارغ ہیں بعد تمام علوم سے فارغ ہونے کے حدیث شریف پڑھنے کو آئے بہت فہمیدہ ہیں۔
۶	مولوی محمد دین قندھاری	یہ نہایت فہمیدہ آدمی ہیں تمام علوم سے فارغ ہیں بہت اچھی استعداد ہے۔
۷	مولوی محمد یعقوب کابلی	یہ بھی تمام علوم سے فارغ ہیں اور بہت فہمیدہ آدمی ہیں۔
۸	مولوی رحیم اللہ صواتی	یہ تمام علوم سے فارغ ہیں اور بڑی بڑی کتابیں ہر فن کی پڑھاتے ہیں۔
۹	مولوی سید عبدالجلیل شاہ	یہ حج بھی کر آئے ہیں اور سید ہیں اور بہت شریف آدمی ہیں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں قیام بھی ان کا رہا ہے۔

۱۰	مولوی محمد اکرم	یہ نہایت بزرگ آدمی ہیں اور حج بھی کر آئے ہیں شوقین آدمی ہیں۔
۱۱	مولوی عبدالکریم	مظفر پوری یہ حافظ قرآن ہیں اور تمام علوم سے فارغ ہیں۔
۱۲	مولوی علی محمد قندھاری	یہ تمام علوم سے فارغ ہیں۔
۱۳	مولوی بدیع الرحمن	یہ قوم کے سید ہیں اور ملک برہما کے رہنے والے ہیں۔
۱۴	مولوی عبدالغفور	یہ تمام علوم سے فارغ ہیں یہ ولایتی ہیں۔
۱۵	مولوی محمد سید	یہ مولوی صاحب بعد حدیث شریف تمام کرنے کے حج کو گئے ہیں ولایتی ہیں
۱۶	مولوی محمد موسیٰ	یہ تمام علوم سے فارغ ہیں اور حافظ قرآن ہیں کم عمر میں اچھے درجہ کو پہنچے، جالندھر کے رہنے والے ہیں۔
۱۷	مولوی شیر محمد	یہ پلٹن کے مولوی ہیں اور حافظ قرآن ہیں انہوں نے بہت شوق سے حدیث شریف پڑھی یہ بڑی دور سے سردی، گرمی اور بارش کی تکلیف اُٹھا کر آتے تھے، بہت التزام سے حدیث شریف پڑھی۔

۱۸	مولوی فیض الرحمن	۳۳	مولوی امام الدین
۱۹	مولوی سید اسمٰعیل شاہ	۳۴	مولوی فضل الدین
۲۰	مولوی مقبول احمد	۳۵	مولوی نظام الدین بنگالی
۲۱	مولوی خلیل الرحمن	۳۶	مولوی محمد علی بنگالی
۲۲	مولوی بذل الرحمن	۳۷	مولوی عبدالقادر بنگالی

نمبر	نام	نمبر	نام
۲۳	مولوی امین اللہ	۳۸	مولوی عبدالحمید
۲۴	مولوی مخلص الرحمن	۳۹	مولوی عبدالعزیز
۲۵	مولوی عبدالغنی	۴۰	مولوی علی مردان
۲۶	مولوی گل احمد	۴۱	مولوی نور احمد
۲۷	مولوی ابوبکر	۴۲	مولوی عبدالجبار
۲۸	مولوی حفیظ اللہ خان	۴۳	مولوی محمد اسلم
۲۹	مولوی غیاث الدین اول	۴۴	مولوی یعقوب علی
۳۰	مولوی عبید الحق	۴۵	مولوی غیاث الدین ثانی
۳۱	مولوی احمد حسن	۴۶	مولوی عبدالمجید
۳۲	مولوی محمد ایوب سنبھلی	۴۷	مولوی عبدالکریم بنگالی

اسمائے سند یافتگان مدرسہ باڑہ شاخ مدرسہ ہذا بابت ۱۳۲۴ھ

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	مولوی ریاض الدین	۴	مولوی عبدالحمید
۲	مولوی یوسف رضا	۵	مولوی حفیظ الدین
۳	مولوی عبدالحلیم	۶	مولوی فضل الرحمن

اسمائے سند یافتگان مدرسہ باڑہ شاخ مدرسہ ہذا بابت ۱۳۲۶ھ

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	مولوی محمد عثمان	۳	مولوی مظفر علی
۲	مولوی بشیر الدین احمد		

(روئیداد مطبوعہ تذکرۂ فیض رسانی ۱۹۱۰ء)

یہ فہرست ۱۹۱۰ء کی روئیداد میں شائع ہوئی تھی۔

مدرسہ ہٰذا کی شاخ:

روئیداد بالا کے اخیر میں اسماء سند یافتگان میں مدرسہ عبدالرب کی جس شاخ کا ذکر ہے، وہ مدرسہ خیر المدارس ہے جو باڑہ ہندوراؤ میں تھا، اس شاخ کا تذکرہ اسی روئیداد تذکرہ فیض رسانی ۱۹۱۰ء کے صفحہ نمبر ۷ پر اس طرح آیا ہے:

''اور ایک اس مدرسہ کی شاخ مدرسہ باڑہ ہندوراؤ موسوم بہ خیر المدارس ہے اس میں ۹ ر طالب علم سند حاصل کر کے گئے ہیں نام اُن طالب علموں کے بالتفصیل تحریر کئے جاتے ہیں''۔

(تذکرہ فیض رسانی مطبوعہ ۱۹۱۰ء، ص ۷)

راقم الحروف عرض کرتا کہ بسیار تلاش کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ شاخ، باڑہ ہندوراؤ میں کہاں تھی، اس میں کل کتنے اساتذہ وطلبہ رہتے تھے۔

ع حیف باشد کہ متاع بے بہا گم کردہ ایم

اب یہاں چند مشاہیر مخصوص فضلاء کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

حضرت مولانا محمد نذیر پالنپوریؒ

چنانچہ گجرات کے بہت بڑے عالم حضرت مولانا محمد نذیر پالنپوریؒ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں مدرسہ ہٰذا سے فارغ ہوئے۔ آپ بڑی عمدہ صلاحیت اور صالحیت کے حامل تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ان پر مولانا عبدالعلی محدث دہلوی کو بھرپور اعتماد

تھا۔مولانا عبدالعلی نے آپ کو شعبۂ تبلیغ بھی سپرد کر رکھا تھا جس کی بنا پر آپ مدرسہ کے واعظ تھے۔ جب کہیں وعظ کہنے کی ضرورت ہوتی تو حضرت دہلوی مدرسہ کی طرف سے نمائندہ بنا کر آپ کو بھیجتے۔آپ کا وعظ بہت عمدہ اوراثر انگیز ہوتا تھا۔

آپ مدرسہ عبدالرب سے فارغ ہوکر جب وطنِ عزیز پالنپور تشریف لے گئےتو وہاں کا ماحول ومعاشرہ شرکیہ رسومات اور بدعات وخرافات میں ڈوبا ہوا تھا، باوجود مسلم اسٹیٹ ہونے کے کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا، نہ کسی مردِحق شناس نے اِس رستہ میں جفاکشی کی، پیٹ بھرو ملّاؤں اور جیب بھرو پیروں کا دَوردورہ تھا، بے چارے عوام اِن جھوٹے پیشواؤں کے دامِ فریب میں پھنسے ہوئے تھے،صحیح بات سمجھنے کا شعوراورحِس ختم ہوچکا تھا لہٰذا اِس قوم کو جھنجھوڑنے اور ایمانی رُوح کو واپس لانے کے لئے ایک مسیحا کی ضرورت تھی، ایسے وقت میں اللہ ربّ العزت نے آپ کو قوم کا مسیحا اور مجدد بنا کر بھیجا آپ {ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون} کی جیتی جاگتی تصویر تھے،حسنِ اتفاق کہ نام بھی نذیر تھا۔

جب مولانا نے دینی اصلاحی دعوتی جہاد میں قدم رکھا تو چاروں طرف سے مخالفت کی یلغار شروع ہوگئی، نام نہاد جھوٹے پیشواؤں کے پیٹ میں درد ہونے لگا، آپ کو ہرطرح ڈرایا گیا سخت سست کہا گیا حتی کی جان سے مار ڈالنے کی دھمکی کے علاوہ قتل کی سازشیں ہونے لگیں۔لیکن

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہَوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اِن حالات میں آپ عزم واستقلال کے پہاڑ بن کر مقابلہ کرتے رہے، مولانا پر امتحان وآزمائش کی مدت دراز ہوتی گئی اور ظلم تشدد ناروا سلوک حد سے گذرنے لگا تو حضرت مولانا بھی ایک بشر تھے، بر بناء بشریت آپ کے خیال میں بہت سی باتیں پیدا ہوتی تھی جس کی وجہ سے آپ نے اُستادِ محترم حضرت مولانا عبد العلی محدث دہلوی کی خدمتِ اقدس میں ایک خط مع مفصل حالات لکھ کر روانہ کیا، حضرت محدث دہلوی نے اس خط کا عجیب وغریب جواب اپنے شاگرد رشید مولانا محمد نذیر کے لئے لکھ کر بھیجا، جس کی برکت وکرامت ظاہر ہوئی، مکمل مضمون اُس گرامی نامہ کا دستیاب نہیں ہوسکا، سوانح نذیری میں اُس کے دو جملے نقل کئے گئے ہیں، حضرت محدث دہلوی نے لکھا:

''کیا حضرت بلال جیسا تمہارا حال ہوگیا؟ تم صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے حالات بھول گئے؟ صحابہ جیسا حال ہو پھر مجھے لکھنا! محمد نذیر! تم وہیں جمے رہو، اللہ جل جلالہ تم سے کوئی بڑا کام لینے والے ہیں''۔

اُستادِ محترم کے جواب نے نئی اُمنگ اور رُوح پیدا کردی طویل آزمائش اور امتحان کے بعد آپ کی کوششوں کا ثمرہ بارآور ہونے لگا۔

آپ نے کبھی اپنے مخالفوں اور معاندوں سے بحث ومباحثہ اور مناظرہ نہیں کیا، مثبت اور خاموش انداز میں کام کرتے رہے۔ آج اُسی کا اثر ہے کہ پالنپور اہل علم و معرفت کا مرکز بنا ہوا ہے بڑے بڑے اساطینِ علم وفن پالنپور میں پیدا ہوئے۔ جیسے حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ اور دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث وصدرالمدرسین حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری علیہ الرحمہ یہ سب حضرات، حضرت مولانا محمد نذیر

پالنپوری کی مجاہدانہ مساعیٔ جمیلہ کا مظہر ہیں۔

واقعی حضرت مرحوم کی خلوص للّٰہیت میں ڈوبی ہوئی داعیانہ جدوجہد کا اثر اب تک زندہ وتابندہ ہے اوران شاءاللہ قیامت تک رہے گا۔

آپ کا وصال رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں ہوا، اخیر تک مدرسہ عبد الرب سے والہانہ تعلق رکھا، مدرسہ کی ہر طرح خبر گیری فرماتے رہتے، جس وقت آپ کا وصال ہواتو مولانا محبوبِ الٰہی شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ عبدالرب نے صاحبزادہ مولانا عبد الرحمن صاحب کے نام جو تعزیتی خط اِرسال فرمایا تھاوہ مندرجہ ذیل نقل کیا جاتا ہے۔

تعزیت نامہ

ازحضرت مولانا محبوبِ الٰہی شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی

بخدمت محترم مولانا عبدالرحمن صاحب زیدہ مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مرسلہ ٹیلی گرام موصول ہوا، حضرت مولانا نذیر میاں صاحب جو اِس مدرسہ کی پرانی اور مقدس یادگار تھی، اُن کی وفات کی خبرسن کرانتہائی افسوس و صدمہ ہوا ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' مولانا مرحوم ماشاء اللہ ایک متقی اور برزگ عالم تھے انتہائی اخلاص اور سادگی کے ساتھ اشاعتِ علومِ دینیہ میں مشغول رہےاوراللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک میں اپنے پاس بلالیا، واقعی ایسے عالم کی وفات حسبِ ارشادِنبوی ''موتُ العَالَم'' ہے۔ مولانا کواس مدرسہ سے آخر

وقت تک تعلق رہا، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو جنت الفردوس میں جوارِ رحمت میں درجاتِ عالیہ سے نوازے اور اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین

کلامِ پاک کی تلاوت کے بعد مولانا کے لئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی، اور ان شاء اللہ آئندہ بھی اِس مدرسہ میں ایصالِ ثواب کیا جائے گا۔ مولانا محمد رفیع صاحب آج کل دیوبند میں ہیں افسوس! ایک بزرگ والد کا سایہ آپ سے جدا ہو گیا اللہ تعالیٰ آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام
احقر محبوب الٰہی غفرلہٗ
خادم مدرسہ عبدالرب دہلی
۲۳ / رمضان ۱۳۸۵ھ

آپ کے مفصل حالات ''سوانح نذیری'' دو جلدوں میں موجود ہیں۔ جسے ان کے صاحبزادے مولانا حکیم عبدالقیوم نے مرتب کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں مجھے آپ کے نبیرۂ محترم حضرت مولانا عبد القدوس صاحب صدر جمعیت علماء پالنپور نے مولانا محمد عمران صاحب مظاہری مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن مسجد اللہ روشن آرا باغ شکتی نگر دہلی کے ذریعہ ارسال فرمائیں مولانا عبدالقدوس صاحب کا شمار گجرات کے اُن علماء کبار میں ہوتا ہے جو دینی ملی خدمات میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوریؒ:

اسی طرح برما کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری بن سلیمان بن یوسف صاحب اسی مدرسہ سے ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں فارغ ہوئے۔

آپ کا ''مرغوب الفتاویٰ'' علماء وقت کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ تین جلدیں طبع ہو چکی اور تین جلدیں مسودہ کی شکل میں ہیں، آپ حضرت مولانا عبدالعلی محدث دہلوی کے محبوب ترین شاگرد تھے مدرسہ عبدالرب میں مفتی مرغوب احمد لاجپوری کو زمانۂ طالب علمی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تھی، جس کی تفصیل تذکرۃ المرغوب میں موجود ہے، یہاں بھی اس مبارک خواب کا تذکرہ کر دینا مناسب ہوگا جو مفتی مرغوب احمد صاحب کے اپنے قلم سے مکتوب ہے ملاحظہ ہو:

''جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں عاصی راقم الحروف مرغوب احمد غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو دہلی مدرسہ عبدالرب میں عالم رؤیا میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدرسہ میں تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی فقیر نے عالم شوق میں مدرسہ کے طلبہ کو یہ کہتے ہوئے بیدار کیا کہ بزرگانِ دین کی ملاقات سے ہمیں کس قدر مسرت ہوتی ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، جلدی دوڑ کر شرفِ زیارت حاصل کرو، چنانچہ طلبہ حاضرِ خدمت ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام، شمالی جانب صحنِ مسجد میں مولانا محمد شفیع صاحب کی درسگاہ کے حجرے کے سامنے قبلہ رُو دوزانو تشریف فرما تھے اور مواجہہ میں حضرت علیہ السلام کے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث و صدر مدرس مدرسہ نہایت ادب سے بیٹھے تھے دیگر مدرسین وطلبہ اطراف میں نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے زیارت سے مشرف ہو رہے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ مبارک آج ۵۰ رسال کے بعد بھی ذہن میں محفوظ ہے میانہ قامت لیکن قریب کشیدہ قامت کے، رنگت نہایت سرخ وسفید، جسمِ اطہر نہ ہلکا نہ بھاری، لیکن بھرا ہوا، سیاہ جبّہ وعمامہ باندھے ہوئے۔

میری خوشی کا جو اُس وقت عالم تھا اُس کے اظہار سے قاصر ہوں، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب نے نہایت ادب سے عافیت مزاج اقدس دریافت کرنے کے بعد تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تو حضرت خلیل اللہؑ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ میں مولوی رشید احمد (گنگوہی) کو لینے آیا ہوں (اسی ماہ میں مورخہ ۸ رجمادی الاولیٰ جمعہ کو حضرت مولانا گنگوہی کا انتقال ہو گیا تھا، یہ واقعہ انتقال کے کچھ روز بعد کا ہے)۔

اس کے بعد حضرت خلیل اللہؑ نے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مجھے آپ کے نوجوان صاحبزادے عبدالجلیل کے انتقال کی خبر ہوئی تھی، مرحوم بہت آرام سے ہیں، آپ صبر کیجئے۔

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مدرسہ امینیہ دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ حضرت خلیل اللہؒ کے ہمراہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ فقیر بھی سنہری مسجد میں گیا، مدرسہ کی سیڑھی کے سامنے اوپر مفتی کفایت اللہ صاحب کا حجرہ تھا، سیڑھی چڑھ کر اوپر تشریف لے گئے پھر واپس اترے، ہم نیچے کھڑے تھے، حضرت کا سیڑھی سے اُترنے کا سماں اب تک میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرت علیہ السلام کی شکل وشباہت، قدوقامت اور خوبصورتی کی مثال ومشابہت میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں''۔ الحمدللہ والشکر لہٗ

(تذکرۃ المرغوب: ص ۱۱۳)

مفتی مرغوب احمد لاجپوری کو فراغت کے بعد بھی اس مدرسہ سے ایک والہانہ دیرینہ تعلق رہا، ہمیشہ مدرسہ کا مالی تعاون کرا کے بھیجتے رہے آپ کا نام مدرسہ کے خصوصی معاونین میں بھی لکھا ہوا ہے۔

موصوف نے مدرسہ عبدالرب میں حسامی، توضیح وتلویح، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، زواہد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی، حاشیہ عبدالحکیم، تصریح شرح چغمینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف تا سورہ بقرہ، اور صدرا شمس بازغہ کا کچھ حصہ اور دورۂ حدیث میں صحاح ستہ متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔ شعبان کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا عبدالعلی صدر المدرسین کی فرمائش پر مجمع

عام میں تقریر کا موقع ملا اور زبدۃ العارفین حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کے دست مبارک سے دستاروسند حاصل کی۔

مدرسہ کی روئیداد میں آپ کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا گیا تھا:

''مولوی مرغوب احمد سورتی ، یہ فہمیدہ شخص ہیں لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں ،علمی لیاقت بھی بہت اچھی ، اُمید ہے کہ لاجپور میں مدرس ہوجاویں ،مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں''۔ (تذکرہ فیض رسانی مطبوعہ ۱۹۱۰ء،تذکرۃ المرغوب)

زندگی کے آخر سانس تک دینی وعلمی خدمت میں مشغول رہے بالآخر یکم رمحرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۵رجون ۱۹۶۲ء میں آغوشِ رحمت میں منتقل ہوئے۔

تعزیت نامہ

مکرمی صاحبزادہ صاحب میاں اسمٰعیل سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر معلوم کر کے انتہائی افسوس ہوا،مولانا مرحوم کا وجود اس زمانہ میں بہت غنیمت تھا، افسوس کہ زمانہ عالم باعمل حضرات سے خالی ہوتا جارہا ہے،حق تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے اور آپ کو مولانا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

اِسی وقت تلاوتِ قرآن کے بعد مولانا کے لئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت طلبہ کے مجمع میں کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے''۔آمین

محبوب الٰہی دیوبندی

خادمِ مدرسہ عبدالرب دہلی ۱۷رجولائی ۱۹۶۲ء

حضرت مولانا سید عبدالکریم لاجپوریؒ (والد بزرگوار فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری علیہ الرحمہ) نے تعزیتی اشعار کہے جن میں سے چند یہ ہیں:

جنابِ مولوی مرغوب احمد	جو اپنی قابلیت میں تھے مشہور
بصد افسوس رحلت پا گئے وہ	یہی تھی بات بس اب حق کو منظور
جو سالِ بکرمی کی اب غرض ہے	بحمد اللہ اس میں ہے وہ مستور

(تذکرۃ المرغوب)

اِس وقت آپ کے نبیرۂ محترم جو آپ ہی کے ہم نام ہیں حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری ڈیوزبری مقیم برطانیہ علمی دینی اشاعت میں بہت سرگرم عمل ہیں،آپ کی تصنیفات کو مولانا نے ہی شائع کر کے عام کیا ہے اور ماشاءاللہ وہ خود بھی بڑے محقق عالم فاضل ہیں،متعدد تصانیف ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم پٹیل کفلیتویؒ

فضلاء مدرسہ عبدالرب میں مولانا حافظ ابراہیم پٹیل صاحب کفلیتویؒ بھی ہیں۔آپ مجذوب قسم کے آدمی تھے طبیعت میں خاموشی تھی مدرسہ عبدالرب سے

۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں فراغت ہوئی آپ کی علمی استعداد بہت اعلیٰ تھی۔

ذکرِ صالحین میں مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں ایک حادثہ کی وجہ سے کچھ طلبہ مدرسہ سے علیحدہ ہوکر کفلیتہ آئے جن میں لاجپور کے مولانا عبد السلام صاحب صوفیؒ بھی شامل تھے، طلبہ کی اس جماعت نے مولانا موصوف سے استفادہ کی درخواست کی مولانا نے ان طلبہ کو ہدایہ کنز شرحِ وقایہ مشکوٰۃ جیسی اہم کتابیں بغیر مطالعہ کے پڑھائیں۔ کفلیتہ میں تقریباً پچاس سال تک تدریسی خدمت انجام دی، ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں واصلِ حق ہوئے کفلیتہ میں آسودہ خواب ہیں''۔ (ذِکرصالحین دوم)

حضرت مولانا محمد میاں لاجپوریؒ

مولانا محمد میاں ابنِ یوسف لاجپوری آپ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے نبیرہ تھے اور حضرت مفتی مرغوب احمد لاجپوری کے اخص الخاص رفیق نیز حضرت مولانا عبدالعلی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کی فراغت مدرسہ عبدالرب سے ۱۳۲۳ھ میں ہوئی جید عالم دین اُردو فارسی کے بے مثال شاعر تھے، ظہیر تخلص تھا، فراغت کے بعد مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل پھر مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں تدریسی خدمات انجام دیں بعدازاں مدرسہ صوفیہ سورت میں تدریسی وانتظامی خدمت میں زندگی کے آخری سانس تک مصروف رہے۔ مدرسہ عبدالرب کو ہمیشہ یادرکھتے تھے۔

مدرسہ عبدالرب سے شائع ہونے والی روئیداد میں آپ کے بارے میں لکھا ہے:

''مولوی محمد میاں سورتی، یہ ڈابھیل کے مدرسہ عربی میں مدرس ہیں، سنا گیا ہے کہ ۲۵؍روپئے ماہوار اور دو آدمیوں کی خوراک ان کے واسطے مقرر ہے، یہ بہت مستعد اور قابل شخص ہیں، لیاقتِ علمی بہت اچھی ہے، لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں، مدرسہ کو اپنی سعی اور کوشش سے نفع پہنچاتے رہتے ہیں''۔ (تذکرہ فیض رسانی بحوالہ تذکرۃ المرغوب)

''باغِ عارف'' نامی کتاب آپ ہی کی تصنیف کردہ ہے ۸؍شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء شب جمعہ، سورت میں انتقال ہوا۔

حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحبؒ نے آپ کا مرثیہ لکھا تھا اُس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

رفت مولانا محمد ابنِ یوسف آہ آہ	بود عالم متقی و بامروت خوش خصال
باغبانِ باغ صوفی پیشوائے خاندان	درسگاہِ صوفیہ را ہم مدرس خوش خصال
فخرِ عالم ، فخرِ زاہد نیز فخر لاجپور	حسرتا و احسرتا شد فخرِ دیواں را وصال
ہشت شعباں پنج شنبہ وقتِ مغرب شد رحیل	یک ہزار و سہ وصد پنجاہ و شش بودند سال
بر دعا تاریخ را کن اختتام عبد الکریم	مغفرت از حق بخواہ و ترک کن ایں قیل وقال

(ذِکر صالحین سوم)

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب دیوبندیؒ

مدرسہ عبدالرب کے مشہور فیض یافتگان میں سے نواسہ شیخ الہند حضرت مولانا محمد عثمان صاحب نوراللہ مرقدہٗ بھی ہیں، آپ خانوادۂ شیخ الہند کے ایک عظیم علمی فرد تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں مدرسہ عبدالرب دہلی سے حاصل کی اور آپ کو ایسے اکابر اور یگانہ روزگار ہستیوں سے شرف تلمذ حاصل ہوا کہ جن کی نظیر نہیں ملتی، بعدازاں دارالعلوم سے فضیلت کا کورس مکمل کیا، اور پھر ۱۳۵۳ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں ہی درس وتدریس کے منصب پر فائز ہوئے۔

(تذکرۃ المرغوب، دارالعلوم اور دیوبند تاریخی شخصیات)

حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقیؒ

مدرسہ عبدالرب کے فضلاء میں سے مولانا ابوالحسن زید فاروقی بن مولانا ابو الخیر عبداللہ بن عمر بن احمد سعید بن ابوسعید فاروقی دہلوی بھی ہیں، آپ کی فراغت ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں ہوئی مدرسہ ہذا میں آپ کا زمانۂ تعلیم متعدد سال رہا، آپ نے اپنے حالات میں خود ہی تحریر فرمایا:

''۱۳۳۹ھ میں ہم تینوں بھائیوں کو مدرسہ مولوی عبدالرب واقع گندہ نالا (اسٹیشن کے عقب میں) داخل کیا ۱۳۴۴ھ میں یہ عاجز کامل طور پر دو سال کیلئے مدرسہ سے وابستہ ہو گیا اِس مدرسہ میں جناب مولانا عبدالوہاب، جناب مولانا حکیم جی محمد مظہراللہ، جناب مولانا محبوب الٰہی صاحبان سے علومِ متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور دورۂ حدیث حضرت مولانا عبدالعلی وحضرت

مولانا محمد شفیع کے حلقہ میں کیا، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سننِ ابن ماجہ حرفاً حرفاً
از اوّل تا آخر مولانا عبد العلی سے اور جامع ترمذی سننِ ابوداؤد اور نسائی
مولانا محمد شفیع سے پڑھیں۔ دورہ میں ۵۰، ۶۰ طلبہ تھے''۔

(مقاماتِ خیر)

مزید علومِ دینیہ کی تحصیل کے واسطے جامع از ہر مصر تک کا سفر کیا، آپ کو علومِ اسلامیہ اور فنونِ عصریہ میں بیحد کمال تھا شاہی عیدگاہ دہلی میں ۱۹۶۶ء سے تا حیات امامت کا شرف ملا ۱۹۹۴ء میں سوسال سے زیادہ کی عمر پا کر وفات پائی۔

آپ کے بعد حضرت مولانا قاری محمد میاں اُستاذِ حدیث وتفسیر مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی عیدگاہ کے امام مقرر ہوئے، اُن کے بعد ۲۰۰۲ء سے حضرت مفتی محمد حنیف دہلوی اُستاذِ حدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری ہیں۔

حضرت مولانا نظر محمد سومرو

مدرسہ عبد الرب کے لائق اور قابل فضلاء میں سے مولانا نظر محمد سومرو بن حاجی حافظ عبدالرحمن سومرو بھی ہیں، آپ کی تصانیف میں آپ کا تعارف اس طرح ملتا :

''۲۵ رربیع الاول ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۲ ردسمبر ۱۸۸۶ء میں ضلع نوشہرو فیروز سندھ کے قصبہ دیہات میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی قصبہ دیہات میں آخوند عبد الخالق سے حاصل کی، بعد ازاں فارسی اور عربی کی

تعلیم ضلع خیر پور کے قصبہ محبت ڈیروسیال میں مولوی محمد میاں خیر محمد سیال سے حاصل کی فارسی علوم کی تحصیل کے بعد وہ حیدرآباد کے قریب درگاہ عالیہ سرہند ٹنڈو سائیں داد تشریف لے گئے، جہاں مدرسہ دار الاشاعت سے عربی علوم کی مزید تحصیل کی ، اس دوران حفظِ قرآن کی دولت سے بھی سرفراز ہوئے اس کے بعد مزید تعلیم کیلئے دہلی کا سفر کیا مدرسہ عبدالرب میں حدیث پڑھی، حدیث کی سند حاصل کر کے اپنے وطن دیہات میں ایک دینی مرکز بنام مدرسہ مجددیہ قائم کیا جہاں تاحیات درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا''۔

آپ کے شاگردوں میں مولوی غلام حسین سومرو (فرزند)، مفتی عبداللطیف سومرووغیرہ خاص طور سے قابل ذِکر ہیں۔

آپ کی تالیفات میں مجموعۂ نظم دیہاتی (حمد ونعت اور مناجات کا مجموعہ ہے)، الانوار الاحمدیہ فی حالاتِ المشائخ النقشبندیہ، سوال و جواب فی تردید تحفۂ قادیان، الدرالمنظوم فی تذکرۃ المخدوم۔

آں موصوف کو مناظرہ میں یدطولیٰ حاصل تھا۔فتنۂ قادیانی کے رد میں آپ کی غیر معمولی خدمات ہیں: تحریر وتقریر ہر میدان میں اس فتنے کا مقابلہ کرتے رہے۔

آپ کو عین جوانی میں دِق کا مرض لاحق ہوا اور ۹؍جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء میں ۴۰؍سال کی عمر پا کر وفات پا گئے، آپ کا مزار آبائی قصبہ دیہات میں ہے۔

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء

نمبر شمار	نام	نمبر شمار	نام
۱	مولوی عبداللہ بخاری صاحبزادہ امام جامع مسجد دہلی	۲	مولوی خان محمد کابلی
۳	مولوی حافظ محمد جمال	۴	مولوی محمد فردوس
۵	مولوی محمد عظیم بخاری	۶	مولوی محمد شعیب
۷	مولوی عبدالغفور	۸	مولوی محمد سلیمان
۹	مولوی سراج الدین	۱۰	مولوی غلام محمد
۱۱	مولوی محمد اکبر	۱۲	مولوی محمد عثمان
۱۳	مولوی اکرام الدین	۱۴	مولوی فضل الدین
۱۵	مولوی محمد رمضان	۱۶	مولوی سلطان احمد
۱۷	مولوی عبداللطیف	۱۸	مولوی عماد الدین
۱۹	مولوی محمد یونس	۲۰	مولوی محمد اکرم
۲۱	مولوی عبدالقدوس		

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء

نمبر شمار	نام	نمبر شمار	نام
۱	مولوی عین الدین بخاری	۲	مولوی احمد کیمل پوری

۳	مولوی عبدالوکیل	۴	مولوی عبدالحنان
۵	مولوی نعمت اللہ	۶	مولوی محمد لقمان بخاری
۷	مولوی شیر محمد	۸	مولوی غلام حسین
۹	مولوی احمد صالح سورتی	۱۰	مولوی شمس القمر
۱۱	مولوی حسین الدین	۱۲	مولوی خیر اللہ
۱۳	مولوی فضل حق	۱۴	مولوی عبدالحلیم
۱۵	مولوی عبدالرزاق	۱۶	مولوی عبدالرؤف

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۵۸ھ ۱۹۳۹ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالحق ولد محمد شفیق	عمر ۲۰ رسال، قوم شیخ، گجرات، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۲	مولوی محمد عباس ولد خلیفہ	عمر ۲۰ رسال، بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۳	مولوی علیم شاہ ولد مومن شاہ	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ پہاڑ پور، ڈیرہ اسماعیل خان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۴	مولوی عبداللہ ولد دولت محمد	عمر ۳۰ رسال، ڈاکخانہ قلوخم، بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا

۵	مولوی عبدالرزاق ولد عبدالرشید	عمر ۲۳ رسال، قوم ملک، ڈاکخانہ بیسر، پٹنہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد ہملٹن روڈ
٦	مولوی عبدالرحیم بن عبدالحق	عمر ۲۰ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کیرانہ، مظفرنگر، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال شیش محل
۷	مولوی عبدالرحمن بن عزیزالرحمن	عمر ۲۲ رسال، ڈاکخانہ مانرا، ہزارہ، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۸	مولوی ثناءاللہ بن عبدالرزاق	عمر ۲٦ رسال، قوم جویا، ڈاکخانہ فیروزپور، وطن فیروزپور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۹	مولوی سردارشاہ ولد امام شاہ	عمر ۲۵ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ فیض آباد، بہاولپور، گذشتہ تعلیم مدرسہ رسولیہ، نہال نگر، سکونت مدرسہ ہذا،
۱۰	مولوی عبدالقدوس ولد محمد حسین	عمر ۲۲ رسال، ڈاکخانہ گجرات، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی عبدالغفار ولد فیض علی	عمر ۲۵ رسال، ڈاکخانہ کرپیہ، وطن ہزارہ گذشتہ تعلیم مدرسہ حسین بخش، سکونت مدرسہ ہذا
۱۲	مولوی محمد ایاز ولد محمد اکرم	عمر ۲٦ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ رستم، مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ صدیقیہ دہلی، سکونت مدرسہ ہذا

۱۳	مولوی شیر محمد ولد محمد علی	عمر ۲۸ رسال، وطن مرگورا، گذشتہ تعلیم مدرسہ میل پور، سکونت مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی عبدالرشید ولد عبدالحی	عمر ۲۵ رسال، وطن ترکستان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی عبدالرزاق ولد نور علی	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۶	مولوی عبدالرحیم ولد عبدالسلام	عمر ۳۰ رسال، ڈاکخانہ حیکورا، مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۷	مولوی عبداللہ ولد نور محمد	عمر ۲۳ رسال، فیروز پور، گذشتہ تعلیم مدرسہ فیض آباد، سکونت مدرسہ ہذا
۱۸	مولوی محمد عثمان بن عبدالغفور	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ برواڑی، اجودھیا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۹	مولوی محمد موسیٰ ولد احمد موسیٰ	عمر ۲۴ رسال، وطن سورت، گذشتہ تعلیم مدرسہ ڈابھیل، سکونت مدرسہ ہذا
۲۰	مولوی حسب الرحمن ولد عبدالرحمن	عمر ۲۵ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ چار پیا، وطن چور پور، گذشتہ تعلیم مدرسہ نور کھالی، سکونت مدرسہ ہذا
۲۱	مولوی محمود ولد خدا رحم	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۵۹ھ ۱۹۴۰ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد احمد ولد ابراہیم	عمر ۲۱ رسال، ڈاکخانہ کٹک، وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال نئی مسجد، قرول باغ
۲	مولوی محمد مرزا ولد ملّا احسان	عمر ۲۷ رسال، وطن بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مسجد کرارہ
۳	مولوی اکبر علی ولد عطاء اللہ	عمر ۲۴ رسال، ڈاکخانہ شیب پور، وطن ڈھاکہ، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۴	مولوی مرزا خلیل ولد اقبال	عمر ۳۰ رسال، ڈاکخانہ غرم، وطن بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۵	مولوی عبداللہ ولد عبدالودود	عمر ۳۶ رسال، ڈاکخانہ ڈاگی، مردان، وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ سراجیہ
۶	مولوی نور محمد ولد میر محمد	عمر ۳۲ رسال، ڈاکخانہ فتح آباد، وطن بخارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت اونچی مسجد، کوچہ رحمن
۷	مولوی عبدالشکور ولد عبدالرؤف	عمر ۲۵ رسال، ڈاکخانہ چترال، وطن چترال، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد کٹرہ نیل
۸	مولوی غلام محمد ولد محمد سالار	عمر ۳۴ رسال، وطن پشار، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال پل بنگش

۹	مولوی غریب اللہ ولد عبداللہ	عمر ۲۸ر سال، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ سراجیہ
۱۰	مولوی خواجہ محمد طاہر ولد قیام الدین	عمر ۲۸ر سال، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی محمد کامل ولد عبدالرشید	عمر ۳۰ر سال، وطن شنگال، بدخشاں کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۲	مولوی مقرب خان ولد سید جمال	عمر ۲۲ر سال، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ صدیقیہ، سکونت مسجد پہاڑ گنج
۱۳	مولوی محمد عمر ولد عبدالخالق	عمر ۲۷ر سال، ڈاکخانہ جام قوم، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ حسین بخش، سکونت مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی محمد اصغر ولد محمد احمد	عمر ۳۰ر سال، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ صدیقیہ، سکونت مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی محمد یاسین ولد محمد شاہ	عمر ۲۴ر سال، ڈاکخانہ بڈگام، وطن کشمیر گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا

۱۶	مولوی ہدایت الحق ولد اسماعیل	عمر ۲۷ رسال، ڈاکخانہ شہرہ، وطن ہزارہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۷	مولوی محمد شریف ولد شاہ محمد	عمر ۲۲ رسال، ڈاکخانہ سچاں کوئلی، وطن حصار، گذشتہ تعلیم مدرسہ عباسیہ فیض آباد، سکونت مدرسہ ہذا
۱۸	مولوی گلزار احمد ولد محمد علی	عمر ۲۴ رسال، ڈاکخانہ سیتاپور، وطن گورکھپور، گذشتہ تعلیم خیر المدارس، سکونت مدرسہ ہذا
۱۹	مولوی قدرت اللہ ولد اکبر خان	عمر ۲۴ رسال، ڈاکخانہ خیرآباد، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری
۲۰	مولوی محمد عیسیٰ ولد شرف الدین	عمر ۲۱ رسال، وطن بہاول نگر، بہاولپور گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت مدرسہ ہذا
۲۱	مولوی محمد اعظم ولد عطا محمد	عمر ۲۳ رسال، وطن نبون، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت مدرسہ ہذا
۲۲	مولوی غلام محمد ولد فضیل احمد	عمر ۳۰ رسال، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ فتحپوری، سکونت مدرسہ ہذا،
۲۳	مولوی اختر محمد ولد عبد السبحان	عمر ۲۹ رسال، وطن کوئٹہ بلوچستان، گذشتہ تعلیم مدرسہ رحیمیہ، سکونت مسجد غیاث الدین دریا گنج

۲۴	مولوی رحیم گل بن شباب الدین	عمر ۲۶ ر سال، کوئٹہ بلوچستان، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت پہاڑ گنج
۲۵	مولوی خیستہ گل ولد عبداللہ	عمر ۲۱ ر سال، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۲۶	مولوی محمد کبیر ولد حداللہ	عمر ۲۷ ر سال، ڈاکخانہ چترال، وطن چترال گذشتہ تعلیم مدرسہ خلافت، علی گڑھ، سکونت مدرسہ ہذا
۲۷	مولوی عبد العزیز ولد عبدالرحمن	عمر ۲۲ ر سال، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد تکیہ عیدگاہ
۲۸	مولوی سلطان محمد ولد عبدالمنان	عمر ۲۲ ر سال، ڈاکخانہ بالاکوٹ، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۲۹	مولوی محمد ابراہیم ولد عبدالغفور	عمر ۲۳ ر سال، ڈاکخانہ بالاکوٹ، وطن بالاکوٹ گذشتہ تعلیم مدرسہ شاہی مرادآباد، سکونت مدرسہ ہذا
۳۰	مولوی عبدالقدوس ولد حضرت گل	باولی، سیدرشریف، مردان، سکونت حال کوٹھی میم

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی دولت محمد ولد نذر محمد	عمر ۳۰ رسال، ڈاکخانہ یلدال، دوشینا، بخارا
۲	مولوی عبدالمومن ولد آدینہ	عمر ۳۰ رسال، ڈاکخانہ دوش با، وطن بخارا سکونت حال مسجد فراشخانہ کوئی والی
۳	مولوی سید احمد ولد سید امین	عمر ۳۰ رسال، ڈاکخانہ دوشبہ، وطن بخارا، سکونت حال مسجد فراشخانہ کوئی والی
۴	مولوی محمد زبیر ولد محمد گل	عمر ۲۳ رسال، وطن ڈانزی، سکونت حال مدرسہ سراجیہ
۵	مولوی غلام رسول ولد محمد	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، وطن بنو، سکونت حال مدرسہ ہذا
۶	مولوی محمد حیات ولد محمد کامل	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارا سکونت حال مدرسہ ہذا
۷	مولوی محمد اصغر بن میر احمد	عمر ۲۵ رسال، ڈاکخانہ کاش کوٹ، وطن کابل سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی محمد مسعود ولد حیدر اللہ	عمر ۲۵ رسال، ڈاکخانہ خوست، وطن گردس سکونت حال مدرسہ ہذا

۹	مولوی عبدالمنان ولد عبداللہ	عمر ۲۵ سال، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارہ سکونت حال مسجد سانڈھا، تیلیواڑہ
۱۰	مولوی عبدالرزاق ولد عبدالغفور	عمر ۳۰ سال، ڈاکخانہ چارہ کار، وطن کابل سکونت حال مسجد گلی جیٹک
۱۱	مولوی عبدالحق ولد عبداللطیف	عمر ۲۷ سال، ڈاکخانہ خان آباد، وطن بلخ، کابل، سکونت حال مسجد بوحیدر
۱۲	مولوی محش الدین ولد ظہیر الدین	عمر ۳۰ سال، ڈاکخانہ فیض آباد، وطن یابان، کابل سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۳	مولوی بشیر الرحمن ولد شیخ سردار	عمر ۲۵ سال، ڈاکخانہ رسال پور، وطن پشاور سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی محمد منصور ولد سردار	عمر ۲۵ سال، ڈاکخانہ رسال پور، وطن پشاور سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی عبدالغفور ولد محمد قربان	عمر ۴۰ سال، قوم تاجیک، ڈاکخانہ استاخ، وطن کابل، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۶	مولوی رحیم دادر ولد فہیم بلوچ	عمر ۲۶ رسال، ڈاکخانہ نہٹر، وطن دادر سندھ عمر ۲۵ رسال، ڈاکخانہ رسال پور، وطن پشاور سکونت حال باغِ جیمس
۱۷	مولوی ملک خان ولد احمد خان	عمر ۴۵ رسال، قوم تاجیک، ڈاکخانہ چارہ کار، وطن کابل سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۸	مولوی عبدالودود ولد مولوی ارشد علی	عمر ۲۸ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ مرزا گنج، وطن برسیال سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۹	مولوی طالب الرحمن ولد ظہور الدین	عمر ۲۴ رسال، قوم شیخ، وطن برلاتن گنج، سکونت حال متصل جامع مسجد
۲۰	مولوی عبدالغنی ولد محمد عثمان	ڈاکخانہ دولت آباد، وطن بلخ، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال سیتارام بازار
۲۱	مولوی عبدالباقی ولد محمد صدیق	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ ملکنڈا، وطن مردان، سکونت حال مسجد میر امان اللہ

۲۲	مولوی شفیق الرحمن ولد حاجی منصور علی	عمر ۲۵ رسال، ڈاکخانہ بوس پور، وطن جاٹ گاؤں سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی حبیب الرحمن بن عبدالحمید	عمر ۲۴ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سیدرشریف، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال سبز منزل
۲	مولوی محمد اکرم ولد مولوی احسن	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، وطن کابل گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مسجد اکبر گنج
۳	مولوی نظام الدین ولد عبداللہ نور	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ یاک، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۴	مولوی عبدالعلی ولد مولوی محمد رسول	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ گرشک، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۵	مولوی عبدالرب ولد مولوی محمد اعظم	عمر ۲۵ رسال، قوم قریشی، ڈاکخانہ بیگر، وطن کوئٹہ، بلوچستان، گذشتہ تعلیم مدرسہ رحیمیہ، سکونت مدرسہ ہذا

۶	مولوی محمد یعقوب ولد محمد رحیم	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ رحیمیہ، سکونت مدرسہ ہذا
۷	مولوی عبدالرحمان ولد عبیداللہ	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کیلاگئی، وطن بلخ، کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا
۸	مولوی دولت محمد ولد نظر محمد	عمر ۳۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ پیلان، وطن بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۹	مولوی نورالحق ولد سید اکبر	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی حق نظر ولد سعیدالدین	عمر ۲۵ رسال، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ صوفیہ اجمیر، سکونت مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی محمد عیسیٰ ولد ابوسعید	عمر ۳۴ رسال، قوم فارے، ڈاکخانہ حصارف، وطن غرم بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۲	مولوی بدیع الحسن ولد صدیق	عمر ۲۵ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ چکریا، وطن جاٹ گاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد میر امان اللہ
۱۳	مولوی عبدالرشید ولد مولوی عبداللہ	عمر ۲۵ رسال، قوم فارے، وطن نحلکان، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت مدرسہ ہذا

۱۴	مولوی حضرت جمال ولد سید گل	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، الدبٹن، ہزارا، کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی عبدالخالق ولد عبدالخبیر	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ جزاری، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد محمد ادریس
۱۶	مولوی محمد منصور ولد سردار	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بنر، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد تکیہ
۱۷	مولوی عبدالرحیم ولد احمد جی	عمر ۲۸ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کانا، وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد تکیہ گندا نالہ
۱۸	مولوی حبیب الرحمن ولد غلام قادر	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چکیدرہ، وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ فتحپوری، سکونت مدرسہ ہذا
۱۹	مولوی عبدالجلیل ولد محمد یامین	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بنر، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۲۰	مولوی عبدالدیان ولد عبدالکریم	عمر ۲۷ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ فجرزی، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت مسجد پہاڑی دائیہ

۲۱	مولوی محمد شریف ولد دال الدین	عمر ۱۹ رسال،قوم مغل،ڈاکخانہ بٹن،وطن جبال،پنجاب، گذشتہ تعلیم مدرسہ خیدہ،سیال کوٹ سکونت مدرسہ ہذا
۲۲	مولوی بشیر احمد ولد محش الدین	عمر ۲۲ رسال،قوم قریشی،ڈاکخانہ مرادآباد،وطن ملتان، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ،سکونت مدرسہ ہذا
۲۳	مولوی حسین گل ولد نسیم گل	عمر ۲۵ رسال،قوم پٹھان،ڈاکخانہ سروزی،وطن کوئٹہ، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت مدرسہ ہذا
۲۴	مولوی سلطان احمد ولد عبدالجبار	عمر ۲۷ رسال،قوم شیخ،ڈاکخانہ چکریا،وطن جاٹ گاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت مسجد میر امان اللہ
۲۵	مولوی حمید اللہ ولد محمد کوہ قاف	عمر ۲۰ رسال،قوم شیخ،ڈاکخانہ سنگرے،وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت مسجد برناوالی،قصاب پورہ
۲۶	مولوی عبدالحیٔ ولد اسماعیل	عمر ۲۲ رسال،قوم بورہ،ڈاکخانہ بارودلی،وطن سورت، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد علی ولد محمد رضا	عمر ۳۰ رسال،قوم ترک،ڈاکخانہ بدخس، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت مدرسہ ہذا

۲	مولوی جمعہ ولد محمد رحیم	عمر ۳۸ رسال، قوم ترک، ڈاکخانہ خان آباد، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۳	مولوی عبدالرزاق ولد پیرو	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چترال، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ سراجیہ
۴	مولوی عبدالحکیم ولد عبدالحلیم	عمر (۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چترال، وطن چترال گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۵	مولوی رفیق احمد ولد ولی احمد	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ مقیم پور، وطن سہارنپور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۶	مولوی عبدالرؤف ولد عبدالغنی	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد اناروالی، کوچہ رحمن
۷	مولوی ہدایت ولد عبداللہ	عمر ۳۰ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ سراجیہ، سکونت حال مسجد تکیہ
۸	مولوی محمد امین ولد محمد صابر	عمر ۳۱ رسال، قوم بخاری، ڈاکخانہ قراط گیس، وطن بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی محمد عیسیٰ ولد غدا احمد	عمر ۲۸ رسال، قوم فارے، ڈاکخانہ خصارک، وطن بخارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۰	مولوی محمد یوسف ولد محمد شاہ	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ حاردا، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مسجد توپ خانہ
۱۱	مولوی جلال الدین ولد صدر الدین	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ مقر، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال دار الطلبہ
۱۲	مولوی گل محمد ولد نور محمد	عمر ۳۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ جلال آباد، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مسجد صدر بازار
۱۳	مولوی فضل رحیم ولد عبدالرحمن	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کانا، وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مسجد یک برج
۱۴	مولوی عبدالرحمن ولد عبدالرزاق	عمر ۲۷ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ صورت، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد فیاض
۱۵	مولوی عبدالجلیل ولد سعادت	عمر ۲۷ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سورت، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ سراجیہ
۱۶	مولوی عبدالواحد ولد محمد ناظم	عمر ۳۰ رسال، قوم تاجیک، ڈاکخانہ کولاب، وطن بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مسجد کچا باغ
۱۷	مولوی عبدالرحمن ولد محمد شاہ	عمر ۲۶ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ سراجیہ، سکونت حال مسجد گوہر شاہ

۱۸	مولوی عبدالحکیم ولد عبدالجبار	عمر ۲۰ رسال، قوم افغان، ڈاکخانہ کونہ، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ سراجیہ، سکونت حال سرائے روہیلہ
۱۹	مولوی عبدالکریم ولد نواز خاں	عمر ۲۵ رسال، قوم راجپوت، ساکن گنگوانی، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مسجد قصاب پورہ
۲۰	مولوی سراج الحق ولد عبدالحکیم	عمر ۲۷ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سیدرشریف، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲۱	مولوی عبدالمجید ولد عبداللہ خان	عمر ۲۸ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ نبون لکھی مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد املی والی
۲۲	مولوی فیض الرحمن ولد گل سید	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بنیر، سیدرشریف، پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال شیش ہوٹل
۲۳	مولوی امیر نوشاد ولد میر سید	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، سیدرشریف، پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال قرول باغ
۲۴	مولوی حنیف اللہ ولد شہزاد گل	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کرپیہ، ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سندیافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد امین ولد اخوندجات	عمر ۲۸ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چترال، وطن چترال گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی فضل اکبر ولد محمد ریحان	عمر ۲۷ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بردوکوٹ، وطن جلال آباد، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی حاجی قلندر شاہ ولد محمود شاہ	عمر ۲۷ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ ارگن، وطن گرائس کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۴	مولوی محمد یعقوب ولد ظہور الحق	عمر ۲۲ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ چورا کلاٹ، وطن کٹک گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۵	مولوی نور محمد ولد محمد جمیل	عمر ۲۸ رسال، قوم جویا، ڈاکخانہ فیض آباد، وطن بہاولپور، گذشتہ تعلیم مراد آباد، سکونت مدرسہ ہذا
۶	مولوی محمد صابر ولد عبدالحمید	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ خرکہ، وطن مہند باجوٹ، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۷	مولوی محمد شاہ ولد محمد علی	عمر ۳۵ رسال، قوم فارے، ڈاکخانہ قراط گیس، وطن حائط بخارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت مدرسہ ہذا

۸	مولوی عبدالعظیم ولد عبدالحکیم	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ صورت، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۹	مولوی حبیب الرحمن ولد مولوی اشفاق الرحمن کاندھلوی	عمر ۱۸ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کاندھلہ، وطن مظفرنگر گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مسجد رائے بیل
۱۰	مولوی محمد عارف ولد مرزا خاں	عمر ۱۹ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چکبر، وطن سیدرشریف، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی محمد حسین ولد قاضی احمد	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ شامراد، وطن ہزارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۲	مولوی محمد ولد عبداللہ	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سکرگڑھ، وطن چنکاری، ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد نبی کریم
۱۳	مولوی میا نگل ولد میاں جی	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ صورت، وطن برکوٹ، مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی عبداللطیف ولد مجن الدین	عمر ۲۴ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ سیلدا، وطن مجن سنگر، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا

۱۵	مولوی غلام قادر ولد شاہ ولی	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ تاتور، وطن ٹانک، ڈیرہ اسماعیل خاں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت پرانا قبرستان
۱۶	مولوی محمد اسحاق ولد فتح ابن	عمر ۲۴ رسال، قوم کشمیری، ڈاکخانہ برکوٹ، وطن فیروز پور، گذشتہ تعلیم مدرسہ جالندھر، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۷	مولوی محمد صادق ولد صدیق احمد	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ جدبا، وطن ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد برناوالی قصاب پورہ
۱۸	مولوی عبدالستار ولد عبدالمجید	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سید رشریف، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت سبزی منڈی
۱۹	مولوی عبدالرحمن ولد عبدالغنی	عمر ۲۱ رسال، قوم شیخ خانہ خومرا، وطن جاٹ گاؤں، گذشتہ تعلیم مانجے مسجد، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲۰	مولوی شہاب الدین ولد محمد طاہر	عمر ۲۳ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ گنڈی خان، وطن بنون گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مسجد نواب احمد شاہ
۲۱	مولوی محمد عمر ولد عبداللہ	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سرکری، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد یار ولد جلال الدین	عمر ۲۳ رسال، قوم کک، ڈاکخانہ دخان وار، وطن گندہ سکر گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۲	مولوی میانگل ولد میاں جی	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ ززجیل، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۳	مولوی گل فرات ولد نادر جات	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کانا، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۴	مولوی محمد زاہد ولد عبد المنان	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سید رشریف، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی نذر محمد ولد حمید اللہ	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چکیرا، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال دھوبی گھاٹ
۶	مولوی محمد فرقان ولد عبد الرزاق	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ صورت، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت گلی قاسم جان
۷	مولوی حیات اللہ ولد سعید اللہ	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ مٹوان، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا

۸	مولوی محمد عاشق ولد محمد مدین	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بت گول، وطن ہزارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت سبزی منڈی
۹	مولوی عبدالرحمن ولد عبداللطیف	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چترال، وطن چترال گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی عبدالکریم ولد سلیمان	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کوہیٹ، وطن کوہیٹہ، گذشتہ تعلیم مدرسہ نعمانیہ، سکونت مسجد قطب الدین
۱۱	مولوی عبداللہ جان ولد عبدالحکیم	عمر ۲۵ رسال، قوم سلیمان خیل، ڈاکخانہ خیرکوٹ، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ تفضیلیہ، سکونت حال مدرسہ متوکلین
۱۲	مولوی نامدار ولد سیر وخاں	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کوش کرام، وطن بٹل ہزارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت مسجد سرائے روہیلہ
۱۳	مولوی زرگل شاہ ولد عبداللہ	عمر ۲۴ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ مران شاہ، وطن نبون گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی عبد العزیز ولد عبدالرحمن	عمر ۳۵ رسال، قوم راوز بیگ، ڈاکخانہ ترکستان، وطن کشمیر، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا

۱۵	مولوی محمد سعید ولد عبدالجلیل	عمر ۲۲ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ پسونڈا، وطن فرخ نگر یوپی، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت مدرسہ ہذا
۱۶	مولوی عبدالحکیم ولد عبداللہ	عمر ۲۲ رسال، قوم موری، ڈاکخانہ جال کوٹ، وطن کشمیر، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۱۷	مولوی حبیب اللہ ولد عبدالحمید	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت تیلی واڑہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی اظہار الحق ولد عبدالرؤف	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ زیزاری، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۲	مولوی گل فیروز ولد قادر اللہ	عمر ۳۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ صورت، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد بڑھ والی
۳	مولوی محمد اسحٰق ولد جمعہ	عمر ۲۴ رسال، قوم قریشی، ڈاکخانہ تربل، وطن کشمیر، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد بڑھ والی
۴	مولوی نور الحسن ولد ابوالحسن	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ صورت، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد گلابی باغ

۵	مولوی منظور احمد ولد محمد گل	عمر ۲۸ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ خارا، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
٦	مولوی عبدالودود ولد عبداللہ	عمر ٢٦ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ رانیلا، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مدرسہ ہذا
۷	مولوی شاہجہان ولد عبدالجلیل	عمر ۱۹ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ پنر، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت مدرسہ ہذا
۸	مولوی امیر محی الدین ولد عبیداللہ	عمر ۲۴ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ باغ، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال جھانگڑا
۹	مولوی عبدالقیوم ولد محمد سلطان	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ چندہ کھورا، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہہذا، سکونت ترکمان دروازہ
۱۰	مولوی خلیل الرحمن ولد عبدالحکیم	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کوٹر، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مسجد تکیہ قصاب پورہ
۱۱	مولوی طیب شاہ ولد اسد اللہ	عمر ۲۲ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ بانڈی پورہ، وطن بارہ مولہ، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد سبدل ولد رحمت اللہ	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سہاری، وطن بٹل ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت مسجد انار والی کوچہ رحمن
۲	مولوی فضل شاہ ولد غلام شاہ	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بران چیل، وطن پشاور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد بڑھ والی
۳	مولوی محمد اسماعیل ولد نتھے خان	عمر ۲۱ رسال، قوم میئو، ڈاکخانہ سیکری پہاڑی، وطن بھرتپور (راجستھان) گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال ارنی مسجد
۴	مولوی خادم حسین ولد محمد حسن	عمر ۲۰ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ برازی، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ سبحانیہ، سکونت حال قرول باغ
۵	مولوی ظہور الدین ولد عارف خان	عمر ۲۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ شنوئی، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد عبداللہ
۶	مولوی عبدالحکیم ولد نور محمد	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بٹل، وطن ہزارا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سانڈا، صدر بازار

۷	مولوی کمال الدین ولد عبداللہ	عمر ۲۷ ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ تبرزی، وطن ارب، گذشتہ تعلیم فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی حیات خان ولد مجیب خان	عمر ۲۵ ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ گائڈسر، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد دریا گنج
۹	مولوی عبدالعزیز ولد بھورے شاہ	عمر ۲۵ ر سال، قوم تزک، ڈاکخانہ ممنہ، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی محمد موسیٰ ولد دولت محمد	عمر ۳۰ ر سال، قوم تزک، ڈاکخانہ اُرگل، وطن مدحال، کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ کابل، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی محمد شریف ولد عبدالعلی	عمر ۳۰ ر سال، قوم تاجیک، ڈاکخانہ لنگری، وطن فیض آباد کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال ترکمان دروازہ
۱۲	مولوی کمال الدین ولد عبداللہ	عمر ۲۷ ر سال، قوم تاجیک، ڈاکخانہ خیر آباد، وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۳	مولوی فقیر الدین ولد قاری عصام الدین	عمر ۲۵ ر سال، قوم صدیقی، ڈاکخانہ مازہ، وطن ارزبار گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی محمد زاین ولد عیدالحسن	عمر ۲۲ ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سیدر شریف، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی محمد افضل ولد محمد اسلم	عمر ۲۰ ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چترال، وطن چترال گذشتہ تعلیم مدرسہ حسین بخش، سکونت حال مدرسہ ہذا

نمبر	نام	کیفیت
۱۶	مولوی غلام جیلانی ولدعبدالکریم	عمر ۲۵ رسال،قوم پٹھان،ڈاکخانہ چترال،وطن چترال گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ،سکونت حال مسجد حوض والی
۱۷	مولوی ظفراللہ ولد مولوی نصراللہ	عمر ۱۸ رسال،قوم شیخ،ڈاکخانہ دہلی،وطن دہلی، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت حال بنگلہ فیروز
۱۸	مولوی عبدالوہاب ولدمحمد خاں	عمر ۲۳ رسال،قوم میو،ڈاکخانہ پنگواں،وطن رانوتہ،ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت حال مسجد محل
۱۹	مولوی محمد موسیٰ ولدمحمد صلاح	عمر ۳۵ رسال،قوم ترک،ڈاکخانہ نال قند،وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت حال مدرسہ ہذا
۲۰	مولوی یار محمد ولدسید محمد	عمر ۳۰ رسال،قوم پٹھان،ڈاکخانہ ننگی مہمند،وطن صورت،کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت حال مسجد غیاث اللہ
۲۱	مولوی عبدالرحمن ولدعظیم اللہ	عمر ۲۸ رسال،قوم پٹھان،ڈاکخانہ لوگر برکی،وطن کابل گذشتہ تعلیم مدرسہ صدیقیہ،سکونت حال رودگران،دہلی
۲۲	مولوی فضل رازق ولدفضل رحیم	عمر ۲۱ رسال،قوم پٹھان،ڈاکخانہ چارسدہ،وطن پشاور گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ،سکونت حال مدرسہ امینیہ
۲۳	مولوی محی الدین ولدعبدالاحد	عمر ۱۸ رسال،قوم شیخ انصاری،ڈاکخانہ سپول،وطن دربھنگہ بہار،گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ،سکونت حال مدرسہ فتحپوری

۲۴	مولوی محمد انور ولد حکیم محمد دین	عمر ۲۱ر سال، قوم قریشی، ڈاکخانہ مرہانا، وطن سیالکوٹ، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲۵	مولوی اظہار الحق ولد عبداللہ	عمر ۲۵ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بلگرام، وطن بٹل ہزارا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سانڈا، تیلیواڑہ
۲۶	مولوی گل حبیب ولد یار قلندر	عمر ۲۸ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ جندل، وطن چکیدرہ، مردان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

تقسیمِ ملک کا حادثۂ جانکاہ:

شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۷ء کو تعلیمی سال مکمل ہوا، لیکن یہ سال بڑی بے چینی اور خوف و ہراس کے ساتھ گذرا، ماہِ جنوری اور فروری میں ہی ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں حالات خراب ہو گئے فسادات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، روز بروز حالات میں کشیدگی آتی گئی، جس کی وجہ سے بعض طلبہ جو دور دراز کے رہنے والے تھے مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے، اُن کی خبر نہیں کہ وہ اپنی منزل تک پہنچے یا نہیں۔ **واللّٰہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین**۔ اور بہت سے طلبہ نے ایسے حالات میں سفر سے گریز کیا اور مدرسہ میں ہی رہ کر تعلیم میں مشغول رہے، بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا رہے، یہاں تک کہ شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۷ء میں سالانہ امتحان ہوا اور بغیر جلسہ ہوئے تعطیل کلاں ہوگئیں، پھر ۲۷ر رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء میں بوقت شب تقسیم ملک کا اعلان ہو گیا، تقریباً سوا کروڑ انسان اپنا گھر بار چھوڑ کے ملک تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئے، اور قریب دس لاکھ لوگ تشدد میں مارے

گئے، جن میں زیادہ تر مسلمان تھے، اس کے بعد مدرسہ میں دو سال تعلیم موقوف رہی، اس لئے ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کے طلبہ کا نام رجسٹر میں درج نہیں ہے۔

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۶۹ھ ۱۹۵۰ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد علی ولد مہدی	عمر ۲۸ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کیریش، وطن کیریش لداخ گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مسجد محتسب سائکہ
۲	مولوی حسین ولد عبد اللطیف	عمر ۲۵ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ خان خیل، وطن کرپیہ ہزارہ، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی عبد المجید ولد میر حسن	عمر ۲۱ر سال، قوم سید، ڈاکخانہ پلول، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ سبحانیہ، سکونت حال مسجد تکیہ، قصاب پورہ
۴	مولوی عبد اللہ ولد مولا حسین	عمر ۲۲ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ مانجھا، وطن بہار، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مسجد قیلا دروازہ
۵	مولوی فخر الدین ولد موسیٰ	عمر ۲۰ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ ہلوتہ، ڈاگ، وطن کشن گڑھ، الورراجستھان گذشتہ تعلیم مدرسہ سبحانیہ، سکونت حال سبیل والی مسجد
۶	مولوی محمد سلیمان ولد قادر بخش	عمر ۲۵ر سال، قوم رائم، ڈاکخانہ ظاہر پیر، وطن فیض آباد، بہاولپور، گذشتہ تعلیم مظاہر العلوم، سکونت حال مدرسہ ہذا

۷	مولوی عبدالرحیم ولد سلطان	عمر ۵۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ گواڑے کریس، وطن لداخ کشمیر گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد میاں صاحب
۸	مولوی قاری محمد سلیمان ولد کالے خاں	قوم میئو، قصبہ مالب، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا ،سکونت حال مسجد قبرستان والی شیش محل
۹	مولوی محمد صدیق ولد محمد فاضل	قوم بوہرا، قصبہ کڑی، ضلع احمد آباد، گذشتہ تعلیم احمد آباد، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی ابوالحیا نور الدین ولد عبداللہ	عمر ۲۲ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ ہرن پور، وطن پورنیہ، بہار گذشتہ تعلیم شاہی مراد آباد، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالمجید ولد میر بخش	عمر ۲۲ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ پلول، ضلع گڑگاؤں میوات گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد چھپروالی
۲	مولوی عبدالودود ولد منشی فاضل بخش	عمر ۲۵ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ اومرا، وطن حیدر گنج، نواکھال گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۳	مولوی نصر الدین ولد نور خاں	عمر ۲۳ سال، قوم میئو، ڈاکخانہ پہاڑی، وطن نیم کھیڑہ، بھرتپور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال نئی مسجد ہرن پور
۴	مولوی قمر الدین ولد موسیٰ	عمر ۲۲ سال، قوم میئو، ڈاکخانہ جیوتا، وطن کھیر تھل، الور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سبیل نواب گنج
۵	مولوی عبد الغفور ولد عبد اللہ	عمر ۲۰ سال، قوم میئو، ڈاکخانہ ہتھین، ساکن اٹاوڑ، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مسجد نئی بستی
۶	مولوی محمد سلیمان ولد عبد الغفور	عمر ۲۵ سال، قوم میئو، ساکن سنگار، ضلع گڑگاؤں، میوات گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مسجد کنویں والی
۷	مولوی اظہار الحق ولد محی الدین	عمر ۲۵ سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ ہزرکی، وطن نند گرام، بگوڑا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی حبیب اللہ ولد محمد دین	عمر ۹۰ سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کوٹ اسماعیل، وطن مردان، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی محمد حفیظ اللہ ولد حفی اللہ	عمر ۲۶ سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ بارہ گوہل، وطن ہاوڑا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۰	مولوی محمد عارف ولد رحمن نجات	عمر ۳۵ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ چترال، وطن دہلی گذشتہ تعلیم مدرسہ، سکونت حال مسجد سوئیوالان
۱۱	مولوی عبد العزیز ولد بادشاہ	عمر ۲۵ر سال، قوم شیخ، کلیئر چر بواتی گنج، نواکھالی گذشتہ تعلیم مدرسہ، سکونت حال سوبون

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبد السلام ولد اسلام الدین	عمر ۲۵ر سال، قوم راجپوت، ڈاکخانہ پنگواں، وطن بڑیڈ، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سرائے خلیل
۲	مولوی سلطان احمد ولد عبد السلام	عمر ۲۵ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ بدرکہانی، وطن جاٹ گام گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سرائے خلیل
۳	مولوی عبد الحق ولد بلال احمد	عمر ۲۵ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ گرم سیل، وطن کندھار گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال گلی چاندی والی
۴	مولوی رحیم الدین ولد جمعہ خان	عمر ۲۶ر سال، قوم میو، ڈاکخانہ کشن گڑھ، ساکن باگھوڑ، الور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد تانت والی

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۳ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی فضل حق ولد مولوی شمش تبریز	عمر ۲۲ ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ آرا، وطن آرا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی عبدالرب ولد مومن الحق	عمر ۲۳ ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ ابراہیم پور، وطن بیسک پور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی عبدالغفور ولد عبداللہ	عمر ۲۵ ر سال، قوم میئو، ڈاکخانہ ہتھین، وطن اٹاوڑ، گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال نئی مسجد باڑا ہندوراؤ
۴	مولوی عبدالرشید ولد ولی محمد	عمر ۳۰ ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ بہرہ، وطن چمپارن، بہار گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال فراشخانہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالحمید ولد جان محمد	عمر ۲۱ رسال، قوم انصاری، ڈاکخانہ ہرش بازار، وطن بستی گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی حضرت ایوب ولد عبدالحمید	عمر ۲۶ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ بنیر، وطن مردان گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مسجد فتحپوری
۳	مولوی عبدالودود ولد عابد علی	عمر ۱۹ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ اقراء بازار، وطن بستی، یوپی، گذشتہ تعلیم قمر العلوم باندہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی مسعود احمد ولد مولوی عبدالغفور	عمر ۲۲ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ جاٹ گام، وطن جاٹ گام، گذشتہ تعلیم مسجد کلاں محل

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد اسحاق ولد مولانا احمد الرحمن	عمر ۲۵ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ کلیش، وطن جاٹ گام گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال چھتہ لال میاں

۲	مولوی غلام الرحمن ولد عبدالعزیز	عمر ۲۴ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ گپائر باغ، وطن نواکھالی گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی عبدالمتین ولد عبدالوحید	عمر ۳۰ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ عظمت پور، وطن بہاولپور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی محمد جمیل ولد حسن محمد	عمر ۲۴ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ جٹیرا، وطن محل دیپ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی محمد عبدالقادر ولد میرا صاحب	عمر ۳۰ رسال، قوم راؤ، ڈاکخانہ سیلاکر، وطن مدراس گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۶	مولوی عبدالمنان ولد سعادت علی	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ دیئر، وطن سالوٹیکر بازار گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد املی، چوڑیوالان
۷	مولوی کمال الدین ولد مولوی فرحت حسین	عمر ۲۲ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کیتھاٹا، وطن بہاولپور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی عبدالرحیم ولد محمد ہارون	عمر ۲۵ رسال، قوم چودھری، ڈاکخانہ دھہر سونہ، وطن ہردوان گذشتہ تعلیم تفضّل حسین کھڑکی، سکونت حال مدرسہ ہذا

۹	مولوی محمد داؤد ولد عبدالغفار	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ مہوہ، وطن مظفر پور، بہار گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد میاں صاحب، پھاٹک جبش خاں
۱۰	مولوی محمد شمشیر علی ولد احمد علی	عمر ۲۹ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ دہلی بازار، وطن چتلی قبر، حویلی مہاوت خاں
۱۱	مولوی عبدالحق ولد عبدالجبار	عمر ۲۵ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ سافری، وطن کالا کھیل، جاٹ گام، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال چھتہ لال میاں

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی صفدر علی ولد عبدالقادر	عمر ۲۵ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ مسانده، وطن مردان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال پہاڑی مسجد
۲	مولوی عبدالغفور ولد بابو صاحب	عمر ۲۶ رسال، قوم قریشی، ڈاکخانہ متھرا، وطن متھرا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد گھنٹہ والی، قصاب پورہ
۳	مولوی عبدالرحیم ولد نور محمد	عمر ۷۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سوراب، وطن بلوچستان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد برنا والی، قصاب پورہ

۴	مولوی محمد سلیمان ولد مولوی عبدالجلیل	عمر ۲۱ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ فدوا، وطن جاٹ گام گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال بلیماران، املی والی مسجد
۵	مولوی امداد علی ولد عباس علی	عمر ۲۶ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ رجار گانو، وطن سلہٹ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد کوچہ چالان
٦	مولوی محمد حسین ولد اسماعیل	عمر ۲۱ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کرم ٹانگ، وطن بہاولپور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد نئی سڑک
۷	مولوی حمید اللہ جان ولد مولانا سید خان	عمر ۲۳ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ نگر خیل، وطن نبوہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد مبارک بیگم حوض قاضی
۸	مولوی محمد اسماعیل ولد نواز صاحب	عمر ۲۱ رسال، قوم راجپوت، ساکن دھولیٹ، ضلع بھرتپور، راجستھان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سراج الدین، صدر بازار، بستی ہر پھول سنگھ
۹	مولوی عبدالرحمن ولد محمد	عمر ۳۳ رسال، قوم قریشی، ڈاکخانہ کرہاری، ضلع متھرا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد حاجی فخر الدین صاحب
۱۰	مولوی عبدالسمیع ولد غلام حسین	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کروڈیہہ، وطن بھاگلپور، بہار، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۱	مولوی محمد حسن ولد عبدالرحمن	عمر ۲۲ ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ کھیلو، وطن سکروڑ، کشمیر گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۲	مولوی عبدالمجید ولد عظیم اللہ	عمر ۲۲ ر سال، قوم میئو، ساکن نباہڑی، وطن الور، راجستھان گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
	مولوی نور محمد ولد عبدالرحمن	عمر ۲۰ ر سال، قوم میئو، ڈاکخانہ شہما کہ، وطن الور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال اونچی مسجد، حوض قاضی
۱۳	مولوی عبدالرحمن ولد وزیر خان	عمر ۲۲ ر سال، قوم سید، ڈاکخانہ نوح، ساکن اڈبر، ضلع گڑگاں سکونت حال نئی بستی، باڑہ ہندوراؤ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۷ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی اسیر الدین ولد نور محمد	عمر ۲۰ ر سال، قوم میئو، موضع سوکھپوری، ضلع گڑگاں گذشتہ تعلیم شکراوہ میوات، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی محمد سعید ولد غلام حسن	عمر ۲۵ ر سال، قوم شیخ، موضع مونگ، وطن بڈگام کشمیر گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال کوچہ رحمن
۳	مولوی منیر الدین ولد بہاء الدین	عمر ۲۰ ر سال، قوم میئو، موضع سنگھار، وطن فیروز پور، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۴	مولوی عبدالغفور ولد شریف حسین	عمر ۲۱ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ گوڑی گرام، وطن رنگ پور، بنگال، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی عبدالرحمن ولد علی خان	عمر ۲۵ر سال، قوم میو، موضع پاٹن، وطن کشن گڑھ، الور گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مسجد شیش محل
۶	مولوی عبدالعزیز ولد محمد حسن	عمر ۲۰ر سال، قوم میو، موضع جنک پور، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۷	مولوی شمش الدین ولد پہل خاں	عمر ۲۷ر سال، قوم میو، موضع لہسر، تحصیل کاماں، ضلع بھرتپور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی عبدالکریم ولد مولا بخش	عمر ۲۰ر سال، قوم میو، موضع ٹھوس، وطن تجارہ، الور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی بشیر احمد ولد شتاب	عمر ۲۴ر سال، قوم میو، موضع رنگالا، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی عبدالرحیم ولد عبدالغفور	عمر ۱۸ر سال، قوم میو، موضع بڈیڈ، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد کوچہ رحمن، چتلی قبر
۱۱	مولوی نور محمد ولد چھوٹے خان	عمر ۲۲ر سال، قوم میو، موضع مہو، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۲	مولوی محمد میرا احمد ولد میر عبدالباری	عمر ۲۵ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ مدرہاٹ، وطن نوکہالی، گذشتہ تعلیم مدرسہ عالیہ رامپور، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۳	مولوی محمد اسرائیل ولد محمد ابراہیم	عمر ۲۰ رسال، قوم میئو، ساکن جھانڈہ، تحصیل ہتھین، گڑگاؤں گذشتہ تعلیم دارالعلوم شکراوہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی عبدالعزیز ولد محمد حسن	عمر ۲۱ رسال، قوم میئو، موضع جھاروکڑی، فیروزپور، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال چھوٹی مسجد، گلی کوتانہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد ابراہیم ولد محمدی	عمر ۴۵ رسال، قوم تاجیک، ڈاکخانہ کابل، وطن کابل، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد کوچہ رحمن
۲	مولوی ابوالخیر ولد نذیر احمد	عمر ۲۱ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ اسلام آباد، وطن حامر گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال چتلی قبر
۳	مولوی عبدالکریم ولد مولوی رحیم شاہ	عمر ۱۹ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ دہلی، وطن دہلی، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی محمد رمضان ولد منگل	عمر ۱۵ رسال، قوم میئو، ساکن گھاسیڑہ، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ نوح

۵	مولوی عبدالمنان ولد شیخ مقبول	عمر ۲۴ ؍سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ گاڑاڑ، وطن جاٹ گام گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
٦	مولوی محمد حسین ولد محمد یونس	عمر ۲۳ ؍سال، قوم میر، ڈاکخانہ جل کوڑ، وطن مونگیر، بہار گذشتہ تعلیم مدرسہ بہار، سکونت مدرسہ ہذا
۷	مولوی غیاث الحسن ولد ضیاء الحسن	عمر ۱۹ ؍سال، قوم سید، ڈاکخانہ کیرانہ، ضلع مظفرنگر گذشتہ تعلیم مظاہر العلوم، سہارنپور، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۸ھ ۱۹۵۹ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالقادر ولد رحیم بخش	عمر ۲۴ ؍سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ گونہ باری، وطن روپہ ہاری، نوگہ نوڑ، گذشتہ تعلیم حسین بخش، سکونت حال مسجد ترکمان گیٹ
۲	مولوی اشرف الدین ولد عبدالغنی	عمر ۲۵ ؍سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ تلپی، وطن دہارٹ گذشتہ تعلیم حسین بخش، سکونت حال بوجھد پہاڑی
۳	مولوی عبدالعزیز ولد عبدالحق	عمر ۲۷ ؍سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ انصانی بلالیہ، وطن مرغہ ہاٹ گذشتہ تعلیم حسین بخش، سکونت حال بھوجلہ پہاڑی

۴	مولوی محمد ارشد ولد عبدالشکور	عمر ۲۰ ؍ سال، قوم انصاری، ڈاکخانہ انڈال، وطن ہردوان، گذشتہ تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور، سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی عبدالعزیز ولد خلیل احمد	عمر ۲۴ ؍ سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ پٹرونہ، وطن ضلع ڈوریا، یوپی، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۶	مولوی عبدالواسع ولد رئیس احمد	عمر ۱۸ ؍ سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ عظمت پور، وطن بارہ ہاٹ، بھاگلپور، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت مدرسہ ہذا
۷	مولوی عبدالصمد ولد عبداللہ	عمر ۲۵ ؍ سال، قوم نومسلم، ڈاکخانہ شملہ، وطن کوہ ٹار، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال قصاب پورہ چھوٹی مسجد
۸	مولوی عبداللہ ولد امید	عمر ۲۴ ؍ سال، قوم میئو، ڈاکخانہ راجپور، کہکبان، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی عبدالرب خان ولد شکر اللہ	عمر ۱۸ ؍ سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سمرین، وطن کبا پور، گونڈا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ریاض العلوم، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی امام الدین ولد محی الدین	عمر ۲۴ ؍ سال، قوم قریشی، ڈاکخانہ اسنسول، ضلع ہردوان گذشتہ تعلیم ہردوان، سکونت حال مسجد بارہ دری

۱۱	مولوی مجیب اللہ ولد عبداللہ	عمر ۱۹ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ شیخا جوٹ، وطن سہو پتی گنج، گذشتہ تعلیم مسجد فتحپوری، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد عالم ولد محبوب علی	عمر ۲۲ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ دھامپور، وطن ہاوڑا، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد قبرستان والی
۲	مولوی شریف حسین ولد صورت ملک	عمر ۱۸ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کاکرہاری، وطن گاگن، بریسال، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد لوہے والان
۳	مولوی محمد حکیم الدین ولد قربان علی	عمر ۲۶ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ کوکی ٹولہ، وطن امور بہار گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد کپتان، بانڈاری
۴	مولوی محمد مسلم ولد عبدالرحمن	عمر ۲۲ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ ڈرہال، وطن سہرسہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد بارہ دری
۵	مولوی محمد امداداللہ ولد مولانا خلیل احمد	عمر ۲۴ر سال، قوم شیخ، قصبہ پتھانہ، وطن ناچی پور، بھاگلپور گذشتہ تعلیم مدرسہ بھاگلپور، سکونت حال مدرسہ ہذا

۶	مولوی محمد اکبر ولد شتاب الدین	عمر ۲۴ر سال،قوم شیخ،ڈاکخانہ رودا اُنت پور،وطن گپلہ چنڈی گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا،سکونت مدرسہ ہذا
۷	مولوی معزالدین ولد ناصر الدین	عمر ۲۳ر سال،قوم شیخ،ڈاکخانہ اُنت پور،وطن رنگ پور، گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ،سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی عبدالغفور ولد محمد حسین	عمر ۲۲ر سال،قوم سید،ڈاکخانہ انوما پانڈے،ضلع بستی، گذشتہ تعلیم مدرسہ صدر بازار،دار الکتاب، سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی عبدالمنان ولد علی حسن	عمر ۲۲ر سال،قوم سید،ڈاکخانہ انوما پانڈے،ضلع بستی، گذشتہ تعلیم جامع اعظم بلیماران، سکونت حال مسجد میاں صاحب پھاٹک
۱۰	مولوی محمد اسحاق ولد عبدالاحد	عمر ۱۷ر سال،قوم شیخ،ڈاکخانہ پھیرا بازار،وطن بستی گذشتہ تعلیم فیز عالم مئو،سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی احمد شفیع ولد عبدالجبار	عمر ۲۰ر سال،قوم میر،ڈاکخانہ بجالیا، وطن جاٹ گاؤں،گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال بلیماران،مسجد لوہے والان
۱۲	مولوی ضامن علی ولد نذیر احمد	عمر ۲۵ر سال،قوم شیخ،ڈاکخانہ گندھیریا،وطن رودنگر،بستی، گذشتہ تعلیم جامع اعظم دہلی،سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۳	مولوی محمد اسحاق ولد محمد خاں	عمر ۲۳ ر سال، قوم میئو، ڈاکخانہ پنہانہ، ساکن گھیڑا، ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال قصاب پورہ، مسجد مگو والی

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی حبیب الرحمن ولد مولوی خیر الدین	عمر ۲۴ ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ حیدر آباد دکّن، وطن حیدر آباد گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی حافظ محمد سعید ولد مولوی ابراہیم	عمر ۲۵ ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ دہلی، وطن دہلی، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد مچھلی والان
۳	مولوی عبد الرشید ولد عبد الصمد	عمر ۲۱ ر سال، قوم میئو، ساکن گوالدہ، ضلع الور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی عبد المجید ولد سمیع خاں	عمر ۱۸ ر سال، قوم میئو، ساکن کوٹ، تحصیل ہتھین، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال کوچہ پنڈت

۵	مولوی جلال الدین ولد چندر صاحب	عمر ۲۰ رسال، قوم میو، ساکن ملائی، تحصیل ہتھین، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال سیتارام بازار
۶	مولوی عبدالمالک ولد عبدالوہاب	عمر ۲۱ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ دہلی، وطن بارہ دری شیر انگن خان، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا
۷	مولوی عبدالوہاب ولد عبدالحکیم	عمر ۲۲ رسال، قوم انصاری، ڈاکخانہ چمیاں پور، وطن نارائن پور، ڈھاکہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی معین الدین ولد علی حسن	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ سعداللہ پور، وطن گورا بازار، ضلع بستی گذشتہ تعلیم ریاض العلوم، سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی حبیب اللہ ولد حوصلہ دار	عمر ۲۲ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ سعداللہ پور، وطن گورا بازار، ضلع بستی گذشتہ تعلیم ریاض العلوم، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی عبدالکریم ولد محمد عاشق	عمر ۲۵ رسال، قوم شیخ، موضع کباوا، وطن گورا بازار، ضلع بستی گذشتہ تعلیم اعظم گڑھ، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۱	مولوی نذیر احمد ولد عبدالجلیل	عمر ۲۸ رسال،قوم پٹھان، ڈاکخانہ کوز پاوڈر، ریاست سورت، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد بہو چند پہاڑی گڑھ، کپتان، دہلی
۱۲	مولوی سلیمان ولد جمیل احمد	عمر ۲۰ رسال،قوم میو،ساکن برکھولہ،لوہیسر،ضلع بھرتپور گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ،سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۲ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی احمد علی ولد منشی اسماعیل	عمر ۲۴ رسال،قوم سید، ڈاکخانہ وصی باڑی، وطن بگوڑی آسام گذشتہ تعلیم حسین بخش،سکونت حال کوچہ چالان
۲	مولوی صلاح الدین ولد نصیب خاں	عمر ۱۸ رسال،قوم میو،موضع سوکپوری، وطن نگینہ،ضلع گڑگاؤں، گذشتہ تعلیم شکراوہ،سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی محمد حسین ولد خباب علی	عمر ۲۴ رسال،قوم شیخ، ڈاکخانہ مہدی پور، وطن مرشد آباد، گذشتہ تعلیم فتحپوری،سکونت حال رودگران، لال کنواں
۴	مولوی محمد ادریس ولد سعد اللہ	عمر ۲۰ رسال،قوم میو،موضع بدرپور، نگینہ،ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ،سکونت حال مسجد دہلی قبرستان

۵	مولوی محمد عباس ولد جیش محمد	عمر ۱۸ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ ڈورابازار، وطن ٹکریہ، ضلع بستی، گذشتہ تعلیم اعظم گڑھ، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۳ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالحکیم ولد مولوی نور محمد	عمر ۲۶ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ شاخ مال، وطن گاردھل آسام، گذشتہ تعلیم سجانیہ قصاب پورہ، سکونت حال سرائے کاٹ مسجد
۲	مولوی محمد اشرف ولد حسین علی	عمر ۱۹ رسال، قوم قریشی، ساکن کرہاری، ضلع متھرا گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد چابی گنج
۳	مولوی محمد علی ولد حاجی احمد	عمر ۲۱ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ آچھوڑ، ضلع سورت گذشتہ تعلیم ڈابھیل، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی کمال الدین خان ولد محمد یوسف	عمر ۲۰ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ سنپی پیری، وطن کلہی بازار، گورکھپور، گذشتہ تعلیم گلاؤٹھی، سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی نور اللہ ولد سید زین العابدین	عمر ۳۲ رسال، قوم سید، ڈاکخانہ بنگلور، وطن بنگلورسٹی، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد رائے والی، دریا گنج

٦	مولوی دین محمد ولد کلّو صاحب	عمر ۲۰ رسال، قوم میو، موضع جرالی، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد بیری والی، سیتارام بازار
۷	مولوی عبدالقدوس ولد بخش اللہ	عمر ۲۲ رسال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ جمہونہ، وطن سری بازار، بستی، گذشتہ تعلیم بنارس، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی حبیب الرحمن ولد فرلا داحمد	عمر ۲۱ رسال، قوم انصاری، ڈاکخانہ بارہ ڈیہہ، وطن شاہ آباد گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال ٹٹیا محل، دہلی
۹	مولوی مقبول حسن ولد مصاحب علی	عمر ۲۱ رسال، قوم پٹھان،، ڈاکخانہ کھجوری، وطن سلطان پور ہاپوڑ، گذشتہ تعلیم خادم الاسلام، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی ابوالحسن ولد محمد روشن	عمر ۲۳ رسال، قوم شیخ، ڈاکخانہ اسی پور، وطن چوبیس پرگنہ، گذشتہ تعلیم حسین بخش، سکونت حال مسجد بلیماران دہلی
۱۱	مولوی محمد اشرف شاہ ولد شہید شاہ	عمر ۲۲ رسال، قوم شاہ، قصبہ ترال، وطن اسلام آباد، کشمیر گذشتہ تعلیم مدرسہ امینیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۲	مولوی نظام الدین ولد زین العابدین	عمر ۲۳ ر سال، قوم پٹھان، ڈاکخانہ چانگ مدی، وطن نئ آسام، گذشتہ تعلیم فتحپوری، سکونت حال مسجد گلی راجہ جان
۱۳	مولوی محمد یوسف ولد ابراہیم	عمر ۲۰ ر سال، قوم سید، ڈاکخانہ مٹواڑ، ضلع سورت گذشتہ تعلیم ڈابھیل مدرسہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی محمد ابراہیم ولد عبدالرحیم	عمر ۳۰ ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ ملن باز، وطن مظفر آباد، کشمیر گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد پھاٹک حبش خان

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۴ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محر جان ولد محمد یار خان	عمر ۲۲ ر سال، ڈاکخانہ چوگا، سورت، وطن سورت سکونت حال حافظ میاں جان سیتارام بازار
۲	مولوی اکبر علی ولد محمد موسیٰ	عمر ۲۵ ر سال، ڈاکخانہ املیہ، وطن نوگڑھ، ضلع بستی، گذشتہ تعلیم گلاؤٹھی، سکونت حال مسجد رائے والی، دریا گنج
۳	مولوی سمیع اللہ ولد محمد علی حسن	عمر ۲۲ ر سال، ڈاکخانہ سعداللہ پور، وطن ڈومریا گنج، ضلع بستی، گذشتہ تعلیم جھنڈانگ، سکونت حال مدرسہ ہذا

۴	مولوی شرف الدین ولد غلام علی	عمر ۲۰ر سال، ڈاکخانہ روکھیا، وطن مہی رام پور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد آم والی
۵	مولوی نور احمد ولد رئیس الدین	عمر ۲۱ر سال، ڈاکخانہ نہی گوزن، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال، سکونت حال قصاب پورہ
۶	مولوی عاصم الدین ولد خورشید علی	عمر ۲۳ ر سال، ڈاکخانہ کلّہ ماکھنہ، وطن چوبیس پرگنہ، گذشتہ تعلیم نظام الدین، سکونت حال مدرسہ ہذا
۷	مولوی محمد اسرائیل ولد سلطان	عمر ۲۱ر سال، قوم شیخ، ڈاکخانہ نیا پہیہ، وطن بھاگلپور سکونت حال مسجد خیبر مارکیٹ، دہلی
۸	مولوی محمد اسلام ولد محمد طاہر	عمر ۲۰ر سال، ڈاکخانہ پریم نگر، وطن پورنیہ، سکونت حال مسجد گلی شاہتارہ، دہلی
۹	مولوی عبدالرحیم بیگ ولد محمد یامین	قوم بیگ،، ڈاکخانہ مغل باغ، وطن پٹنہ گذشتہ تعلیم نظام الدین، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی محمد ہاشم ولد فیروز خاں	عمر ۱۸ر سال، ساکن اٹاوڑ، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مدرسہ ہذا

۱۱	مولوی حبیب الرحمن ولد اکبر خان	عمر ۲۴ ر سال، ڈاکخانہ ارک پلّی، وطن پوری اڈیشہ سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۲	مولوی نعیم اللہ ولد حسن علی	عمر ۲۲ ر سال، ڈاکخانہ منگل دیپ، وطن اتکا بازار، بستی گذشتہ تعلیم گلاؤٹھی، سکونت مسجد دائی والی دریا گنج
۱۳	مولوی محمد حسن ولد محمد یوسف	عمر ۲۰ ر سال، ڈاکخانہ آچھور، وطن آموز، بہرواچ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی جلال الدین ولد عمر خان	عمر ۲۰ ر سال، قوم میو، ساکن نیمکا، تحصیل فیروز پور، جھرکا، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ سبحانیہ، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی واجد علی ولد حامد علی	عمر ۱۸ ر سال، موضع حسن پور، ضلع سکندر آباد، یوپی گذشتہ تعلیم گاؤٹھی، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۶	مولوی بشیر احمد ولد گلزار	عمر ۱۸ ر سال، ڈاکخانہ مکن پور، وطن دیوریہ، یوپی سکونت حال کوچہ روح اللہ مسجد

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۵ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالعزیز ولد عبداللہ	ڈاکخانہ تیڈارکی، وطن مغربی سکونت حال مسجد قطب الدین، دریا گنج

۲	مولوی عبدالرؤف ولد محمد اسماعیل	ڈاکخانہ مندایہ، تحصیل پوری، اُڈیشہ سکونت حال مسجد حوض والی، سوئیوالان
۳	مولوی عبدالرزاق ولد کلّو خان	ساکن اُٹاوڑ، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی سبحان علی ولد حبیب اللہ	ڈاکخانہ بڈگون، ضلع گورکھپور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد دائی والی دریا گنج
۵	مولوی عبدالقیوم ولد نسیم الدین	ڈاکخانہ ہزاری باغ، وطن بہار گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد کوچہ روح اللہ
۶	مولوی شبیر احمد ولد نور محمد	ساکن شکوبتان، وطن دیوریہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۷	مولوی حاضر خاں ولد سفید خاں	ساکن جیونت، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی شمش الدین ولد مقبول احمد	ساکن بارہ ہاٹ، بھاگل پور، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۹	مولوی شریف عالم ولد سلطان علی	ساکن مہرنہ، بارہ ہاٹ، بھاگل پور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی نور محمد ولد مواسی	ساکن بسی، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی عبدالصمد ولد ظہیر الدین	ساکن بکوڑ، ڈگڑ، وطن مہیرا مپور گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مسجد سرائے کاٹ دہلی
۱۲	مولوی اکبر علی ولد رسول محمد	ساکن گوپیہا، وطن اُستاہارا، بستی گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال محلہ رکاب گنج
۱۳	مولوی عبدالدیان ولد یاسین خان	ساکن کٹک، اڈیشہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۶ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالدیان ولد محمد یاسین	قوم خان، ڈاکخانہ ولدھی، وطن فقیر آباد، کٹک داڈیر، گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا

۲	مولوی نصر الدین ولد زین العابدین	ڈاکخانہ انداوان، وطن بیگم، مکلوان بہار سکونت حال مسجد باقی باللہ
۳	مولوی محمد اسماعیل ولد نواز خاں	قوم میو، ساکن اگون، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی حبیب اللہ ولد مولانا یاسین	وطن گورہا، ترہستی، بہار سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی سراج الدین ولد محمد حسین	ڈاکخانہ چہتر بر، وطن قورما، ہزاری باغ، بہار سکونت حال مدرسہ ہذا
۶	مولوی محمد سلمان ولد غلام نبی	داکخانہ ملار چک، وطن چوبیس پرگنہ سکونت حال کوچہ مہر ہاشم، مسجد بنگلہ والی
۷	مولوی محمد یونس ولد عبدالستار	قوم میو، ساکن سنگار، تحصیل فیروز پور، جھرکہ، ضلع گڑگاؤں، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی محمد حنیف ولد زور خاں	قوم میو، ساکن باؤلا، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مسجد انجمن والی
۹	مولوی شیر محمد ولد چندر خاں	قوم میو، ساکن گول پوری، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مسجد مہدیوں والی

۱۰	مولوی محمد عثمان ولد مولوی سراج الدین	قوم میو، ساکن گنگورا، تحصیل پہاڑی، ضلع بھرتپور سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی برکت علی ولد حیات	ڈاکخانہ قیصر گنج، ضلع بہرائچ سکونت حال مسجد گلاس والی، رام لیلا میدان، ترکمان گیٹ
۱۲	مولوی محمد عبدالحی ولد شیخ امید علی	قوم شیخ، ڈاکخانہ چک کسی پور، ضلع پرگنہ، بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۳	مولوی عبدالرؤف ولد ابوبکر	قوم شیخ، ڈاکخانہ چک کسی پور، ضلع پرگنہ، بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی عبداللطیف ولد محمد قاسم	ساکن ہردے وانسہ، پانپور، گجرات سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۷ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالصمد ولد محمد یعقوب	ڈاکخانہ مایاپور، ضلع چوبیس پرگنہ بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی عبدالغفور ولد چاند خاں	قوم میو، ساکن ٹونکا، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں، میوات سکونت حال مدرسہ ہذا

۳	مولوی محمد ہارون ولد محمد ابراہیم	وطن پدوزی، گاندے ہزاری باغ، بہار سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی محمد الیاس ولد ملا عاشق الٰہی	ساکن ناگل بہاں، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال نواب شرف الدین مسجد
۵	مولوی شبیر احمد ولد محبوب علی	ڈاکخانہ نرمٹہ، وطن جن گانو، حیدرآباد سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۸ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی بدل الدین ولد مولوی رستم علی	ڈاکخانہ مردا پور، پاندی پور، اڈیشہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی محمد یاسین ولد عبدالوہاب	ڈاکخانہ پاکوڑ، وطن رامپور، پرگنہ گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی دین محمد ولد محمد یاسین	ڈاکخانہ نوح، ضلع گڑگاؤں، میوات گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی دین محمد ولد امید خان	قوم میئو، ساکن ملائی، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال کوچہ چالان

۵	مولوی محمد الیاس ولد مہتاب خاں	قوم میئو، ساکن اگون، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا
٦	مولوی محمود الحسن ولد دین محمد	قوم میئو، ساکن کھلوکا، تحصیل پہاڑی، ضلع بھرتپور سکونت حال مسجد گھنٹہ والی قصاب پورہ
۷	مولوی عبد الغفور حیدر آبادی	ڈاکخانہ حیدر آباد، وطن حیدر آباد گذشتہ تعلیم مدرسہ ہذا، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی محمد اسحاق ولد حافظ ابراہیم	قوم میئو، ساکن رٹھٹ، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں سکونت حال اونچی مسجد، ترکمان گیٹ
۹	مولوی محمد مسلم ولد مولوی سراج الدین	قوم میئو، ساکن گلالتہ، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں سکونت حال اونچی مسجد، ترکمان گیٹ
۱۰	مولوی محمد عبد اللہ ولد حاجی چھجھو	قوم میئو، ساکن گلالتہ، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مسجد بیری والی، ترکمان گیٹ
۱۱	مولوی محمد سراج الدین ولد فرزند علی	ساکن مسجد ٹنکی والی، بھوجلہ پہاڑی
۱۲	مولوی دین محمد ولد حشمت علی	قوم میئو، ساکن پکھر دیکا، تجارہ، الور، سکونت حال مسجد مور سرائے

۱۳	مولوی فجر الدین ولد نواز خاں	قوم میو، ساکن جیمت، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گڑگاؤں، سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۴	مولوی سعید احمد ولد محمد آفاق	موضع نگینہ، ضلع بجنور سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۵	مولوی عبدالرحیم ولد محمد یعقوب	وطن اتورہی، ضلع دیوریہ سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۶	مولوی جبر احمد ولد سمیر خاں	میوات

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۹ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی شیخ عبدالعزیز ولد مولا بخش	قوم شیخ، مسجد درزی والان سکونت حال بلیماران، دہلی
۲	مولوی شیخ عبدالحی ولد عبدالرشید	سکونت حال مسجد بازار، چتلی قبر، دہلی
۳	مولوی عطاء الرحمن ولد شاہ عالم	سکونت حال مسجد شیش ہوٹل، کشمیری گیٹ
۴	مولوی عبدالرحمن ولد نول خاں	قوم میو، ساکن مداح پور، تحصیل فیروز، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مدرسہ ہذا

۵	مولوی محمد یوسف ولد رستم خاں	سکونت حال مدرسہ ہذا
٦	مولوی عصر الدین ولد بدھن	سکونت حال رکاب گنج، دہلی
۷	مولوی محبوب الرحمن ولد صادر علی	قوم شیخ، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی مطلوب حسین ولد محمد چاند	سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی فجر الدین ولد صلح خان	سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی عبدالرشید ولد عبدالوہاب	سکونت حال مسجد گلی کبابیان، دہلی
۱۱	مولوی جان محمد ولد جوم خاں	قوم میو، ساکن اٹاوڑ، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مسجد داعی والی، کوچہ چالان
۱۲	مولوی شبیر احمد ولد رحیم خاں	سکونت حال مسجد نواب والی، قصاب پورہ

۱۳	مولوی محمد اسماعیل ولد داؤد خاں	سکونت حال مسجد رفاعی، چتلی قبر، دہلی
۱۴	مولوی بشیر احمد ولد کالے خاں	
۱۵	مولوی نور الاسلام ولد عظیم الدین	
۱۶	مولوی نصر الدین ولد محمد اسماعیل	وطن امروہہ سکونت حال مسجد سرائے خلیل، دہلی
۱۷	مولوی محمد شفیق ولد عصر الدین	سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۸	مولوی مجال الدین ولد محمد داؤد	سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۹	مولوی ظہور الدین ولد ریاست علی	وطن بستی
۲۰	مولوی علی محمد ولد بھورے خاں	ساکن اُودا کا، ضلع گڑگاؤں، میوات سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۸۹ھ ۱۹۷۰ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد اسلام الدین ولد محمد سلیمان	ڈاکخانہ انگن بیڑ، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی عبدالحکیم ولد رحمت خاں	قوم میئو، ساکن ناگل، تحصیل کشن گڑھ، راجستھان، میوات، سکونت حال مدرسہ ہذا
۳	مولوی مقصود احمد ولد ملہو خاں	ساکن گنگوانی، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں، میوات، سکونت حال شیدی پورہ، دہلی
۴	مولوی محمد اسماعیل ولد محمد یامین	ڈاکخانہ نیلم بارپور، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال سکونت حال مسجد اجمیری گیٹ
۵	مولوی محمد مسلم ولد محمد علی	ڈاکخانہ لکھی نارائن، وطن پرگنہ، بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۶	مولوی عبدالقدوس ولد حکیم الدین	وطن پدھا، سہرسہ، بہار سکونت حال مسجد سید رفاعی والی
۷	مولوی محمد شمس العارف ولد غیاث الدین	ڈاکخانہ باسول، برلڑ، ضلع پورنیہ، بہار سکونت حال مدرسہ ہذا

۸	مولوی دین محمد ولد پیر بخش	قوم میو، ساکن بڈیڈ، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں سکونت حال اونچی مسجد، ترکمان گیٹ
۹	مولوی عبدالوہاب ولد محمد خواجہ بخش	ڈاکخانہ چانگا، وطن مہی رامپور، بنگال سکونت حال لال مسجد، چاوڑی بازار
۱۰	مولوی محمد صابر ولد دبیر الدین	ڈاکخانہ دستورا، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال سکونت حال مسجد امرود والی، دہلی
۱۱	مولوی عبدالباقی ولد نور علی	ڈاکخانہ رانگ تونگر، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال سکونت حال مسجد بنگلہ والی، چتلی قبر
۱۲	مولوی محمد شفیع ولد محمد یاسین	قوم میوٴ، ساکن نئی، تحصیل فیروز پور جھرکہ، گڑگاواں

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت (۱۳۹۰ھ ۱۹۷۱ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد ایوب حسین ولد محمد ادریس علی	۳۴/ ۶۴، باڑی سور جانگر، وطن چوبیس پرگنہ، بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۲	مولوی ابوالحسن ولد سید واجد علی	ڈاکخانہ سکتہ نند، بھنگا پور، کلکتہ سکونت حال مدرسہ ہذا

۳	مولوی شمس الدین ولد نواب خاں	قوم میو، موضع بڑھا، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مدرسہ ہذا
۴	مولوی محمد اسرائیل ولد نواز خاں	قوم میو، ڈاکخانہ نوح، ساکن گھاسیڑہ، تحصیل نوح ضلع گڑگاؤں، سکونت حال مدرسہ ہذا
۵	مولوی محمد نصیر الدین ولد محمد اسماعیل	ساکن امروہہ محلہ احمد نگر، بازار جٹ سکونت حال دہلی
۶	مولوی محمد عمر ولد حاجی مواسی	قوم میو، موضع نظام پور، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مدرسہ ہذا
۷	مولوی محمد حسن ولد چاند خاں	قوم میو، ساکن روپڑاکا، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں، سکونت حال مدرسہ ہذا
۸	مولوی محمد اسرائیل ولد شیخ احمد	موضع بچھلا، ضلع ہردوان، مغربی بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا
۹	مولوی رحیم الدین خان، ولد تاج خاں	موضع مہرولی، تحصیل چھاتئ، ضلع متھرا سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۰	مولوی بہاؤالدین ولد عبدالکبیر	ڈاکخانہ دارا پور، وطن لال پور، بارہمولہ، کشمیر سکونت حال مدرسہ ہذا
۱۱	مولوی عبدالحکیم ولد فلوم اللہ	ڈاکخانہ کالی نگر، نیبھو جی بازار، مغربی بنگال سکونت حال مدرسہ ہذا

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۲ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد سلیمان ولد کلو	قوم میو، موضع ہینگن پور، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں
۲	مولوی محمد آزاد ولد بدلو	قوم میو، موضع سنگار، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں
۳	مولوی محمد سمیع اللہ ولد عبدالرحمن	قوم میو، موضع سنگار، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں
۴	مولوی عبدالحکیم ولد فلوم اللہ	ڈاکخانہ کالی نگر، وطن میہو جی، ہردوان
۵	مولوی محمد حسن ولد محمد یاسین	ڈاکخانہ جھٹکی، گرہول، مظفر پور، بہار
۶	مولوی دین محمد ولد حوصلہ دار	ڈاکخانہ کرتھیاڑ، وطن وروارہ، بستی، یوپی
۷	مولوی محمد رفیق ولد محمد خاں	موضع نظام پور، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں
۸	مولوی محمد ہاشم ولد کپورا	موضع اُٹاوڑ، ہتھین، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں

۱۰	مولوی عبدالرحمان ولد شمس الدین	قوم میو، موضع دھولیٹ، تحصیل پہاڑی، ضلع بھرتپور
۱۱	مولوی محمد روزدار ولد مواسی	قوم میو، موضع بوبل ہیڑی، ڈاکخانہ پنگواں، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں
۱۲	مولوی دین محمد ولد حمید اللہ	قوم میو، موضع ہاتھیا، تحصیل چھاتا، ضلع متھرا، یوپی
۱۳	مولوی عظمت اللہ ولد محمد عمر	ڈاکخانہ انتروالی، تحصیل گبوراڈی، مہاراشٹر
۱۴	مولوی محمد عمر ولد شیخ سردار	ڈاکخانہ انتروالی، ضلع بیڑ، گبوراڈی مہاراشٹر
۱۵	مولوی محمد حسن ولد قاری سلیمان	قوم میو، مسجد تکیہ والی، آزاد مارکیٹ، دہلی قدیم موضع مالب، میوات
۱۶	مولوی محمد حسین ولد غلام قادر	موضعارونی، وطن اسلام آباد، کشمیر
۱۷	مولوی عبدالرشید ولد عبدالعزیز	موضع ارونی، وطن اسلام آباد، کشمیر
۱۸	مولوی عبدالغفار ولد محمد شریف	موضع لال پور، وطن سونس، رانچی، بہار سکونت حال بارہ دری

۱۹	مولوی عبداللہ ولد ناظر خان	موضع اُٹاوڑ، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مسجد چھپر والی
۲۰	مولوی عبدالحفیظ ولد عبداللطیف	محلہ حسن منزل، الہ آباد، یوپی سکونت حال مدرسہ ہذا
۲۱	مولوی نور محمد ولد شتاب خاں	موضع بھوریا کی، پنہانہ، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں
۲۲	مولوی محمد ہاشم ولد محمد قاسم	موضع سیرک، ہولنگ، بہار
۲۳	مولوی محمد توقیر ولد ریاست علی	موضع رہوئی، گنڈہ، پرتاب گڑھ، یوپی
۲۴	مولوی حبیب الرحمن ولد مولوی سلیمان	موضع سنگھار، تحصیل فیروز پور جھرکہ گڑگاواں
۲۵	مولوی محمد اقبال ولد محمد رمضان	موضع ٹانڈہ، چھپرولی، میرٹھ سکونت حال، اونچی مسجد

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۳ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد حکیم ولد خدا بخش	موضع بلسوکڑا، وطن رانچی، بہار
۲	مولوی محمد ایوب ولد موج خان	قوم میئو، موضع نئ، تحصیل فیروز جھرکہ، ضلع گڑگاؤں
۳	مولوی محمد یونس ولد میانجی عبدالعظیم	قوم میئو، موضع بازید پور، پنگواں، تحصیل فیروز پور، ضلع گڑگاؤں
۴	مولوی اشرف علی ولد شرف الدین	ڈاکخانہ سیرک، وطن ہولنگ پلامو، بہار

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۴ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد نذیر علی ولد انبیاء	ڈاکخانہ امنڈل صرا، وطن ہردوان
۲	مولوی سعید اللہ ولد پارب خاں	ڈاکخانہ گوڑھا گا، وطن گوبند پور پرگنہ، بنگال

۳	مولوی عبدالمنان ولد حاجی عبدالقادر	ڈاکخانہ ہاوربٹی، وطن منی پور، امپھال
۴	مولوی عیاز الدین ولد نصیر الدین	ڈاکخانہ میانگ، وطن منی پور، امپھال
۵	مولوی حفیظ اللہ ولد حبیب خان	ڈاکخانہ پربھنی، وطن حیدرآباد، مہاراشٹر
٦	مولوی زین العابدین ولد حبیب اللہ	ڈاکخانہ سیرک، ضلع پلامو، بہار
۷	مولوی محمد حسن ولد سلیم خاں	موضع نوح، ضلع گڑگاؤں سکونت حال مسجد بیری، سوریہ گنج، دہلی
۸	مولوی محمد حنیف ولد نور محمد	موضع آلی، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں
۹	مولوی محمد شفیق عالم ولد رحمت علی	ڈاکخانہ راوڑکیلا، ضلع سندرگڑھ، اڑیسہ
۱۰	مولوی علاؤالدین ولد ذوالفقار	قصبہ بمنا، گلادست، چوبیس پرگنہ بنگال

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۵ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی مفیض الدین ولد عبدالوہاب	محلہ یرم، وطن منی پور، امپھال
۲	مولوی عبدالمالک ولد عبدالحکیم	ڈاکخانہ ہوال موری، وطن منی پور، امپھال
۳	مولوی محمد حنیف ولد دین محمد	ڈاکخانہ شیخ پور، وطن بیاور پور، گوڑھا گاؤں
۴	مولوی سجاد حسین ولد باقر علی	موضع تڑ گرو، وطن رانچی، بہار
۵	مولوی لطف الرحمن ولد غلام نبی	موضع ناتھپور، وطن پرگنہ بنگال
۶	مولوی عیاض الدین بن نصر الدین	منی پور، امپھال
۷	مولوی محمد اسماعیل ولد وارث خان	موضع بھگوان پور، ضلع بہرائچ، یوپی
۸	مولوی عبدالسبحان	ضلع گڑگاؤں، میوات

۹	مولوی محمد عمر ولد بشیر	ڈاکخانہ فلورہا، وطن لکشمی پور، گورکھپور
۱۰	مولوی محمد راشد ولد محمد سعید	دینی بکڈپو، جامع مسجد، دہلی
۱۱	مولوی محمد الیاس ولد حافظ محمد سعید	ڈاکخانہ مگہر، ضلع بستی، یوپی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

مشہور متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بھی دہلی آکر ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں مدرسہ عبدالرب میں داخل ہوئے اور غالباً ایک سال تک رہے، یہ واقعہ خود مولانا نعمانی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''مالٹا سے حضرت شیخ الہند کی واپسی رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کے اواخر میں ہوئی تھی ٹھیک انہی دنوں میں میرے بارے میں یہ فیصلہ ہوا کہ آگے کی تعلیم کے لئے مجھے حضرت مولانا کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کردیا جائے۔ وہ اُس زمانہ میں دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں مدرس تھے اور رمضان المبارک کی تعطیل میں حسب معمول تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا سے ہم وطنی کے علاوہ قریبی رشتے داری کا بھی تعلق تھا اُن سے جب میرے بارے میں عرض کیا گیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھنا منظور فرمالیا، اور بتلایا کہ شوال کی فلاں تاریخ کو میں دہلی کے

لئے روانہ ہونے والا ہوں۔حضرت مولانا کے ساتھ میرا جانا طے ہوگیا‘‘۔

(مستفاد: از حیات نعمانی)

آپ کا شمار برصغیر کے بلند پایہ علماء دانشوروں میں ہوتا تھا، آپ کے قلم سے لکھی ہوئی کتابیں آج بھی عوام وخواص میں مرکز التفات بنی ہوئی ہیں، چنانچہ آپ کی معارف الحدیث اور الفیۃ الحدیث خالص محدثانہ رنگ لئے ہوئے ہیں۔آپ بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے، رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن رکین رہے، آپ نے الفرقان نامی ماہانہ مجلہ جاری کیا تھا جس سے علم دین کی خوب اشاعت فرمائی۔

حضرت مولانا سید عبداللہ بخاریؒ

دہلی کی شاہی جامع مسجد کے شاہی امام مولانا سید عبداللہ بخاریؒ مدرسہ عبدالرب سے ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں فارغ ہوئے یہ مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کا دور تھا۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد شفیع دیوبندی، مولانا عبدالوہاب دہلوی، حکیم جی مولانا مظہر اللہ سنبھلی اور مولانا محبوب الٰہی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالوہاب رانوتویؒ

مولانا عبدالوہاب ولد محمد خاں، ساکن رانوتہ، پنگواں، میوات کی فراغت ۱۳۶۶ھ میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ سے حاصل کی اور موقوف علیہ اور دورۂ حدیث مدرسہ عبدالرب میں پڑھی، فراغت کے بعد آپ حضرت مولانا حسن صاحبؒ سے بیعت ہوئے، بعد میں دعوت وتبلیغ کی محنت میں

لگے، ہندوستان کے اکثر علاقوں میں جماعت لیکر پھرے، ۱۹۵۲ء میں حجاز کا سفر بغرض حج فرمایا اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے مشورہ سے ڈیڑھ سال مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر اطرافِ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ اور جدہ وغیرہ میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا، یہاں تک کہ ملک شام تک جماعتیں لیکر گئے، طویل عرصہ تک مرکز نظام الدین میں مقیم رہے، بعد میں حضرت جی کے مشورہ سے مدرسہ شاہ چوکھا، میوات میں دین کی خدمت پر مامور ہو گئے اور مولانا حسن خاں صاحبؒ مرحوم کی اعانت و امداد کرتے رہے، آپ بہت سنجیدہ، ہنس مکھ مزاج، نورانی چہرہ اور کم گو تھے۔

۱۹۷۵ء میں اس دارِفانی سے رُخصت ہوئے۔

حضرت مولانا قاری محمد سلیمان میواتیؒ

اسی طرح ہندوستان کے مشہور شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد سلیمان میواتیؒ بانی مدرسہ تجوید القرآن تکیہ والی مسجد آزاد مارکیٹ دہلی ہیں، جن کا شمار ملک و بیرونِ ملک تجوید وقرأت میں ممتاز فنی قراء میں ہوتا ہے، آپ مدرسہ عبدالرب سے ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں فارغ ہوئے، فن قرأت میں آپ قاری فتح محمد پانی پتی کے شاگرد تھے۔ آپ کا وصال مطابق ۲۰۰۲ء میں ہوا۔ آپ کا قائم کردہ ادارہ برابر جاری ہے بلکہ رُوبہ ترقی ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر قابلِ دید منظر ہوتا ہے۔ **اللھم زد فزد**۔ صاحبزادگان میں سے مولانا قاری محمود الحسن صاحب اس وقت مہتمم و منتظم ہیں۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کشمیریؒ

مشہور اہلحدیث عالم مولانا عبد اللطیف صاحب ولد حسن دین کشمیری ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں مدرسہ عبدالرب سے فارغ ہوئے۔ جو مسجد محتسب پھاٹک حبش خاں دہلی میں زمانۂ طالب علمی سے آخری عمر تک امام وخطیب رہے۔ آپ ایک عرصہ تک جمعیت اہلحدیث صوبہ دہلی کے نائب امیر بھی رہے، آپ نے مختصر المعانی سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم مدرسہ عبدالرب میں پائی مزاج میں نہایت سنجیدہ اور معتدل تھے، حلم واخلاق کے پیکر تھے، مدرسہ ریاض العلوم مچھلی والان کے علاوہ دہلی کے بعض مدارس میں بھی مدرس رہے، مولانا خالد حنیف صدیقی لکھتے ہیں:

''مولانا عبد اللطیف کشمیری، موصوف نمازِ ظہر تک مدرسہ (ریاض العلوم) میں پڑھاتے تھے اور محتسب کی مسجد میں امامت فرماتے تھے، قیام مسجد میں ہی رہتا تھا، ایک لمبی مدت تک ریاض العلوم میں تدریس سے جڑے رہے، ۲۴ر جولائی ۲۰۱۱ء کو آبائی وطن پونچھ کشمیر میں انتقال فرما گئے''۔

(مدارس اہل حدیث دہلی: ص ۱۳۷)

مولانا مرحوم کے نبیرہ مولوی عبدالرشید راقم الحروف کے درسی ساتھیوں میں سے ہیں، ملنسار، خوش مزاج اور بااخلاق ہیں، مدرسہ عبدالرب کے لئے بھی تعاون کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم بڑیڑوی

مولانا عبدالرحیم ولدالحاج میانجی عبدالغفور ساکن بڑیڑ، تحصیل فیروز پور، میوات کی فراغت ۱۳۷۶ھ میں ہوئی، مدرسہ عبدالرب میں موقوف علیہ اور دورۂ حدیث، دوسال پڑھے، گذشتہ تعلیم مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین میں حاصل کی، چونکہ آپ کے والد ماجد میانجی عبدالغفور تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے بیعت ہونے کے ساتھ ساتھ خادم بھی تھے، مدرسہ عبدالرب سے فارغ ہونے کے بعد آپ بھی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوگئے، اور دعوت وتبلیغ، مکتب کی تعلیم، مسجد کی امامت جیسے مبارک کاموں کی محنت میں مشغول ہوگئے، حضرت جی کے وصال کے بعد بیعت ہونے کے لئے حضرت مولانا نیاز محمد محدث میواتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت محدث میواتیؒ نے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا، آپ کو حضرت فدائے ملت نے اپنے ہاتھ پر بیعت کیا اور جمعیۃ کے کاموں کی ذمہ داری بھی سپرد فرمائی اور اخیر عمر تک جمعیۃ سے منسلک رہے۔

آپ میوات کی دینی پسماندگی کے تئیں بیحد فکر مند رہتے تھے، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر اصلاحِ معاشرہ کی تحریک میں پیش پیش رہتے، اپنے گاؤں بڑیڑ میں ایک مکتب کی بنیاد ڈالی، جسے آپ کے صاحبزادے پوری مستعدی کے ساتھ چلارہے ہیں۔ ۲۵ رمئی ۲۰۱۳ء

میں اس دارِفانی سے رُخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

الحمدللہ! آپ کے صاحبزادگان میں سے الحاج محمد ہارون صاحب، محمد قاسم صاحب، قاری محمد اسلم صاحب، حکیم عبدالحفیظ صاحب باحیات ہیں۔

قاری محمد اسلم تعلیم وتعلم کے مبارک مشغلہ سے وابستہ ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسرائیل سلفی

اِسی طرح مولانا محمد اسرائیل ولد محمد ابراہیم سلفی ساکن جھانڈہ میوات نے ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مدرسہ عبدالرب سے فراغت حاصل کی، آپ مسلکِ اہلحدیث کے نہایت سرگرمِ عمل، متحرک ومحرک رکن تھے، ابتدائی تعلیم دارالعلوم شکراوہ میوات سے حاصل کی بعد ازاں مدرسہ عبدالرب میں آکر دورۂ حدیث پڑھا، آپ نے بخاری وترمذی اپنے اساتذہ میں مولانا محمد شفیع محدث دیوبندی سے صحیح مسلم سنن ابوداؤداور سنن نسائی مولانا محبوب الٰہی محدث دیوبندی سے ابن ماجہ مولانا محمد مظہر اللہ سنبھلی سے طحاوی ومؤطین مولانا محمد رفیع دیوبندی سے پڑھی فضیلت کا نصاب مکمل کر کے مزید تکمیلاتِ علوم کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا رُخ کیا، آپ ایک مدت تک جماعت اہلحدیث ہریانہ کے رُکن رکین اور اخیر عمر میں امیر بھی مقرر ہوئے۔

اس عاجز کو مولانا مرحوم سے متعدد مرتبہ ملاقات کا اتفاق ہوا ہر بار مدرسہ عبدالرب کے احوال ضرور معلوم کرتے۔ یہ اپنے مادرِ علمی سے والہانہ محبت وانسیت کی بات تھی۔

آپ کا انتقال ۲۸؍شوال المکرم ۱۴۴۰ھ مطابق ۲؍جولائی ۲۰۱۹ء بوقت صبح صادق منگل کے دن ہوا، آپ تقریباً ۳؍سال سخت علیل رہے، حتیٰ کے صاحبِ فراش ہوگئے تھے، آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے وطنِ مالوف گاؤں جھانڈہ نزدِ شکراوہ میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ احقر مدرسہ میں داخلوں کی مشغولیت کی وجہ سے جنازہ میں شرکت نہ کرسکا۔ لیکن مدرسہ کی طرف سے ایک مدرس مفتی انیس الرحمن قاسمی دیولہ کو تعزیت اور جنازہ میں شرکت کی غرض سے بھیج دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں بیحد قبول فرمائے۔

حضرت مولانا شیر محمد گولپوری

محترم جناب مولانا شیر محمد ولد چندر خاں، ساکن گول پوری، نوح میوات کی فراغت ۱۳۸۵ھ میں ہوئی، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد میوات کے ایک گاؤں چلاؤلی کی ایک مسجد میں امامت اور مکتب کے کام میں منہمک ہوگئے، اس گاؤں میں بدعت بہت زوروں پر تھی، تعزیہ داری، قبر پرستی کا عام رواج تھا۔ الحمدللہ! آپ نے محنت کر کے لوگوں کو تبلیغی جماعت سے جوڑا، لیکن مشاہرہ بہت کم تھا، بچے ہونے کے بعد اخراجات میں اضافہ ہوگیا، اس لئے میوات سے دہلی تشریف لے آئے، یہاں مسجد یا مدرسہ کی تلاش شروع کردی، کئی دن یونہی گذر گئے، جو پیسے جیب خرچ کے لئے تھے وہ بھی ختم ہوگئے، فاقہ کی نوبت آپہونچی، پھر مولانا جمیل احمد الیاسی کے پاس گئے، جو اس وقت وقف بورڈ کے کسی عہدے پر

فائز تھے اور جا کر اپنی غرض بیان کی، انہوں نے کہا کہ اگر مار پٹائی کے لئے تیار ہو تو امامت دِلوا سکتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ دین کے خاطر تو جان بھی حاضر ہے، آپ کا عزم و استقلال اور بلند حوصلہ دیکھ کر، مولانا الیاسی صاحب نے ۱۰؍ستمبر ۱۹۷۶ء کو مسجد قطب مینار مہرولی کی امامت کا دہلی وقف بورڈ سے لیٹر دِلوا دیا، جہاں کوئی امامت کرنے کو تیار ہی نہ تھا، موصوف نے جب یہ مسجد جا کر دیکھی، تو غیر آباد تھی، عجیب وحشت محسوس ہوئی، کبھی غیر مسلم آ کر ڈراتے، تو کبھی پولس آ کر پوچھ تاچھ کرتی، لیکن آپ تو موت کی بیعت کر چکے تھے، ڈرے نہیں، ''**لاتحزن ان الله معنا**'' کی تفسیر دِل میں گھر کر چکی تھی اور یہ شعر ذہن و دماغ میں گشت کر رہا تھا:

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے   وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

مولانا نے جان کی پروا کئے بغیر، سخت ترین حالات کا مقابلہ کیا، مسجد کی آبادکاری میں اپنی صلاحیت اور پوری توانائی صرف کردی، بالآخر اللہ کے فضل و کرم اور آپ کی کوششوں اور قربانیوں سے اس مسجد میں نماز باجماعت کا آغاز ہوا، مہرولی میں آباد ہونے والی یہ پہلی مسجد ہے، جس کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے، اسی مسجد میں آپ امامت کرتے ہیں، آپ نے دیگر مساجد کی واگذاری کے لئے کوشش کی، خدا کا شکر کہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے، آپ کو دیکھا دیکھی اور بھی مردانِ خدا اِس میدان میں آئے اور یکے بعد دیگرے مہرولی کی غیر آباد مساجد کو آباد کرنے میں جٹ گئے، اب تک الحمد للہ! مجموعی طور پر ۳۰ سے ۳۲؍مساجد آباد ہو چکی ہیں، مجاہدین کے اس قافلے کے آپ ہی سرخیل ہیں، کیونکہ پہل آپ

نے کی تھی۔ کسی نے بہت خوب کہا:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر راہ رو آتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۳۴ھ ۲۰۱۳ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی اکرام الحق ولد محمد اسرائیل	گنیش پور، پوسٹ گنیش پور، تھانہ بالومات، ضلع لاتیہار، صوبہ جھارکھنڈ
۲	مولوی صبغت اللہ ولد جمیل اختر	مکان نمبر ۱۶۶، گلی نمبر ۳، رام گھاٹ، وزیرآباد، دہلی۔ ۸۴
۳	مولوی محمد زبیر ولد شاکر علی	مکان نمبر ۳۱۴، گلی ہوٹل والی، ملکہ گنج، دہلی۔ ۷
۴	مولوی محمد سعد ولد محمد شفیع	گاؤں جرہیڑا، تحصیل کاماں، ضلع بھرتپور، راجستھان
۵	مولوی محمد تعریف ولد محمد رمضان	گاؤں کھیڑا بانسولی، تحصیل کاماں ضلع بھرتپور، راجستھان
۶	مولوی محمد شہزاد ولد محمد قاسم علی	ساکن دودھ اونٹی، تھانہ ٹھاکر گنج، ضلع کشن گنج، صوبہ بہار

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۳۵ھ ۲۰۱۴ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی ریاض الحسن ولد محمد حسین	موضع احمد گنج، پوسٹ مکھنڈا، ضلع بیگوسرائے صوبہ بہار
۲	مولوی محمد خالد ولد سراج احمد	گاؤں کھیڑا بانسولی، تحصیل کاماں، ضلع بھرتپور، راجستھان
۳	مولوی عبدالرحمان ولد سوک چاند	گاؤں لکھن پور، چھیکر ہاٹی، پاکوڑ ضلع پاکوڑ، جھارکھنڈ
۴	مولوی مصباح الدین ولد محمد اسحاق	مکان نمبر ۴/ ۲۴، محلہ سوت، روڑکی ضلع ہری دوار، اُترا کھنڈ
۵	مولوی نورالاسلام ولد تحسیر علی	گاؤں مترا گھولا، پوسٹ کرتن بارا، ضلع بنگائی، صوبہ آسام
۶	مولوی نور محمد ولد محمد اسحاق	گاؤں جیونت، پوسٹ پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ

۷	مولوی محمد صدام ولد محمد اسرائیل	گاؤں اکبر پور، پوسٹ پنگواں، تحصیل پنہانہ ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۸	مولوی ریاض الاسلام ولد ضیاء الرحمان	ساکن تیلی پارہ، پوسٹ سوکچر، ضلع دوبھاڑی، صوبہ آسام
۹	مولوی محمد شاہین ولد محمد عبدالغفور	گاؤں بھولا، پوسٹ فیروز پور، ضلع نوح، میوات ہریانہ،
۱۰	مولوی تاج محمد ولد محمد مجاہد	گاؤں پنگواں، تحصیل پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۱۱	مولوی حمید اللہ ولد لعل خان	گاؤں گھیلانی، پوسٹ گھیلانی، ضلع نوگاواں صوبہ آسام
۱۲	مولوی محمد عارف ولد محمد رمضان	گاؤں تاوڑو، پوسٹ و تحصیل تاوڑو، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۱۳	مولوی محمد سلیم ولد جعفر علی	گاؤں چھائینسا، تحصیل ہتھین، ضلع پلول، میوات، ہریانہ
۱۴	مولوی محمد صابر ولد حبیب الرحمن	گاؤں نگلہ اُٹاوڑ، ضلع متھرا، تحصیل چھاتا، پوسٹ کوسی کلاں، یوپی

۱۵	مولوی محمد ساجد ولد محی الدین	مقام بہتہ کنادو، پوسٹ کنادو، ضلع رانچی، جھارکھنڈ
۱۶	مولوی محمد صادق ولد محمد اشفاق	این سی سی گیٹ نمبر ۷، پلاٹ ۶۷، روم نمبر ۳، مالونی، ملاڈ، ویسٹ ممبئی۔ ۹۵

اسمائے سندیافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد حامد ولد ذاکر حسین	گاؤں پاٹکھوری، پوسٹ اگون، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۲	مولوی محمد حسن ولد ظہر الدین	گاؤں بیلا، پوسٹ سیکری، تحصیل نگر، ضلع بھرتپور، راجستھان
۳	مولوی محمد خالد ولد حاجی منور علی	مکان نمبر اے۔ ۱۳/ ۴، سلطانپوری، نئی دہلی۔ ۸۶
۴	مولوی محمد یوسف ولد فرمان علی	قاضی پاڑہ، گلی نمبر ۲، سنگار پارک پوسٹ چاپور، ضلع ڈبری، صوبہ آسام
۵	مولوی محمد صابر ولد حافظ جان محمد	گاؤں عزیز آباد، ڈاکخانہ دیگھوٹ، ضلع پلول، میوات، ہریانہ

۶	مولوی محمد تعریف ولد سورج مل	گاؤں بوبل ہیڑی، پوسٹ پنگواں ضلع میوات، ہریانہ
۷	مولوی محمد شکیل ولد عبدالمجید	گاؤں لیوڑا، پوسٹ لیوڑا، ضلع بھرتپور، راجستھان
۸	مولوی محمد عارفین ولد محمد سیقول	مکان نمبر ۵۱۶، موج پور، پوسٹ ویلکم، سیلم پور، جعفر آباد، دہلی
۹	مولوی محمد انس ولد محمد الیاس	بدیا نند پور، برونی تلسی ہٹا، مالدا مغربی بنگال
۱۰	مولوی محمد محسن ولد سرور خان	گاؤں اندھولا، پوسٹ ہتھین، تحصیل ہتھین، ضلع پلول، میوات، ہریانہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۳۷ھ ۲۰۱۶ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد آزاد ولد نواب علی	گاؤں روپ نگر، پوسٹ بیاور، ضلع اجمیر راجستھان
۲	مولوی محمد عابد ولد حبیب	گاؤں گادلی، پوسٹ بزولی، ضلع بھرتپور، راجستھان
۳	مولوی عبدالمؤمن ولد احمد حسن	مکان نمبر ۲۶، گلی نمبر ۵، سوہن چڑا، پوسٹ پہاڑ پور، ناگل، ضلع سہارنپور، یوپی

۴	مولوی عبدالواجد ولدعبدالجبار	مکان نمبر ۸ ۴/ ۱۹، گھوڑا نکاس روڈ، چاردروازہ، جے پور، راجستھان
۵	مولوی محمد عاصم ولدعطرالدین	گاؤں ہرواڑی، تحصیل فیروز پور، جھرکہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۶	مولوی محمد عمیر ولدمحمد مبین	گاؤں سالاہیڑی، پوسٹ فیروز پورنمک، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۷	مولوی عبدالحسیب ولدعلی محمد	گاؤں ڈونگرپور، پوسٹ پلول، ضلع پلول، میوات، ہریانہ
۸	مولوی محمد مجاہد ولدمحمد عمران	گاؤں جیونت، پوسٹ پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۹	مولوی محمد شاکر ولدجلال الدین	گاؤں اندانہ، پوسٹ سنگھار، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۱۰	مولوی محمد فیضان ولدمحمود عالم	مکان نمبر ایف، ۹۴، ۹۵، وزیرپور، جے جے کالونی، دہلی۔ ۵۲
۱۱	مولوی محمد نوازش ولدسراج الدین	گاؤں سکسینا، ضلع ہرہریا، پوسٹ کاکن، تھانہ پلاسی، صوبہ بہار
۱۲	مولوی محمد شوقین ولدآس محمد	گاؤں چوندھیکا، پوسٹ وتحصیل تاؤڑو، ضلع نوح، میوات، ہریانہ

۱۳	مولوی محمد عمار ولد محمد عثمان	گاؤں سالہ ہیڑی، پوسٹ نوح ضلع نوح، میوات، ہریانہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۳۸ھ ۲۰۱۷ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی سعید اختر ولد محمد حسین	مکان نمبر ۱۰۳۸، گلی نمبر ۵، راجیو گارڈن، اندراپوری، لونی، ضلع غازی آباد، یوپی
۲	مولوی فاروق ایوبی ولد حافظ محمد ایوب	گاؤں گلالتہ، تحصیل پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۳	مولوی محمد شعیب ولد قاری ایوب	گاؤں نگلہ اُٹاوڑ، پوسٹ شاہ پور، تحصیل چھاتا، ضلع متھرا، یوپی
۴	مولوی عبدالقادر ولد مولانا محمد ذاکر	گاؤں نئی ہاؤس نمبر ۸۔کے، بلاک نمبر ۱۰، ۱۱ پوسٹ و تحصیل پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۵	مولوی فرید احمد ولد عبدالحمید	گاؤں فیروز پور نمک، پوسٹ فیروز پور نمک، تحصیل نوح، ضلع میوات، ہریانہ
۶	مولوی محمد عرفان ولد آس محمد	گاؤں رسول پور، تحصیل رام گڑھ، ضلع الور، راجستھان

۷	مولوی محمد اعظم ولد نصیر احمد	گاؤں گھاگس، پوسٹ نگینہ، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۳۹ھ ۲۰۱۸ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد کامل ولد سعید الرحمن	گاؤں فیروز پور نمک، پوسٹ نوح، تحصیل نوح، میوات، ہریانہ
۲	مولوی محمد سرفراز ولد محمد عرفان	گاؤں مولانگر، تھانہ پیری، ضلع سیتامڑھی، صوبہ بہار
۳	مولوی محمد منیر ماجھی ولد دلبر ماجھی	بشوناتھ چرالی، آم باری، ضلع بشوناتھ صوبہ آسام
۴	مولوی امیر الاسلام ولد شیخ رحیم	B-7/383، بھلسواڈیری، جے جے کالونی، نئی دہلی۔ ۴۲
۵	مولوی دِلشاد ولد ذاکر حسین	گاؤں اللہ باد، تحصیل پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۶	مولوی محمد نسیم ولد محمد سعید	گاؤں نیم کا، پوسٹ بچھور، تحصیل پنہانہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ

۷	مولوی مستقیم ولد محمد ہاشم	گاؤں کھیڑی خورد، تحصیل فیروز پور جھر کا، ضلع نوح، میوات، ہریانہ
۸	مولوی سعید انور ولد ابوبکر	اسٹورٹ گنج، ساؤتھ انڈومان جزیزہ، پن: 744107 (انڈیا)
۹	مولوی محمد زاہد ولد ماسٹر سعد زاہد	گاؤں ساکرس، پوسٹ نگینہ، ضلع نوح، میوات، ہریانہ (انڈیا)

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۴۰ھ ۲۰۱۹ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی محمد صارم ولد طاہر محمد خان	مکان نمبر ۳۱۵، گلی نمبر ۶، سونیا وہار، لونی، غازی آباد، یوپی
۲	مولوی شکیل الرحمن ولد جمیل الرحمن	مکان نمبر ۷۲۶، چھتہ نواب، فراشخانہ، دہلی
۳	مولوی محمد اشتیاق ولد قاری شمس الدین	مکان نمبر ۶۵، گلی نمبر ۱۵، مسجد والی گلی، گاؤں ناوَلی، ضلع نوح

۴	مولوی نسیم زیدی ولد سید نبیل احمد	ڈی ۷۵/اے، شاہین باغ، اوکھلا، دہلی۔ ۲۵
۵	مولوی عابد ولد شمس الدین	مکان نمبر ۱۲۵، گلی نمبر ۱۰، گاؤں اکاتا، کاماں کوسی، بھرتپور، راجستھان
۶	مولوی محمد عمران ولد فضل الرحمن	مکان نمبر ۱۱۵، گلی نمبر ۱۷، بڑالدھیاپور، فتح پورنگر، ضلع فریدآباد، ہریانہ
۷	مولوی محمد وارث ولد محمد یاسین	مکان نمبر ۱۰۷، گلی نمبر ۴۰، محلہ مغل، ساکن ملائی، ضلع پلول، اُٹاوڑ موڑ، ہریانہ
۸	مولوی محمد شوقین ولد فتح محمد	مکان نمبر ۳۶، گاؤں تیڑ، پوسٹ پنگواں، ضلع نوح، ہریانہ
۹	مولوی محمد دِلشاد ولد ابوالقیس	مول ٹولہ، ساکن جرہٹہ، بوتئ، ضلع دربھنگہ، صوبہ بہار چشم بددور ذی استعداد، عبارت خوانی لاجواب کرتے ہیں۔
۱۰	مولوی محمد ہدایت اللہ ولد شوکت علی	مکان ۶۹، گلی نمبر ۲، ساکن کونتلا کا، پوسٹ اجینا، ضلع نوح، ہریانہ

۱۱	مولوی محمد ارشاد ولد محمد نکیر	مکان نمبر ۱۰، ساکن بھوسار، پوسٹ بٹسار، ضلع بانکا، بہار
۱۲	مولوی خلیل احمد ولد محبوب عالم	مکان نمبر ۱۸۰، گلی نمبر ۵۰۹، ساکن تیڑ، پوسٹ پنگواں، ضلع نوح، ہریانہ
۱۳	مولوی محمد یوسف ولد شمس الدین	ساکن سنہڑا، پوسٹ نہدا، ضلع نوح، میوات، ہریانہ

اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا بابت ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ء

نمبر شمار	نام مع ولدیت	کیفیت
۱	مولوی عبدالحنان ولد جاوید علی	فروحدید، چلچکا شر بھوگ، برپہٹا، صوبہ آسام
۲	مولوی سلیمان شیخ ولد سفور شیخ	حق نگر، ضلع دھوبڑی صوبہ آسام
۳	مولوی روبل حسین ولد سراج علی	محلہ چلچلیا، پوسٹ چرچریا، ضلع برپہٹہ صوبہ آسام
۴	مولوی ظہیر ریحان ولد احمد علی	مٹینگا، گوری، رامپوری گھاٹ، ضلع مودی گاؤں، صوبہ آسام

۵	مولوی محمد امجد ولد محمد غیاث	پریم نگر، پوسٹ کڑری، سلیمان نگر، نانگلوئی، نارتھ ویسٹ دہلی
۶	مولوی محمد توقیر عالم ولد محمد خورشید	پوسٹ جنپتھ روڈ، نئی دہلی۔۱۱۰۰۰۱
۷	مولوی عبدالبصیر ولد عبدالمعید	واسودیوپور، پوسٹ، دوارین، ضلع اُتر دیناجپور، صوبہ بنگال
۸	مولوی محمد معظم ولد محمد مبین	دین کھوج، پوسٹ روٹا، ضلع پورنیہ، صوبہ بہار
۹	مولوی سمیع احمد ولد رضی احمد	دیا بستی، سرائے روہیلہ، دیا بستی، دہلی۔۱۱۰۰۱۵ (موصوف کی عمدہ صلاحیت ہے)
۱۰	مولوی عبدالباسط ولد بشیر احمد	مکان نمبر ۴۴۳۴، جھنڈی والے، ہرواڑی، کامیڈہ فیروز پور، جھرکا، ضلع نوح، ہریانہ
۱۱	مولوی عثمان ولد محمد شمشاد علی	مکان نمبر ۹۳۳/۱، سنہنی پورہ، ضلع سونی پت، ہریانہ
۱۲	مولوی محمد انس ولد مولانا عبدالکلام	جی۔۸۰۱/اے، جہانگیر پوری، آزاد پور، دہلی۔۱۱۰۰۳۳

۱۳	مولوی محمد اویس ولد مولانا عبدالکلام	جی۔۱۰۸/اے، جہانگیر پوری، آزاد پور، دہلی۔ ۱۱۰۰۳۳
۱۴	مولوی سعد ولد حافظ خلیل	مکان نمبر ۵، مالبیانا گل، پوسٹ اندھوپ ضلع پلول، صوبہ ہریانہ

کورونا (وباء عام) اور لاک ڈاؤن کا قہر:

۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰۲۰ء کا تعلیمی سال بڑی تکلیف اور بے چینی کے ساتھ مکمل ہوا، کیونکہ گورنمنٹ نے ۲۰۱۹ء میں شہریت ترمیمی قانون بنا کر مسلمانوں کو بے چینی میں ڈال دیا، ملک گیر پیمانے پر مظاہرے اور احتجاج کا سلسلہ جاری تھا، اوپر سے کورونا وباء عام کا طبل بج گیا، اربابِ مدرسہ نے جلدی سے سالانہ امتحان کرانے کی ہدایت فرمادی، چنانچہ امتحان شروع کرادیئے، اسی دوران خبر آئی کہ ۲۲/مارچ ۲۰۲۰ء کو لاک ڈاؤن (جنتا کرفیو) لگ جائے گا، اساتذہ نے پوری مستعدی کے ساتھ دو دِن کے اندر اندر طلبہ کو امتحان سے فارغ کردیا، جلسہ ختم بخاری جو شعبان میں ہونا طے تھا منسوخ ہو گیا، اور رجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱/مارچ کو مدرسہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد افتخار حسین صاحب نے طلبہ و اساتذۂ کرام کی موجودگی میں آخری حدیث کا درس دیا اور فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی ہوئی، بقیہ جماعتوں کے اکثر طلبہ امتحان دے کر اپنے اپنے گھر جا چکے تھے دورہ اور دیگر جماعتوں کے وہ طلبہ جو دور دراز کے تھے مدرسہ ہی میں ہی مقیم رہے۔

بالآخر ۲۲ر مارچ کولاک ڈاؤن لگ گیا، ہرطرف سناٹا چھا گیا، جو جہاں تھا وہیں رہ گیا، ایسے وقت میں پولس نے مدرسوں اور مسجدوں میں چھاپے مارنا شروع کردیئے، اوران ٹھہرے ہوئے اور پھنسے ہوئے بے چاروں کو مجرم بنا کر اس طرح بدنام کیا کہ جیسے یہی لوگ کورونا پھیلانے والے ہیں، آئے دن اس طرح کی نئی نئی خبریں موصول ہورہی تھیں جس کی وجہ سے مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے طلبہ ذہنی طور پر خائف اور مضطرب رہے، اساتذۂ کرام طلبہ کوفون کر کے تسلی دیتے رہے اور اساتذۂ کرام نے ہی طلبہ کے لئے راشن پانی کا انتظام کرایا، جب تک وہ یہاں مقیم رہے حتی الامکان کسی طرح کی پریشانی نہیں ہونے دی، عید الفطر کے بعد تک یہی خوفناک صورتِ حال رہی، اس کے بعد کچھ مخصوص ریل گاڑیاں چلنے لگیں، تو طلبہ بھی جیسے تیسے اللہ اللہ کر کے اپنے وطن پہونچے۔

اس کے بعد سے اب تک مدارس بند پڑے ہیں، ہر دو چار ماہ بعد حکومت کورونا کی نئی لہر کا اعلان کر کے لاک ڈاؤن لگا دیتی ہے۔ دعا ہے کہ یہ مصیبت جلد ختم ہو، اور حالات اپنے معمول پر آجائیں۔ آمین

مدرسہ عبدالرب کا سرسری تعارف

دار الاقامہ: منتظمہ کمیٹی مدرسہ عبدالرب دہلی نے مدرسہ کے دارالاقامہ کی قدیم عمارت منہدم کر کے اس کی تجدید کاری کا بیڑہ ۲۰۱۱ء میں اٹھایا تھا، الحمدللہ جدید عمارت کا اکثر حصہ تیار ہو چکا ہے جو فی الحال طلبہ کی رہائش کیلئے کافی ہے، اس جدید عمارت کے بننے سے طلبہ کیلئے کافی سہولت ہوگئی۔ الحمدللہ ہر سال تقریباً ۷۰/۸۰ طلبہ داخل ہوتے ہیں جن کی رہائش مدرسہ ہی کے ذمہ ہوتی ہے، دارالاقامہ کے نظام کو بہتر رکھنے کیلئے ایک نگراں مقرر ہے جس کے ذمے طلبہ کی شب و روز دیکھ بھال اور تربیت ہے۔

مطبخ: مدرسہ میں مطبخ کا انتظام ہے، دونوں وقت کھانا اور صبح ناشتہ بھی دیا جاتا ہے کھانا دہلی کے معیار کے مطابق مناسب بنتا ہے اور کسی طرح بخل سے کام نہیں لیا جاتا مطبخ کا زیادہ تر خرچ مدرسہ ہی اٹھاتا ہے، البتہ بعض اشیاء خوردنی گاہے گاہے اہل خیر حضرات بھیجوا دیتے ہیں۔

کتب خانہ: کتب خانہ، عربی اردو فارسی کی قدیم کتابوں سے لبریز ہے لیکن اکثر کتابیں اس قدر بوسیدہ ہیں کہ قابل استفادہ نہیں، ان کی تجدید کا کام شروع کیا ہے مگر بعض کتب نایاب ہیں تو انہیں موم جامہ (پنی) میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا ہے اس کی ترتیب اور تہذیب کیلئے مستقل ایک استاد متعین ہے اسی کی نگرانی میں کتب خانہ کھلتا اور بند ہوتا ہے، طلبہ کی عام ضرورت کتب خانہ سے سال میں دو مرتبہ پڑتی ہے ایک شروع سال میں، کتابیں وصول کرتے وقت اور دوسرے آخر سال میں کتابیں جمع کرتے وقت ،طلبہ کیلئے ایک دارالمطالعہ بنانے کا بھی ارادہ ہے جس کیلئے کوشش چل رہی ہے۔

اساتذۂ کرام: مدرسہ کا نظام تعلیم فارسی سے لے کر دورۂ حدیث تک ہے جس کے لئے قابل اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں، اکثر اساتذہ کا قیام باہر رہتا ہے صرف پڑھائی کے وقت تشریف لاتے ہیں، بقیہ اوقات میں ساری ذمہ داری ناظم دارالاقامہ سنبھالتے ہیں۔ جملہ اساتذۂ کرام کا تذکرہ حسبِ موقع آچکا ہے:

نصاب تعلیم: ہمارے مدرسہ کا نصاب تعلیم دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم سے ملتا جلتا ہے۔ جماعت فارسی سے جماعت دورۂ حدیث تک کی تمام جماعتیں باضابطہ ہیں۔

موجودہ انتظامیہ:

مدرسہ کی ایک منتظمہ کمیٹی ہے، وہی ہیئت حاکمہ ہے، اسی کے زیر انتظام مدرسہ کا نظام چلتا ہے اہم امور پر غور وخوض، تبادلۂ خیال کیلئے باقاعدہ مجلس مشاورت منعقد ہوتی ہے اور جو باہمی مشاورت سے طے ہوجاتا ہے اسی کے مطابق کام کی ترتیب بنائی جاتی ہے۔ کمیٹی میں سبھی دیانتدار و دیندار حضرات ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی مع مختصر احوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ محترم حاجی حافظ محمد ہارون جاپان والے (موجودہ صدر منتظمہ کمیٹی ۱۹۵۸ء تا حال)

۲۔ محترم حاجی ڈاکٹر محمد یوسف تیزاب والے (سکریٹری ۱۹۸۶ء تا حال)

۳۔ محترم حاجی محمد نسیم ایڈوکیٹ (خزانچی، ۱۹۶۶ء تا حال)

۴۔ محترم حاجی محمد صادق پیتل والے (ممبر ۱۹۸۳ء تا حال)

۵۔محترم حاجی محمد شمیم سوت والے ممبر،۲۰۰۶ءتاحال)

۶۔محترم حاجی محمد مسعود(جاپان والے) ممبر ۲۰۱۷ءتاحال)

۷۔محترم حاجی محمد ذکی (سگریٹ والے) ممبر ۲۰۱۷ءتاحال)

جناب حافظ محمد ہارون (جاپان والے) :

موجودہ اراکینِ مجلس میں سب سے زیادہ جس ہستی کو مدرسہ کی خادمیت کا شرف حاصل ہے اُن میں محترم جناب حافظ محمد ہارون ولد محمد شفیع (جاپان والے) سرفہرست ہیں چونکہ آپ ۱۶،۱۷رسال کی عمر میں مجلس کے رُکن منتخب ہو گئے تھے، آپ کے جدامجد حاجی محمد اسماعیل جیون بخش جو مدرسہ ہذا کے بے مثال مخلص خدام میں سے تھے،آپ کو اکثر مدرسہ اپنے ہمراہ لاتے ،جدامجد گویا اپنے اس عمل سے نبیرۂ عزیز کے دِل میں مدارس کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے جس میں وہ کامیاب رہے یہی وجہ ہے کہ حافظ صاحب کو مدارسِ اسلامیہ بالخصوص مدرسہ ہذا سے غیر معمولی انسیت رہی جدامجد کے وصال کے بعد ۱۹۵۸ء میں آپ کو مجلس کا رُکن نامزد کر لیا گیا۔روئیداد میں اس طرح مکتوب ہے:

''جناب حاجی سراج الدین خضاب والے جو اجلاسِ سابق میں مجلسِ شوریٰ کے ممبر منتخب کئے گئے تھے، چونکہ انہوں نے اپنی کمزوری اور ضعف کے باعث معذرت کردی ہے، لہٰذا اجلاس نے اُن کی معذرت کو منظور کرتے ہوئے شیخ محمد ہارون صاحب نبیرۂ حاجی محمد اسماعیل جیون بخش کو

مجلسِ شوریٰ کا رُکن منتخب کیا''۔ (روئیداد ۲۸ر جنوری ۱۹۵۸ء)

حافظ صاحب ۱۹۵۸ء سے تا حال برابر مدرسہ سے وابستہ ہیں، ۱۹۸۴ء میں سابق صدر مجلسِ شوریٰ حضرت مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی کا وصال ہوجانے کے بعد آپ ہی مجلس کے صدر مقرر ہوگئے۔

حافظ صاحب کی رہائش پہلے حویلی حسام الدین بلیماران میں ہی تھی، لیکن ایک عرصہ سے گرین پارک، نئی دہلی میں سکونت پذیر ہیں، اللہ تعالیٰ آنجناب کی مساعیٔ جمیلہ کواپنی بارگاہِ قدس میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین

جناب حافظ محمد نسیم ایڈوکیٹ :

جناب محترم حافظ محمد نسیم ایڈوکیٹ ولد عبدالرشید ساکن حویلی حسام الدین بلی ماران دہلی، ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے، آنجناب کا مدرسہ عبدالرب سے پرانا تعلق ہے، ۱۸ر اگست ۱۹۶۶ء کے منعقدہ اجلاس میں آپ کومجلسِ شوریٰ کا رُکن نامزد کیا گیا، مجلس ہمیشہ سے آپ کی وقیع اور باصواب رائے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ۲ر نومبر ۱۹۶۷ء میں آپ نے کسی عذر کے باعث مجلس کی رُکنیت سے استعفاء دیا تھا مگر مجلس نے آپ کی رُکنیت کی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر آپ کا استعفاء نامنظور کر دیا، روئیداد میں ہے:

''حافظ محمد نسیم کا استعفاء پیش ہوا کہ میں عدیم الفرصتی کی وجہ سے کسی میٹنگ میں شریک نہیں ہو پاتا اسلئے استعفاء منظور کیا جائے''۔

مجلس نے حافظ صاحب کی معذوری پر نظر ڈالی اور آپ کی شخصیت کا بھی موازنہ کیا،مجلس ، حافظ صاحب کی رُکنیت کوضروری سمجھتی ہے اورتوقع رکھتی ہے کہ حافظ صاحب بھی اپنے استعفاء پراصرار نہ کریں گے، اگر مجلس میں حافظ صاحب شرکت نہ فرماسکیں تو اُن کی رائے سے کسی اور صورت میں بھی استفاضہ کیا جاسکتا ہے، بہرحال اُن کی رُکنیت ضروری ہے۔

(روئیداد ۳؍نومبر ۱۹۶۸ء)

بنا بریں آپ اگرچہ مجلس کے اجلاس میں شریک نہیں ہو پاتے لیکن بوقت ضرورت مدرسہ کو آپ کے اہم اور مفید مشورے نیز مخلصانہ تعاون برابر حاصل رہتا ہے،آپ حاجی اسماعیل جاپان والے کے نبیسہ (نواسے) ہیں۔

جناب ڈاکٹر محمد یوسف (تیزاب والے) :

جناب ڈاکٹر محمد یوسف ولد الحاج محمد صدیق (تیزاب والے) ساکن حویلی حسام الدین ، پھاٹک پنجابیان ، بلیماران ، دہلی ۔ ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے ، اردو انگریزی کے ساتھ فارسی میں بھی غیر معمولی دستگاہ رکھتے ہیں ۔ ۱۹۵۸ء میں دہلی کالج سے بی۔اے۔آنرس کرکے پھر فارسی میں ہی ایم۔اے۔کیا اُس کے بعد مزید تعلیم کی غرض سے ایران مشہد یونیورسٹی میں ۳؍سال رہے ۔ آپ صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے ایوارڈ یافتہ اہل علم وادب شخصیات میں شامل ہیں،موصوف ۱۹۶۰ء سے ۲۰۰۲ء تک دِلّی کالج (جواس وقت ذاکرحسین کالج کے نام سے موسوم ہے) میں

فرائض تدریس سے منسلک رہے، یہ کالج، دِلّی یونیورسٹی کے زیر انتظام چلتا ہے اور فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے، اسی درمیان ۱۹۷۵ء میں دِلّی یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی۔کی۔

علاقہ کشمیری گیٹ میں آپ کی جدی موروثی جائیدادیں بھی ہیں جن کا کرایہ موصول ہوتا ہے، اُن کی دیکھ ریکھ کے لئے کثرت کے ساتھ کشمیری گیٹ آنا جانا لگا رہتا، ادھر مدرسہ عبدالرب کو بھی ایک ایسے تجربہ کار اور ذمہ دار شخص کی ضرورت تھی جو مدرسہ کی وقف جائیدادوں کی صحیح معنی میں نگرانی کرے اور اُن کے کرایہ داروں سے قانونی طور پر نپٹ سکے۔ اراکین مجلس کی نگاہ ڈاکٹر صاحب پر جاکر رُک گئی کہ وہ ہر اعتبار سے اس ذمہ داری کے اہل ہیں۔ چنانچہ مجلس میں آپ کو مدعو کیا گیا اور مدرسہ کی صورتِ حال سامنے رکھی گئی بالخصوص جائیدادوں کے وہ مسائل جو مجلسِ شوریٰ کے لئے تشویش کا باعث بنے ہوئے تھے، آپ نے عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس ذمہ داری سے معذرت کرلی لیکن مجلس کے معزز اراکین حاجی محمد شفیع پیکارڈ واچ کمپنی اور شیخ محمد عمر لیس والے کے شدید اصرار پر آمادہ ہوگئے۔

ہر چند ۱۹۸۶ء میں آپ مجلسِ شوریٰ کے رُکن نامزد ہوئے انتظامیہ میں شمولیت کے بعد آپ نے دیکھا کہ طلبہ کھانے کے تعلق سے بیحد پریشان رہتے ہیں بعض اپنی جیب سے خرید کر کھاتے ہیں اور بعض طلبہ دور دور گلی محلوں میں جاکر گھروں سے لاتے ہیں اور جن کا ایسا کوئی انتظام نہیں ہو پاتا تو وہ بیچارے مدرسہ سے مجبوراً چلے جاتے ہیں، طلبہ کی یہ قابل رحم صورتِ حال دیکھ کر آپ نے قیام مطبخ کی سعیٔ مشکور

فرمائی اور بہت جلد ۱۹۸۷ء میں ہی مطبخ کا قیام عمل میں آ گیا، اس زمانے میں مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد فاروق واصفی مجددی تھے۔

۱۹۸۸ء میں وقف جائیدادوں کے پیش آمدہ نت نئے مسائل حل کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا آپ کو سکریٹری بنایا گیا، کرایہ داروں کا نظام بھی درہم برہم تھا، نا دہندہ کرایہ داروں کی بڑی تعداد تھی اور کرایہ بھی بالکل معمولی، آپ نے جیسے تیسے اُس کے نظام کی درستگی میں قابل قدر کوششیں کیں اور بڑی مشکل سے اس کا معاملہ کافی حد تک کنٹرول میں آیا اس طرح آپ مدرسہ کے اندرونی و بیرونی معاملات میں پورے طور پر دخیل ہو گئے اور کُلّی طور پر مجلسِ شوریٰ کے سکریٹری تسلیم کر لئے گئے۔

آپ نے مجلس کی سابق روایت اور مدرسہ کی مالی خستہ حالت کے پیشِ نظر اخراجات میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لیا، خواہ وہ مطبخ کا یومیہ خرچ ہو یا عملہ کے مشاہرہ جات کا مسئلہ ہو، ہر ایک میں آپ کی خصوصی توجہ تادمِ تحریر کارفرما ہے، ضرورت کے بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ آپ نے مدرسہ کو قرض دیکر بروقت کام چلایا، آپ مسلکاً اہل حدیث ہیں، اعتدال ومتانت کے پیکر ہیں، مدرسہ کے جملہ اُمور آپ کی مشاورت کے بغیر انجام نہیں دیئے جاتے۔ باوضع، کم گو اور سنجیدہ مزاج ہیں۔

جناب حاجی محمد صادق (پیتل والے) :

محترم جناب حاجی محمد صادق صاحب ولد محمد عارف مرحوم (پیتل والے)

آپ کے یہاں پیتل کی یونیفارم اور بٹن وغیرہ بنائے جاتے تھے اسی وجہ سے پیتل والے مشہور ہو گئے، پہلے آپ کی رہائش گلی نعلبندان کشمیری گیٹ میں تھی اب کئی سال سے محمد علی بازار (رام بازار)، موری گیٹ مسجد غلام نبی کے بالکل سامنے والی گلی کے پہلے مکان میں ہے یہ بھی اپنا ذاتی مکان ہے، یوں تو مدرسہ عبدالرب سے آپ کا مخلصانہ تعلق نوعمری کے زمانہ سے ہی ہے لیکن ۱۹۸۲ء میں مجلسِ شوریٰ کے باضابطہ رُکن رکین منتخب ہوئے۔ مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں برابر تشریف لاکر اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں، اب جبکہ پیرانہ سالی کے باعث بکثرت آمد و رفت سے عاجز ہیں مگر مجلس کے منعقد ہونے والے اجلاس میں اہتمام کے ساتھ شرکت ضرور فرماتے ہیں اور مدرسہ کے احوال وکوائف کی برابر خبر رکھتے ہیں۔

جناب حاجی محمد شمیم (سوت والے) :

محترم جناب حاجی محمد شمیم (سوت والے) آپ کے والد مرحوم حاجی محمد صالحین (سوت والے) بڑے متمول سرمایہ دار تھے گاندھی مارکیٹ میں سوت کا کاروبار تھا اسی وجہ سے سوت والے کہلانے لگے، احاطہ کیدارہ باڑہ ہندوراؤ میں سردار منزل، جس میں رہائش تھی وہ حاجی صالحین کی اہلیہ کے نام سے ہی موسوم تھی، والد مرحوم نہایت بااثر ورسوخ تھے، حلقہ صدر بازار کی بیوپاری کمیٹی کے تاحیات صدر رہے۔ علاوہ ازیں انجمن قوم پنجابیان کے سکریٹری اور قبرستان شیڈی پورہ کے نائب صدر بھی رہے، راقم نے قریب سے دیکھا ہے، گاہے گاہے کشمیری گیٹ آتے تو

ملاقات ہوجاتی تھی بھلے آدمی تھے اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے۔آمین

حاجی محمد شمیم صاحب مدرسہ عبدالرب کے مخلص منتظمین میں سے ایک ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں پیدا ہوئے ،بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں رہائش ہے اور کشمیری گیٹ گلی نعلبندان کے باہر مدرسہ عبدالرب سے چند قدم کے فاصلہ پر دوکان ہے،ظہر ،عصر ،مغرب اور عشاء اکثر نمازیں مدرسہ میں ہی ادا کرتے ہیں اس بنا پر مدرسہ ہذا سے والہانہ اور مخلصانہ تعلق شروع سے ہی رہا،مدرسہ کے سابق ناظمِ تعلیمات وکارگزار مہتمم حضرت مولانا فقیہ الدین صاحب آپ کے والدِ مرحوم کے پکّے دوستوں میں سے تھے،حضرت مولانا،نمازِ ظہر مدرسہ میں ہی ادا کرتے تھے،آپ بھی نماز پڑھنے مدرسہ میں ہی تشریف لاتے تو حضرت سے ملاقات کئے بغیر نہ جاتے اور بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

جناب نظام الدین دہلوی سابق ممبر مجلسِ شوریٰ کے انتقال کے بعد ۲۰۰۶ء میں آپ کو مجلس کا رُکن منتخب کیا گیا۔آپ مدرسہ کے تئیں انتظامی معاملات میں کسی حد تک مستعد اور سرگرم عمل رہتے ہیں۔ہنگامی حالات میں پیچیدہ مسائل کو بحسن وخوبی حل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔آپ کا شمار شہر کے سماجی خیر اندیش بااثر شخصیات میں بھی ہوتا ہے اور متعدد تنظیموں اور انجمنوں کے ذمہ دار ہیں۔

(۱) چیئرمین روزہ افطار کلچر کمیٹی ،(۲) صدر سلور اوک اپارٹمینٹ مسوری یوپی،

(۳) نائب صدر دہلی موٹر ٹریڈرس ایسوسی ایشن کشمیری گیٹ،

(۴) ممبر سٹیزن فار ایکشن (این جی او)،(۵) ممبر انڈیا اسلامک کلچر سینٹر۔

ایسے بیدار مغز اور متحرک افراد اگر مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لئے آگے بڑھیں اور ہمت کا مظاہرہ کریں تو مدرسہ کی تقدیر سنور سکتی ہے، بالخصوص مدرسہ کی وقف جائیدادوں کی قابل رحم صورتِ حال ایسے حضرات کی راہیں تک رہی ہیں۔ اللہ پاک آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

جناب حاجی محمد ذکی (سگریٹ والے) :

محترم جناب محمد ذکی ولد حاجی محمد سمیع (سگریٹ والے) ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے نواب گنج، آزاد مارکیٹ میں رہتے ہیں اور کشمیری گیٹ گندہ نالہ پر دکان ہے، مجلسِ شوریٰ میں دو ممبران حاجی محمد موسیٰ بٹلہ اور حاجی نذیر الحق پراچہ کی جگہ خالی تھی اُسے پُر کرنے کے لئے دو نئے ممبروں کا انتخاب عمل میں آیا جن میں ایک نام آپ کا بھی شامل ہوا۔ چنانچہ ۲۰۱۷ء میں آپ رُکنِ مجلس نامزد ہوئے، تعلیمی اداروں سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں، اور انجمن قومِ پنجابیان کے صدر بھی ہیں۔ حسنِ کارکردگی کی وجہ سے آپ کی ذمہ داریوں کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے۔

اراکینِ مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبد الرب آپ کو اسی نیک امید پر لائے ہیں کہ مدرسہ ہذا کے انتظامی اُمور میں بہتری آئے، تاکہ ادارہ کی ترقی مجلس کی نیک نامی کا ذریعہ بنے۔ مدرسہ کی وقف جائیدادوں کے قضیے ہنوز حل طلب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت، اور جذبۂ خدمت عطا فرمائے۔ آمین

جناب حاجی محمد مسعود (جاپان والے) :

محترم جناب محمد مسعود ولد حافظ حاجی محمد ہارون جاپان والے، آپ نیک والد

کے سپوت بیٹے ہیں، ۲۰۱۷ء میں مدرسہ عبدالرب کے رُکن نامزد ہوئے، مستقبل میں مجلس کو آپ سے نیک اُمیدیں وابستہ ہیں، ان شاء اللہ آپ بھی اپنے والد اور جد امجد حاجی اسماعیل جاپان والے کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مدرسہ کی حفاظت اور ترقی کا کام بحسن وخوبی انجام دیں گے۔ ان شاء اللہ

دہلی وقف بورڈ سے الحاق

مدرسہ عبدالرب کا الحاق دہلی وقف بورڈ (سنی مجلس اوقاف) سے اسی وقت ہوا جب سے بورڈ وجود میں آیا اور وقف ایکٹ ۲۱ رجولائی ۱۹۵۴ء میں پاس ہوا تھا الحاق کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال مدرسہ ہذا وقف بورڈ کو اپنی غیر منقولہ وقف جائیدادوں کی آمدنی کا کچھ فیصدی حصہ دیتا ہے، وقف بورڈ اس حساب کتاب کو آڈٹ کرتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے یعنی بصورت ناگہانی قانونی مدد بھی کرتا ہے، رہی مدرسہ کی وہ آمدنی جو چندہ کی شکل میں ہوتی ہے اس سے بورڈ کا کوئی لینا دینا نہیں، اگر چہ ۱۹۵۸ء میں ایک بار وقف بورڈ نے تمام آمدنی بشمول چندہ جات میں سے فیصدی کا دعویٰ کیا تھا لیکن مجلسِ شوریٰ مدرسہ نے اس دعوے کی تغلیط وتردید کردی۔

روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

> ”جہاں تک وقف جائیداد کی آمدنی سے الگ عام چندہ کا تعلق ہے، سنی مجلسِ اوقاف کو اس کے آڈٹ کرانے یا اس کے آمد وصرف کے دیکھنے پر اصرار کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کے چندہ

جات ہر کارِ خیر کے لئے ہوتے ہیں اور کسی سے بھی اس کا حساب نہیں لیا جاتا اور نہ ہی لیا جانا چاہئے۔ مجلسِ اوقاف کی نگرانی خاص طور پر مدارسِ اسلامیہ کے لئے انہیں آمدنیوں سے وابستہ ہے جو غیر منقولہ اوقاف سے ہوتی ہیں''۔ (روئیداد ۲۸ /جنوری ۱۹۵۸ء)

دہلی وقف بورڈ کا مدرسہ کی کل آمدنی میں سے فیس لینے کا دعویٰ کرنا اس لئے غلط ہے کہ چندہ کی رقم نہ وقف ہے اور نہ آمدنی وقف، جبکہ بورڈ کی فیس کا تعلق جائیدادِ موقوفہ سے ہے، مجلسِ شوریٰ مدرسہ ہذا کے شدید ردِّ عمل کے باوجود ایک ڈیڑھ سال بعد جب آڈٹ رپورٹ سامنے آئی تو اس میں بھی ایڈیٹر کی یہی رٹ تھی کہ گوشوارہ میں مدرسہ کی کل آمد و خرچ کا حساب پیش کیا جائے، خواہ وہ جائیدادِ موقوفہ سے ہو یا زکاۃ و عطیات کی شکل میں ہونے والے چندہ جات سے۔ مجلسِ شوریٰ نے جم کر اس کی تردید کر کے اُن کے اس خیال کی اصلاح کر دی۔

روئیداد کے الفاظ یہ ہیں:

''آڈٹ رپورٹ مدرسہ عبدالرب دہلی بابت سال ۱۹۶۰ء۔۱۹۵۹ء پڑھی گئی، رپورٹ کے نمبر ۵ کے متعلق مجلس کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ چندہ اور عطیات کا پیش کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ جائیدادِ موقوفہ کی آمدنی سے بالکل الگ یہ زکاۃ و صدقات کی رُقومات ہیں جو اپنے مصرف میں صرف کی جاتی ہیں، مجلسِ سنی اوقاف کا تعلق جائیدادِ موقوفہ کی آمدنی سے ہے نہ کہ اُن عطیات سے جو مدرسہ کو دوسرے ذرائع سے وصول ہوتے ہیں کیونکہ وہ نہ

وقف ہے نہ آمدنی وقف، باقی رہا آڈیٹر صاحب کا یہ ارشاد کہ مدرسہ کی صحیح صورتِ حال سامنے آئے تو یہ بھی قطعاً غیر ضروری ہے کیونکہ مدرسہ کی صورتِ حال کی کوئی ذمہ داری سنی مجلسِ اوقاف پر عائد نہیں ہوتی۔''

(روئیداد ۱۲؍مارچ ۱۹۶۱ء)

مدرسہ عبدالرب، سنی مجلسِ اوقاف سے کچھ نہیں لیتا، مدرسہ کے تمام اخراجات، چندہ جات اور مدرسہ کی وقف جائیدادوں سے ہونے والی آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں۔

آگے مدرسہ عبدالرب کی وقف جائیدادوں کا ذکر کیا جاتا ہے مگر اس سے قبل ''وقف کی اہمیت اور عصرِ حاضر میں اس کی حالت زار'' کے عنوان سے ایک مضمون پیش خدمت ہے ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا، ملاحظہ فرمائیں:

وقف کی اہمیت اور عصرِ حاضر میں اس کی حالت زار

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

وقف: اسلامی قانون کا ایک اہم جز اور مسلمانوں کی ملی زندگی کا ایک روشن رُخ ہے، مسلمانوں نے ہر دور اور ہر دیار میں اس طرح کے کارِ خیر اور فلاحی کاموں کو رواج دیا، وقف کی اصطلاحی تعریف اور شریعت مطہرہ میں وقف کی اہمیت وعظمت کو مختصر طور پر پیش کر دینا ضروری ہے تاکہ ملت اسلامیہ کے اربابِ فکر و دانش بیدار

ہوں اور اپنے آباء و اجداد اور پُرکھوں کی جانب سے وقف کردہ اربوں کھربوں کی املاک میں پائی جانے والی بدعنوانیوں، قطع و برید اور بے جا تصرف کے خاتمے کے لئے کوشاں ہو جائیں اور اس سے ہونے والی آمدنی سے مسلم معاشرے کی خستہ حالی کو ختم کیا جا سکے۔

اسلام سے پہلے بھی وقف کی مختلف صورتیں دنیا میں پائی جاتی تھیں لیکن اسلام نے وقف کا جو بہترین تصور اور عمدہ ترین خاکہ پیش کیا ہے کوئی دوسرا مذہب اس کی برابری نہیں کرسکتا، وقف تام کی تعریف یہ ہے کہ ملکیت باقی رکھتے ہوئے مالِ وقف کا نفع سب کے لئے یا کسی خاص طبقے اور ادارے کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور وقف کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا بیچنا، ہدیہ کرنا اور وارث بننا حرام اور ناجائز ہے۔

اسلام میں وقف کی بنیاد کتابِ مقدس قرآنِ مجید کی یہ آیت بنی ”لن تنالوا البر حتی“ الخ، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک اپنی محبوب چیزوں کو خرچ نہ کرو گے نیکی کے درجۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت طلحہ انصاری نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے بالمقابل واقع اپنا باغ اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، اس باغ کے درخت خوب پھل دار اور گھنے سایہ دار تھے اُس میں میٹھے پانی کا ایک کنواں بھی تھا، اسی باغ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر میں آرام کے لئے اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ باغ حضرت طلحہ انصاری کو کتنا محبوب ہوگا مگر اس صحابئ رسول کی نظر آخرت کے اجر و ثواب پر تھی، دنیا میں فنا ہونے والے عارضی فائدے پر نہیں تھی۔

اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: **"اذا مات الانسان انقطع عمله"** یعنی جب انسان مرجاتا ہے تو سوائے تین طرح کے اعمال کے اس کے تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔(۱) ایسا صدقہ جس کا ثواب قیامت تک جاری رہے۔(۲) ایسا علم چھوڑ جائے جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہو۔(۳) نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرتی رہے۔علماء فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ سے مراد وقف ہے اس لئے کہ وقف ہی ایک ایسا صدقہ ہوتا ہے جس میں اصل چیز باقی رہتی ہے اور اُس کے حاصل شدہ فوائد کو برابر صدقہ کیا جاتا ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اپنی محبوب اور پسندیدہ املاک کو وقف کرنا انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے دو یتیم بچوں کی زمین خرید کر اس پر مسجد نبوی کی تعمیر کر کے وقف کی بنیاد ڈالی اور آپ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا: **"لا نورث ما تركنا صدقة"** کہ ہم گروہِ انبیاء اپنے چھوڑے ہوئے مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ملکیت کو راہِ خدا میں وقف کرنے والا دراصل ایک عظیم الشان سنت کو ادا کرتا ہے اور مرنے کے بعد بھاری اجر وثواب کا سلسلہ چھوڑ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مستقبل میں آنے والی نسلِ اسلامی کے مفاد کے خاطر مسلم حکمران اور خیر اندیش ہمدرد مخلص دیندار لوگ بڑی جائیدادیں وقف للہ کر کے چلے گئے تاکہ اس زمین کی آمدنی سے مسلمان اپنی دینی، تعلیمی، مالی اور معاشرتی حالت کو

فروغ دے کر باعزت اور خوش حال زندگی گذار سکیں، مگر وقف جائیدادوں کی حالت انتہائی افسوس ناک اور باعث حزن وملال ہے اُن پر جو چاہے قبضہ کرلے کوئی کچھ کہنے سننے والا نہیں، کتنی مساجد، قبرستان اور اُن کی وقف جائیدادیں قبضہ کی جاچکیں۔

تقسیمِ وطن کے بعد ہی سے یہ سلسلہ جاری ہے اور اب تک رُکنے کا نام نہیں لیتا، ہمارے رہنما امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی جیسے حضرات کی مساعئ جمیلہ سے حکومت نے ۱۹۵۴ء میں کہنے کوتو وقف ایکٹ بنادیا لیکن اُس کی دفعات میں ایسے چور دروازے کھول دیئے کہ وقف جائیدادوں کا تحفظ غیر یقینی بن کر رہ گیا، مرحلہ وار اس میں اصلاح وترمیم کی سفارشات کے باوجود وہ خامی آج تک دور نہ ہوسکی اور کیسے ہوسکتی ہے جبکہ حکومت اس بارے میں ہمیشہ غیر سنجیدہ اور جانبدار رہی، وقف کی جائیدادوں پر سب سے زیادہ مرکزی اور ریاستی حکومت کی ایجنسیاں دہلی ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ڈی۔ڈی۔اے) وزارتِ دفاع اور ریاستوں کی ڈیولپمنٹ اتھارٹیز قابض ہیں، ان حالات میں مسلمان کبھی بھی ان وقف جائیدادوں کو واگذار نہیں کراسکتے، سیکڑوں مساجد ومقابر پر یہ سرکاری ایجنسیاں قابض ہیں اور ایسی کتنی ہی عمارتیں مقفل پڑی ہوئی ہیں جن میں بے حیائی کے سارے کام ہورہے ہیں لیکن ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ ایسے میں جلتی پر تیل کا کام کرنے والے وہ خائن ادارے اور نااہل کمیٹیاں ہیں جو ان ایجنسیوں کے لئے راہیں ہموار کرتی ہیں، ان کمیٹیوں میں عموماً ایمانداروں کو یا تو آنے نہیں دیا جاتا اور اگر کوئی کوشش کرکے آجائے تو

اُسے ٹھکانے لگانے کی ہر ممکن سازشیں کی جاتی ہیں۔ **واللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔**

کہنے کو وقف بورڈ تو بن گیا لیکن اس کی حالت ایک بت کی مانند ہے جو اپنے بدن سے مکھی بھی نہیں اُڑا سکتا سارے اختیارات مینیجنگ ڈائریکٹر کو حاصل ہیں جبکہ چیئرمین کی حیثیت ایک مہر کی طرح ہے اور مینیجنگ ڈائریکٹر اُسی کو بنایا جاتا ہے جسے مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

البتہ موجودہ چیئرمین جناب امانت اللہ خان صاحب کی جرأت و ہمت کو سلام ہے کہ جنھوں نے ان حالات میں خدا کے فضل سے وقف بورڈ کو نشاۃ ثانیہ بخشی ہے، موصوف نے وقف املاک کے تحفظ کے لئے غیر معمولی قدم اُٹھایا، الحمدللہ! وقف بورڈ کی آمدنی کئی گناہ بڑھ گئی، جناب والا گویا یتامی مساکین اور ضرورت مندوں کے لئے مسیحا بن کر آئے ہیں بورڈ کے ائمہ ومؤذنین کے مشاہرہ جات میں اضافہ کیا ساتھ ساتھ دہلی کے تمام ائمہ ومؤذنین کے لئے بھی معقول وظیفہ جاری کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے، زبانِ خلق کے مطابق جنابِ والا پہلے چیئرمین ہیں جنھوں نے ادارۂ اوقاف کے لئے انتہائی جفاکشی کی ہے، اللہ تعالیٰ اس مردِ مجاہد کی تمام شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔ آمین

یاد رکھیں کہ جس طرح وقف کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے تو وہیں اُس کو برباد کرنا یا اُس کے حفاظتی انتظام میں لا پرواہی وغفلت برتنا بڑے عذاب کا موجب ہے، ایسے لوگوں کا دنیا میں بھی برا انجام ہوتا ہے اور ان کی نسلوں کو بھی اس گناہ

کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ملت کی فلاح و بہبود کے لئے قبول فرمائے، اوقاف کے تحفظ کے لئے جو لوگ کوشش کر رہے ہیں اللہ پاک ان کو دنیا و آخرت میں سرخ روئی نصیب فرمائیں۔ آمین

مدرسہ عبدالرب دہلی کی وقف جائیدادیں

مدرسہ عبد الرب دہلی، ماشاء اللہ شروع ہی سے عوام و خواص کی خصوصی توجہات کا مرکز بنا رہا، حضرت نانوتویؒ کے تلامذہ نے یہاں آ کر جس خلوص اور جذبہ کے ساتھ علمی خدمات انجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ جوق در جوق اِس ادارہ سے منسلک ہوتے گئے اور روز بروز افادہ واستفادہ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا، اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ جو میرے دین کی مدد کرے گا میں اُس کی مدد کروں گا، جب اس ادارے کی علمی خدمات کا ہرسو شہرہ ہو گیا تو اہل خیر حضرات اس مدرسہ میں اپنا سرمایہ لگا کر دینی واخروی تجارت میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے، نقد چندہ کے علاوہ مسلمانوں نے اپنی جائیدادیں تک اس ادارے کے لئے وقف کر دیں، تاکہ قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے، ہم یہاں پر اُن جائیدادوں کا ذکر کریں گے جن کو مسلمانوں نے اپنے خون پسینے کی کمائی سے مدرسہ ہذا کے لئے وقف کیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ادارہ کثیر جائیداد والا تھا اور ہے۔ لیکن اُن کی بقا وتحفظ کا کس قدر اہتمام وانتظام کیا گیا یہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔

رکھیو غالب مجھے اِس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ دَرد مرے دِل میں سِوا ہونا ہے

تفصیل جائیداد مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ، دہلی

نمبر شمار	جائیداد نمبر	جگہ و علاقہ	قسم جائیداد
1	616	ہملٹن روڈ	دکان
2	617/A1	ہملٹن روڈ	دکان
3	617/A	ہملٹن روڈ	دکان
4	617/B	ہملٹن روڈ	کیبن چبوترہ
5	617/C	ہملٹن روڈ	کیبن چبوترہ
6	617/D	ہملٹن روڈ	کیبن چبوترہ
7	617	ہملٹن روڈ	دکان
8	617/1	ہملٹن روڈ	دکان
9	617/3	ہملٹن روڈ	دکان
10	617/2	ہملٹن روڈ	دکان
11	617/5	ہملٹن روڈ	دکانیں (۱۱عدد)
12	474/A	زینت باڑی	دکان
13	474/B	زینت باڑی	دکانیں(۲عدد)
14	553	گلی بیل صاحب	دکان
15	554	گلی بیل صاحب	دکان

16	557	گلی بیل صاحب	دکان
17	555	گلی بیل صاحب	دکان
18	556	گلی بیل صاحب	دکانیں (۵ عدد)
19	785/A	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکان
20	786	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکان
21	786/A	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکان
22	787	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکان
23	788/A	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکان
24	788/B	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکان
25	785/B	مسجد باغ نکلسن روڈ	دکانیں (۷ عدد)
26	1730/A	بازار لال کنواں	دکان
27	1730/B	بازار لال کنواں	دکان
28	1730/C	بازار لال کنواں	دکان
29	1733-35-36	بازار لال کنواں	دکان و بڑا گودام
30	1731	بازار لال کنواں	بالاخانہ (گھر)
31	1732	بازار لال کنواں	دکانیں (۶ عدد)
32	258	گلی گڑھیا جامع مسجد	بالاخانہ (گھر)

مجلسِ شوریٰ کی مساعیٔ جمیلہ

۱۹۴۷ء کے حادثے میں مدرسہ عبدالرب کی متعدد وقف جائیدادوں پر قبضہ ہو گیا تھا، ۱۹۴۹ء میں اسی قسم کے خارجی مسائل سے نمٹنے کے لئے مجلسِ شوریٰ کا قیام عمل میں لایا گیا، مجلس اس باب میں بیحد متفکر رہی بلکہ کسی حد تک کوشاں بھی رہی رجسٹر کارروائی میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

تقریباً چالیس سال بعد یعنی ۱۴ رجنوری ۱۹۸۴ء میں اس کے لئے ایک ''چہار رکنی سب کمیٹی'' تشکیل دی گئی اُن میں جناب حاجی محمد ہارون جاپان والے، حاجی محمد شفیع پیکارڈ واچ کمپنی، مولانا رفیق احمد رحمانی، جناب محمد نسیم ایڈوکیٹ حضرات اراکین شامل تھے، بعد میں مولانا رفیق رحمانی مستعفی ہو گئے تو اُن کی جگہ نو منتخب ممبر ڈاکٹر محمد یوسف تیزاب والے کو شامل کر کے انہیں اس کمیٹی کا سکریٹری اور اپنی صواب دید پر ان مسائل کو حل کرنے کا کلّی اختیار دیدیا گیا، چنانچہ ۱۹۸۸ء کی روئیداد میں مرقوم ہے ملاحظہ فرمائیں:

> ''طے پایا کہ شیخ محمد یوسف کو مدرسہ عبدالرب کی وقف جائیداد کے مسائل اور عمارت کی دیکھ بھال، کرایہ داران سے متعلق مسائل و قابضین سے انخلاء کے مسائل کے لئے کمیٹی مذکور کا سکریٹری مقرر کیا جاتا ہے''۔
>
> (روئیداد ۲۰ راگست ۱۹۸۸ء)

ڈاکٹر صاحب متنازع جائیدادوں اور نادہندہ کرایہ داران سے بڑی حکمت و مصلحت کے ساتھ نمٹتے رہے اور اب بھی لگے ہوئے ہیں، یوں تو دیگر اراکین کا بھی

تعاون حاصل ہے کیونکہ مجلسِ مشاورت کے ساتھ ہی یہ کام ہوتا ہےلیکن اس سلسلہ میں آپ کی گرانقدر خدمات، امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔اب ہم سرسری طور پر مدرسہ کی وقف جائیدادوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جائیداد لال کنواں:

یہ جائیداد خاص لال کنواں کے متصل لب سڑک، یعنی کٹرہ شیخ چاند کے بالکل سامنے واقع ہے بہت بڑی جائیداد ہے اسمیں ایک گودام، سڑک کی طرف دکانیں، ان کے اوپر مکان ہے یہ جائیداد حاجی محمد ابراہیم صاحب سوداگر گھڑی کلکتہ والے نے مدرسہ کے لئے وقف کی تھی، اسی وقت سے کرایہ پر ہے، کرایہ کی آمدنی مدرسہ کو آتی ہے، مدرسہ سے ۱۹۴۵ء میں ایک روئیداد شائع ہوئی تھی جسمیں اس جائیداد کا بھی ذکر ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

> ''حاجی محمد ابراہیم صاحب سوداگر گھڑی کلکتہ والے، جنہوں نے اپنی ایک جائیداد واقع لال کنواں دہلی مدرسہ کے واسطے وقف کر دی، اس کا کرایہ تقریباً ۷۰/روپے ماہوار ہے اس کا بالا خانہ اور دو کانیں جو آباد تھیں کرایہ بھی وصول ہو کر آمدنی مدرسہ میں درج ہے اور گودام کا صرف ماہ صفر کے کچھ دنوں کا کرایہ وصول ہوا ہے پھر آخر سال تک گودام خالی رہا ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء سے آباد ہوا ہے اس کا کرایہ سال آئندہ میں درج کیا جائے گا''۔ (مطبوعہ روئیداد ۱۹۴۵ء)

۱۹۵۵ء میں بالا خانہ کی عمارت بوسیدہ ہوجانے کی وجہ سے مرمت کا کام کرایا گیا تھا جیسا کہ روئیداد میں موجود ہے۔ دیکھئے:

''مرمت جائیداد واقع لال کنواں دہلی کے متعلق قرار پایا کہ چونکہ جائیداد کی حالت حد درجہ خستہ ہوچکی ہے مکانات کے بعض حصوں کی چھتیں بھی گرنے کو ہیں اور وسیع پیمانے پر جلد مرمت کا بندوبست نہ کیا گیا تو مزید نقصان کا خطرہ ہے، ان غیر معمولی حالات کو دیکھتے ہوئے مجلس اسپیشل طریقہ پر دو ہزار روپے کی اجازت دیتی ہے یہ رقم بجٹ میں منظور شدہ مرمت کی رقم سے علیحدہ ہے''۔ (روئیداد: ۱۳؍مارچ ۱۹۵۵ء)

مندرجہ بالا روئیداد سے معلوم ہوا کہ اب سے ۶۵ سال قبل بالا خانہ کی رپیرنگ اور مرمت کرائی گئی تھی اس کے بعد اس میں کوئی کام نہیں ہوا مجلس شوریٰ اس کے تئیں کافی متفکر ہے اب مجلس کا یہ فیصلہ ہے کہ از سرنو اس کی تعمیر عمل میں لائی جائے۔

اسی جائیداد کے آگے یعنی بالکل سامنے ایک کنواں ہے جو اوپر سے پٹا ہوا بند ہے یہی کنواں لال کنواں کہلاتا ہے یہیں پر ایک پیپل کا درخت ہے ۱۹۸۳ء میں اس پر ہندوؤں نے مورتی رکھ کر پوجا پاٹ شروع کردی تھی جس پر کافی ہنگامہ ہوا ہندو مسلم فساد کی فضا بن گئی، کرفیو تک لگا اور جانی نقصان بھی ہوا، مسلمانوں کی لاکھ کوشش کے باوجود وہاں مندر بن ہی گیا۔

مین گیٹ مدرسہ عبدالرب کی دائیں بائیں دوکانیں

مدرسہ عبد الرب کے مین دروازے کے باہر دائیں بائیں دوکانیں کن حالات میں بنیں اس کا تفصیلی پس منظر کا تو کچھ علم نہیں البتہ اتنا سنا گیا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے دوران سڑک کی طرف والی دیوار سے ملحق طلبہ کے تین حجروں پر زبردستی قبضہ کرکے ان میں سامان تجارت بھر دیا گیا تھا اس کے بعد مجلسِ شوریٰ پر دباؤ ڈالا گیا کہ لب سڑک، گیٹ کے دائیں بائیں (گیٹ کے ایک سمت تین حجروں اور دوسری سمت دالان، جس میں درس گاہ لگتی ہے) کو دوکانیں بنوادی جائیں، مجلس نے بسیار غور وخوض کے بعد تین حجروں کے نصف حصہ میں دیوار کھڑی کر کے باہر کی طرف تین دوکانیں نکال دیں البتہ دالان کو جوں کا توں رہنے دیا۔

پہلی بار یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں شوریٰ کے درمیان زیر بحث آیا اس میں حجروں کو دوکانوں میں تبدیل کرنے سے صاف انکار کر دیا گیا، اس کا ذکر روئیداد میں اس طرح ملتا ہے۔

''درسگاہ اور حجروں کو دوکانوں میں تبدیل کرنے کے سلسلے میں غور کے بعد فیصلہ کیا جاتا ہے کہ سر دست کوئی تغیر نہ کیا جائے اور درسگاہ اور حجرے جیسے ہیں ویسے ہی باقی رکھے جائیں''۔ (روئیداد ۱۴؍ستمبر ۱۹۵۳ء)

مگر چار سال گذرنے کے بعد حالات ومواقع کی نزاکت کے پیشِ نظر مجلس نے سڑک کی طرف کے ان تین حجروں کے نصف حصہ پر دیوار کھڑی کر کے دوکانوں میں منتقل کیے جانے کی منظوری دیدی ۱۹۵۷ء کی روئیداد ملاحظہ ہو:

''مدرسہ کے لب سڑک تین حجروں کو دو دکانوں میں منتقل کرنے کی منظوری دی گئی اور مبلغ ایک ہزار روپے اس کے صرف کا تخمینہ منظور کیا گیا''۔ (روئیداد ۲رنومبر ۱۹۵۷ء)

بہرکیف یہ تین دوکانیں ۱۹۵۷ء میں تعمیر ہوگئیں تھیں اور کرایہ بھی برابر آرہا ہے۔

یہ تو ان تین حجروں کو تین دوکانوں میں منتقل کیے جانے کی بابت تفصیل ہے، اب مسئلہ ان خوخوں کا ہے جو گیٹ کے بائیں جانب بنے ہوئے ہیں یہاں بھی لوگ دیوار کے سہارے چبوترے پر زبردستی قبضہ کرکے بیٹھ گئے بعد میں درسگاہ کو دوکانوں میں منتقل کرنے کے لئے ہرطرح دباؤ ڈالتے رہے، مگر الحمدللہ منتظمہ نے مصلحت اور حکمت کیساتھ اس کو نظرانداز کردیا اگرچہ بعض روئیدادوں سے دوکان بنائے جانے کی طرف میلان ظاہر ہوتا ہے لیکن اس پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں لیا اور درسگاہ بفضل اللہ محفوظ رہی۔

۱۹۶۸ء میں یہ معاملہ پہلی مرتبہ زیر بحث آیا اس کی روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

''پشتہ پر جو لوگ غلط طور پر قابض ہوگئے اُن کے ہٹانے اور اس جگہ کے متعلق مناسب انتظام کا مسئلہ پیش ہوا، معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا گیا اور طے کیا گیا کہ موجودہ لوگوں سے گفتگو اور اس جگہ کے متعلق مناسب توسیع کا معاملہ شیخ محمد ہارون صاحب کے سپرد کیا جائے وہ جناب محترم حافظ محمد نسیم صاحب کے مشورہ سے اس سلسلے میں جس قدر جلد ممکن ہو ضروری

کارروائی کریں اوراس سلسلے میں ضروری مصارف کا اختیار بھی ان حضرات کو دیا گیا۔ (روئیداد ۲۱ رفروری ۱۹۶۸ء)

روئیداد بالا میں مجلس کے معزز ممبر حاجی محمد ہارون جاپان والے کو جناب حافظ محمد نسیم ایڈوکیٹ کو باہم مشاورت سے کارروائی کرنے کا کُلّی اختیار دیا گیا، غالباً ان حضرات نے اس جگہ کا ہر طرح جائزہ لینے اور نشیب وفراز کو سمجھنے کے بعد ہی اپنی رپورٹ مجلس کو پیش کی ہوگی جسکے بعد مجلس اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہاں دوکانیں بنوادی جائیں، جیسا کہ روئیداد زیریں میں موجود ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

''جنوبی جانب لب سڑک پشتہ پر مختلف لوگ ناجائز طور پر قابض ہو گئے ہیں کچھ اور لوگ بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں یہ تغلب مدرسہ کے لئے نقصاندہ ہی ہے اور اس سے مزید فتنوں کے پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے، لہٰذا مجلسِ شوریٰ اس سے اتفاق کرتی ہے کہ پشتہ کی جگہ دوکانیں بنوادی جائیں دوکانوں کے عرض کیلئے اگر تین فٹ تک متصل کے دالان سے جگہ لی جائے تو مجلس اس کی بھی اجازت دیتی ہے''۔ (روئیداد یکم راپریل ۱۹۷۳ء)

مذکورہ روئیداد میں فیصلہ تو کر دیا گیا لیکن عملی طور پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی ۱۹۷۴ء میں یہ مسئلہ پھر مجلس میں پیش ہوا جس میں مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور حاجی جمیل الرحمن چشمہ والے کو یہ معمہ حل کرنے کا اختیار دیا گیا، ان دونوں حضرات نے یہ فیصلہ کیا کہ ان قابضین کیلئے درسگاہ میں سے کچھ بھی نہ دیا جائے جس حالت میں ان کا قبضہ

ہے بس اسی کی باضابطہ اجازت دیدی جائے اوران کوکرایہ دار بنالیا جائے، مدرسہ کے گیٹ سے دفتر مدرسہ کے گیٹ تک کل پانچ چھوٹے چھوٹے خوخے ہیں یہ اسی وقت ۱۹۷۳ء سے مدرسہ کے باضابطہ کرایہ دار ہیں۔

مکان علیم اللہ شاہ اور مکان حمید النساء:

یہ دو مکان مدرسہ عبدالرب کے لئے وقف کئے گئے تھے ۱۹۴۵ء کی مطبوعہ روئیداد میں ان دونوں جائیدادوں کا مدرسہ عبدالرب کے لئے وقف کیا جانا مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں:

''وارثانِ علیم اللہ شاہ مرحوم جنہوں نے ایک مکان واقع محلہ ڈوروالان وقف کردیا ہے جس کا کرایہ تقریباً ۴۰ر روپے ماہوار ہے۔

مسماۃ حمید النساء جنہوں نے ایک مکان محلہ ڈوروالان کا وقف کیا ہے جس کا کرایہ ۱۰ر روپے ۱۰ر آنہ ہے''۔ (مطبوعہ روئیداد ۱۹۴۵ء)

یہ دونوں مکان مدرسہ کے لئے وقف تھے اور کرایہ ماہوار مدرسہ میں آتا تھا، دونوں کی عمارت پرانی اور خستہ تھی اسی لئے ۱۹۵۶ء میں ان کوفروخت کرنے کا مسئلہ پیش ہوا روئیداد میں مذکور ہے:

''فروختگیٔ جائیداد علیم اللہ شاہ اور حمید النساء کے متعلق طے کیا گیا کہ جب کوئی خریدار اور بیانہ آجائے تو معاملہ مجلس کے سامنے پیش کیا جائے''۔

(روئیداد کارروائی اجلاس ۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء بمقام دفتر جمعیۃ علماء ہند)

مجلس نے خریدار ملنے تک بقدرِ ضرورت مکان علیم اللہ شاہ کی مرمت کرائی چھتوں میں جو شگاف تھے انہیں پُر کرایا تا کہ کرایہ دار کو موسمِ باراں میں جن تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اُن سے قدرے نجات ملے جیسا کہ روئیداد میں ہے۔

''مکان علیم اللہ شاہ کی مرمت کی تفصیلات سامنے آئی مبلغ ۲۷۵/روپے جو خرچ ہو چکے ہیں وہ منظور کئے گئے، مکان کے اندر کی چھت کی مرمت (رفو) کے لئے مبلغ ۳۰۰/روپے کی مزید منظوری دیدی گئی جس کے حسابات تفصیل کے ساتھ آئندہ اجلاس میں پیش کئے جائیں گے''۔

(روئیداد کارروائی اجلاس ۲/نومبر ۱۹۵۷ء)

۱۹۵۸ء میں مجلس نے اس مکان کی نئی تعمیر کے خرچ کا تخمینہ معلوم کرنا چاہا اور مکان میں نادہندہ کرایہ داروں کے انخلاء نوٹس دینے کی تجویز منظور کی:

''مکان علیم اللہ شاہ صاحب کے متعلق طے کیا گیا کہ جن کرایہ داروں سے کرایہ وصول نہیں ہو رہا ہے اُن کے انخلاء کا نوٹس دیدیا جائے اور کسی سمجھدار مستری کے مشورہ سے اُس کی نئی تعمیر کا نقشہ بنوا کر مجلس کے سامنے پیش کیا جائے''۔ (روئیداد کارروائی اجلاس ۱۳/جولائی ۱۹۵۸ء)

مستری نے نئی تعمیر کے خرچ کا تخمینہ مجلس کو پیش کیا وہ مدرسہ کی مالی بساط سے زیادہ تھا، مجلس غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ مکان علیم اللہ شاہ کو فروخت کرنے میں ہی بہتری ہے، ویسے بھی اس کے وقف نامے میں بیچنے کی اجازت واقف کی طرف سے موجود ہے اور بصورتِ دیگر وقف کے ختم ہونے کا خطرہ تھا، تاہم وقف بورڈ

سے باضابطہ اجازت حاصل کرنا ضروری تھا، تاکہ بعد میں کوئی پریشانی نہ ہو، پھر اس رقم سے کوئی دوسری جائیداد خرید لی جائے ملاحظہ فرمائیں:

''مکان علیم اللہ شاہ ۴۰۰ ۳، ۳۳۹۷/ بہت بوسیدہ ہو چکا ہے مرمت کا صرف نا قابل برداشت ہے موجودہ صورت میں وقف کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہے، وقف نامے میں فروخت کی اجازت دی گئی لہٰذا مفادِ وقف کے پیش نظر مجلس نے طے کیا کہ اس مکان کو باضابطہ اجازت حاصل کر کے فروخت کرا دیا جائے''۔ (کارروائی اجلاس ۱۸/ اگست ۱۹۶۵ء)

وقف بورڈ سے اجازت ملنے کے بعد مجلس کے رُکن جناب محمد نسیم صاحب ایڈوکیٹ کو اس کے فروخت کی ذمہ داری سونپی گئی:

''مکان علیم اللہ شاہ کی فروختگی کے متعلق بورڈ کی اجازت حاصل ہو چکی ہے اب اسکے فروخت کرنے کا مرحلہ درپیش ہے مجلس، حافظ محمد نسیم صاحب کے سپرد کرتی ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے بموجب اس کو فروخت کرا دیں''۔
(کارروائی اجلاس ۱۹/ اپریل ۱۹۶۷ء)

بالآخر ۱۹۶۷ء مکان فروخت ہوا اور طے پایا کہ اس حاصل شدہ رقم سے کوئی دوسری جائیداد خرید لی جائے، مناسب جائیداد ملنے تک یہ رقم بینک میں جمع کر دی گئی ملاحظہ ہو:

''مکان علیم اللہ شاہ کی رقم کے متعلق طے کیا گیا کہ فی الحال ایک سال کے لئے بینک میں ۔۔۔۔۔۔ کرادی جائے اور اس عرصہ میں مناسب

جائیداد کی تلاش کی جائے''۔ (کارروائی اجلاس ۳؍اگست ۱۹۶۷ء)

مکان حمید النساء:

مکان علیم اللہ شاہ کی فروختگی کے بعد مکان حمید النساء کو بھی خستہ اور کمزور ہونے کی وجہ سے وقف بورڈ کی اجازت لے کر فروخت کر دیا گیا، ملاحظہ ہو:

''مکان ۳۲۷۵، اور ۳۲۷۶، مسمّٰی مکان حمید النساء کا معاملہ پیش ہوا یہ مکان گلی ڈور والان میں واقع ہے، بہت بوسیدہ ہو چکا ہے کچھ گر بھی چکا ہے، کرایہ برائے نام ہے اور مرمت کے لئے بہت زیادہ رقم کی ضرورت ہے مفادِ وقف کا تقاضہ ہے کہ اس کو فروخت کر کے کوئی جائیداد اس کی رقم سے حاصل کر لی جائے لہٰذا مجلس طے کرتی ہے کہ فروخت کی اجازت حاصل کرنے کے لئے دہلی وقف بورڈ میں درخواست دیدی جائے''۔

(روئیداد کارروائی اجلاس ۱۱؍جون ۱۹۶۷ء)

دونوں مکانوں کی فروختگی کے بعد نئی جائیداد خریدنے کی کوشش ہوتی رہی اس درمیان چار جائیدادیں زیر غور آئیں ان میں ایک انتخاب کرنا تھا تا کہ اس کی خریداری کا سلسلہ شروع کیا جاسکے، ۲؍فروری ۱۹۶۹ء اور ۱۴؍جون ۱۹۷۰ء کی دو روئیدادیں ملاحظہ فرمائیں:

''جناب شیخ جمیل الرحمن صاحب نے چار جائیدادوں کا تذکرہ فرمایا:

(۱) جائیداد موری گیٹ (۲) جائیداد بلیماران

(۳) جائیداد متصل فتح پوری (۴) جائیداد متصل موتی بازار چاندنی چوک

''طے کیا گیا کہ جناب مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب بھی ان جائیدادوں کو دیکھ لیں اور کسی ایک کو منتخب کر کے خریداری کا سلسلہ شروع کردیں''۔ (روئیداد کارروائی اجلاس ۲ر فروری ۱۹۶۹ء)

''جائیداد کے سلسلے میں مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب اور جناب شیخ جمیل الرحمن صاحب کوشش کررہے ہیں کچھ جائیدادوں کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے کوئی بات طے ہو جائے گی تو یہ حضرات اجلاسِ شوریٰ میں پیش فرمائیں گے''۔ (روئیداد کارروائی اجلاس ۱۴ر جون ۱۹۷۰)

خریداری جائیداد کے سلسلے میں گفت وشنید ہوتی رہی لیکن خریدنے کی نوبت نہیں آئی یونہی وقت گذرتا گیا مزید برآں ان دونوں مکانوں کے کرایہ داروں کے ذمے جو کرایہ کی رقم باقی تھی اُسے بھی وصولی کی توقع نہ ہونے کے باعث حساب سے خارج کردیا گیا جو مبلغ ۵۷۴ر روپے تھی۔

''فروخت شدہ جائیدادوں کا کرایہ مبلغ ۵۷۴ر روپے باقی رہ گیا زائد المیعاد ہونے کی وجہ سے اس کی وصولی متوقع نہیں ہے لہٰذا طے کیا گیا کہ اس رقم کو خارج کیا جائے''۔

(روئیداد کارروائی اجلاس ۱۴ر جون ۱۹۷۰)

الغرض یہ دونوں جائیدادیں فروخت ہوگئیں اوران کی جگہ کوئی اور جائیداد بھی نہیں خریدی گئی، کیا وجہ رہی؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

باغِ جیمس

حالِ دل کس سے کہیں، کس سے کریں فریاد ہم
رفتگاں کی روح کو ہم کس طرح دیں گے جواب

یہ جگہ نکلسن روڈ موری گیٹ پر واقع ہے جو مدرسہ عبدالرب کی جائیدادوں میں سے سب سے بڑی اور قیمتی جائیداد تھی نکلسن روڈ پر جس جگہ مسجد باغ ہے اِس مسجد کے شمال جنوب اور مشرق میں ایک طویل عریض باغ تھا جو باغِ جیمس کے نام سے جانا جاتا تھا، اسی باغ کے چند قدم کے فاصلے پر ایک کوٹھی ہے جو کوٹھی جیمس کہلاتی ہے، یہ سب زمین مسٹر جیمس نامی ایک عیسائی کی تھی بعد میں اُس کی اولاد میں سے بعض لوگ قبولِ اسلام کی دولت سے بہرور ہوئے، اُن میں بعض بڑے دیندار اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے تھے، مولانا عبدالرب دہلوی کی مجالسِ وعظ میں بھی شریک ہوتے، انہوں نے مدرسہ کے لئے اپنی زمین کا یہ بہت بڑا حصہ اور تعمیر شدہ ایک کوٹھی، مولانا عبدالرب کے سپرد کردیا، جیمس اُن کے خاندان کے بزرگ کا نام تھا اس لئے یہ باغ بھی باغِ جیمس کہلانے لگا۔

مولانا عبدالرب اُس زمانے میں مسجد آسیہ بیگم کی تعمیر میں مصروف تھے مسجد آسیہ بیگم سے ہی فارغ نہیں ہو پائے تھے کہ ۱۸۸۸ء میں مولانا اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے، مولانا عبدالرب کے وصال کے بعد صاحب زادۂ محترم مولانا محمد ادریس دہلوی کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں مدرسہ عبدالرب کو گلی امام جی جامع مسجد سے مسجد آسیہ بیگم کشمیری گیٹ میں منتقل کئے کچھ زیادہ عرصہ بھی نہیں گذرا تھا، مدرسہ میں

تعلیم، تدریس اور انتظامی اُمور سے ہی فرصت نہ ملتی، دیکھتے ہی دیکھتے والد مرحوم کے چار سال بعد ۱۸۹۲ء میں مولانا محمد ادریس صاحب بھی اس حال میں چل بسے کہ اُن کی کوئی اولاد نہ تھی، اب اس مدرسے کو سنبھالنے کے لئے دہلی کی پنجابی برادری سے تعلق رکھنے والے، مولانا عبدالرب کے مخلص مریدین اور صحبت یافتگان میں سے کچھ فرشتہ صفت حضرات آگے بڑھے اُن میں سرفہرست الحاج نواب عبدالستار کلکتہ والے ہیں آپ نے اپنے احباب کے تعاون سے مدرسہ کے انتظام کو سنبھالا اسی دوران حاجی محمد اسماعیل جاپان والے نے باغِ جیمس کے کونے پر لب سڑک ایک مسجد اور اُس کی محراب کے عقبی حصہ میں کئی دوکانیں اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائیں لیکن باغِ جیمس کا بقیہ پورا حصہ پھر بھی خالی پڑا رہا مگر باغِ جیمس اور کوٹھی جیمس پر قبضہ مدرسہ کا ہی تھا۔ اور وہاں طلبہ کی رہائش رہتی تھی۔

مسجد باغ کے جانبِ مشرق ایک قبر تھی کہا جاتا ہے کہ یہ قبر اس زمین کے واقف کی ہے شدہ شدہ اس قبر کو مزار کی شکل دیدی گئی، اُس پر گنبد آج بھی موجود ہے ہندو مسلم آکر پھول چادر چڑھانے لگے اسی حال میں وقت گذرتا گیا حتیٰ کہ ۱۹۴۷ء کے بھیانک حادثہ نے دستک دیدی، پھر کیا تھا کہ پورے ملک میں کہرام مچ گیا لوٹ مار شروع ہوگئی لوگ اپنی دوکان اور مکان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس پورے علاقہ سے مسلمانوں کی آبادی تقریباً ختم ہوگئی، دوسال تک مدرسہ میں تعلیم بھی موقوف رہی، جس کی وجہ سے اس جگہ پر سناٹا چھایا رہا۔

باغِ جیمس کے اطراف میں کوئی مسلم گھر نہیں بچا، اُسی دوران ایک پنڈت

نند لال ملتان پاکستان سے آکر یہاں بیٹھ گیا، اُس مزار کو مندر کی شکل میں تبدیل کردیا اس کے مرنے کے بعد فی الحال اس کا بیٹا پروین کمار ہے جو اس زمین پر قابض ہے اس طرح یہ جگہ مدرسہ کے قبضہ سے نکل گئی رہی باغِ جیمس کی وہ زمین جو خالی پڑی تھی اُس پر بھی قبضے ہونے لگے، اس زمین کے مشرقی جانب بڑا حصہ ڈی۔ڈی۔اے نے ہتھیا لیا اور اس میں ۶۶ رکواٹر بنالئے۔

۱۹۴۹ء میں مدرسہ کے داخلی و خارجی احوال کی نگہداشت کے لئے ایک مجلسِ شوریٰ قائم کی گئی۔

مجلس نے ۱۹۵۴ء میں باغِ جیمس کے ایک حصہ -۱۶۱ ۸۳ ۷-۲-۱۴۲ اور ۸۴ ۷، کی مقبوضہ وقف اراضی کی بازیابی اور واگذاری کے لئے سعی کرنی شروع کی ،عدالت میں مقدمہ ڈالا ، برسہا برس تک مقدمہ چلتا رہا، ایک عرصہ تک تو مقدمہ کی صحیح پیروی ہوتی رہی بعد میں ہماری ہی طرف سے کہیں نہ کہیں لاپرواہی ہوگئی، حالانکہ اس سلسلے میں مجلس کے ایک ممبر نے اپنی جوانمردی اور زندہ دِلی کا مظاہرہ کیا، محلہ گلی نعلبندان کے مسلمانوں کا بھی بہت بڑا تعاون رہا، جس کی وجہ سے متنازع زمین کے حالات مدرسہ کے موافق ہونے لگے، لیکن مدعی سست اور گواہ چست والی مثال صادق آگئی، آخرکار ۱۹۹۷ء میں یہ جگہ مدرسہ کے قبضہ سے بالکل نکل گئی آج اُس زمین پر بہت بڑی مارکیٹ بنی ہوئی ہے، جس میں تقریباً ۱۰۰ ر ایکسو دوکانیں ہیں، گویا ایک کمپلیکس ہے، مندرجہ بالا مقدمات کی تفصیلات بھی ہیں جو مجلسِ شوریٰ کے رجسٹر کارروائی اجلاس میں موجود ہے۔

بقول کسے:۔

احباب چارہ سازئ وحشت نہ کرسکے
زنداں میں بھی خیالِ بیاباں نورد تھا

مسجد باغ:

یہ مسجد مدرسہ عبدالرب کی وقف جائیداد باغِ جیمس نکلسن روڈ موری گیٹ پر واقع ہے اس مسجد کو اور اس کے عقب میں ملحق دکانوں کو مدرسہ کے بڑے مخلص وخیر خواہ مہتمم حاجی حافظ محمد اسماعیل جاپان والے نے اپنی جیب خاص سے تعمیر کرایا تھا، مسجد کا رقبہ تقریباً ۲۵۰ رگز ہے تین در ہیں، مسقّف حصہ تین صفوں اور صحن چھ صفوں پر مشتمل ہے، مسجد میں داخل ہونے کے لئے محراب نما دروازہ، حی علی الصلاۃ کی طرف مغربی جانب سے ہے، اسی دروازے کے اوپر ایک بڑا کمرہ ضروریاتِ مسجد کے لئے بنا ہوا ہے، حاجی صاحب نے یہاں مسجد بنانے کا فیصلہ ایسے وقت میں کیا کہ جب اس زمین پر آئے دن قابضین کی نظریں خوف زدہ کررہی تھیں، حاجی صاحب نے سوچا کہ ناگہانی صورت میں حالات کا مقابلہ بھی کیا جائے گا لیکن قبل اس کے کہ کوئی حادثہ درپیش ہو جتنا حصہ بچایا جاسکتا ہو کیوں نہ بچالیا جائے اور سب سے بہتر مسجد ہے کہ سبھی لوگ اس مقدس مذہبی عمارت کا احترام بھی کرتے ہیں تو اس طرح یہ مسجد ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۷ء کی درمیانی مدت میں تعمیر ہوئی، حاجی صاحب کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی ایمانی بصیرت نے حالات کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا، اگر یہاں مسجد نہ بنائی جاتی تو

جس طرح پورا باغِ جیمس ہاتھ سے نکل گیا یہ جگہ بھی نہ بچتی۔

۱۹۷۴ء میں مسجد ہذا کو کسٹوڈین کی طرف سے نیلام کرنے کا بھی آرڈر آیا، لیکن مجلس نے کوشش کر کے اس آرڈر کو مسترد کرایا اس کی روئیداد اس طرح ہے:

''مسجد باغِ جیمس کو کسٹوڈین کی طرف سے نیلام کیا جارہا ہے، مجلس ضروری سمجھتی ہے کہ جناب فخر الدین علی احمد صاحب کو ایک درخواست کے ذریعے توجہ دلائی جائے اوقاف کا تعلق موصوف سے ہے وہ اس نیلامی کو رُکوانے کی ہدایت فرمائیں اور کسٹوڈین کے فیصلے کو مسترد کرائیں، عبادت خانہ نیلام نہیں کیا جاتا''

(روئیداد ۱۷؍محرم ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰؍فروری ۱۹۷۴ء)

یہ مسجد روزِ اول سے مدرسہ عبدالرب کے زیر انتظام ہے فی الحال اس میں مولوی امانت علی، ساکنِ مالدہ بنگال، امامت کرتے ہیں، موصوف ۱۹۸۴ء میں مدرسہ عبدالرب سے فارغ ہو کر منجانب منتظمہ اس مسجد کی نگرانی اور دیکھ بھال پر مامور ہو گئے، اس مسجد کے اطراف میں کوئی آبادی نہیں ہے، مارکیٹ بند ہو جانے کے بعد بالکل سناٹا رہتا ہے، موصوف نے صفائی، اذان اور پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام کر کے مسجد آباد کر رکھی ہے، علاوہ ازیں حسب ضرورت مرمت وغیرہ کا چھوٹا بڑا کام بھی اصحابِ خیر سے کراتے رہتے ہیں، بڑی ثبات قدمی اور ہمت کے ساتھ اپنی مفوضہ خدمات انجام دے رہے ہیں، موصوف گھڑی کے مستری بھی ہیں، مسجد کے دروازے کے باہر دن میں ٹھیہ لگا کر تھوڑا بہت کام کر لیتے ہیں، کیونکہ اہل مدرسہ کی

طرف سے ملنے والا وظیفہ انتہائی ناکافی ہے، مسجد کی دکانوں کے کرایہ داروں پر بھی خاص نظر رکھتے ہیں اور ہر طرح کے حالات سے منتظمہ کو مطلع کرتے رہتے ہیں۔

مدرسہ عبدالرب کے سابق ذمہ داران وممبرانِ منتظمہ کمیٹی

☆ مولانا محمد عبدالرب بن مولانا عبدالخالق دہلوی (بانی)
☆ مولانا محمد ادریس بن مولانا عبدالرب دہلوی
☆ حاجی فخر الدین پٹنہ والے
☆ حاجی اسماعیل پٹنہ والے
☆ حاجی نواب عبدالستار کلکتہ والے
☆ حاجی محمد اسماعیل جاپان والے (تا ۱۹۵۷ء)
☆ حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی (تا ۱۹۶۰ء)
☆ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ (۱۹۵۱ تا ۱۹۵۲ء)
☆ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی (۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۷ء)
☆ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی (۱۹۴۹ء تا ۱۹۸۴ء)
☆ حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۲ء)
☆ حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی (۱۹۴۹ء تا ۱۹۷۵ء)
☆ حضرت مولانا محبوب الٰہی دیوبندی (۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۱ء)
☆ حاجی محمد دین چھتری والے (۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۷ء)
☆ حاجی محمد رفیع پٹنہ والے پل بنگش (۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۱ء)

☆ حاجی سراج الدین خضاب والے (۱۹۵۷ء تا ۱۹۵۸ء)

☆ حاجی محمد شفیع پیکارڈ واچ کمپنی ۱۹۸۲ء تا ۱۹۹۰ء

☆ شیخ جمیل الرحمن چشمہ والے (۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۶ء)

☆ حضرت مولانا محمد رفیع دیوبندی (۱۹۷۱ء تا ۱۹۸۲ء)

☆ شیخ محمد عمر لیس والے (۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء)

☆ مولانا رفیق احمد رحمانی (۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۳ء)

☆ مولانا فقیہ الدین دہلوی (۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۲ء)

☆ مولانا انیس الحسن ہاشمی (۱۹۷۶ء تا ۱۹۹۷ء)

☆ مولانا محمد سعید دہلوی (۱۹۸۲ تا ۱۹۸۹ء)

☆ مولانا محمد اسحق میواتی ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۶ء

☆ حاجی نذیر الحق پراچہ (۱۹۹۶ء تا ۲۰۱۶ء)

☆ ڈاکٹر محمد نصیب الدین قریشی ۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۶ء

☆ حاجی محمد موسیٰ بٹلہ ۱۹۹۶ء تا ۲۰۱۴ء

☆ مولانا عبدالستار سلام قاسمی ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۲ء

☆ جناب نظام الدین دہلوی (۱۹۸۳ء تا ۲۰۰۸ء)

☆ مولانا اختر ہاشمی ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۸ء

☆ مولانا عتیق احمد بلیماران ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء

☆ مولانا فاروق واصفی ۱۹۸۲ء تا ۲۰۱۱ء

حاجی اسماعیل پٹنہ والے

آپ مدرسہ عبدالرب کے بڑے ہی مخلص تھے، علم دین کی نشر واشاعت اور علماء وطلبۂ مدارس کی خدمت کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے تھے، حاجی عبدالستار کلکتہ والے کے بعد حاجی اسماعیل جاپان والے، مدرسہ کا مہتمم بننے کو تیار نہیں ہورہے تھے، حاجی اسماعیل پٹنہ والے کے اصرار پر ہی آمادہ ہوئے، پٹنہ والے نے فرمایا تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں کچھ فکر نہ کرو، جس طرح ہوگا مدرسہ چلانے کی کوشش کرونگا، آپ کے تعلق سے ایک تحریر نقل کی جاتی ہے:

''حاجی محمد اسماعیل مرحوم پٹنہ والے کلکتہ میں سگریٹ کے سول ایجنٹ تھے۔ کاروبار وسیع پیمانہ کا تھا، پندرہ بیس منشی اور کارندے مصروف کار رہتے تھے۔ جملہ ملازمین کا کھانا حاجی صاحب کے دسترخوان پر لگ جاتا تھا۔ بلاتخصیص ادنیٰ واعلیٰ سب کے ساتھ ملکر تناول فرماتے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم تشرع اور تہجد گزار بزرگ تھے۔ ملازمین بھی پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ حاجی صاحب کی آمدنی کا زیادہ حصہ غرباء ومساکین کی امداد میں صرف ہوتا تھا۔ نہایت مسکین نواز اور حلیم الطبع تھے۔ کسی نے حاجی صاحب سے کہا کہ آپ کا ہاتھ تو بہت کشادہ ہے۔ کچھ تو اولاد کے مستقبل کا بھی خیال کرنا چاہئے۔ فرمایا: میاں! اولاد اگر لائق اور ہوشمند ہے تو خدا

کی عطا کا ہاتھ تو بہت بڑا ہے اور اگر اولاد نالائق ہوئی تو چھوڑی ہوئی دولت کا کیا اعتبار ہے؟''

(بشکریہ: عبدالوحید صاحب۔ سوداگر جولائی ۱۹۰۶ء)

یادِ رفتگاں

مفتیٔ اعظم علامہ مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی

آپ کی ولادت با سعادت موضع شاہ جہاں پور میں ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں ہوئی، تعلیمی سلسلے کا آغاز وطنِ مالوف شاہ جہاں پور میں ہی ہوا مزید علوم کی تحصیل کے لئے آپ نے جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں باقاعدہ داخلہ لیا، اُس زمانے میں وہاں مولانا مولانا عبدالعلی میرٹھی بھی مدرس تھے، بعدہٗ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے وہاں آپ کے اساتذہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا عبد العلی صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہے مولانا عبدالعلی مراد آباد سے دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہو گئے تھے اور ۱۳۱۳ھ میں مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، آپ نے غربت کے باوجود طالب علمی کا زمانہ نہایت خودداری کے ساتھ گذارا، کروشیائے کی ٹوپیاں بُن کر اُس کی آمدنی سے اپنے تمام اخراجات پورے کرتے تھے۔

فراغت کے بعد اپنے وطن کے ایک مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا پھر ۱۳۲۱ھ میں مولانا امین الدین اورنگ آبادی کے بیحد اصرار پر مدرسہ امینیہ میں مسندِ

صدارت پر فائز ہوئے، آپ کے ذریعہ سے مدرسہ امینیہ کو خوب ترقی اور شہرت ملی، آپ کو اپنے اُستاذ شیخ الہند کی صحبت اور برکت سے محدث، فقیہ، مفتی، مجاہد ہونے کے ساتھ سیاسی بصیرت سے بھی حصہٗ وافر ملا، چنانچہ ۱۹۱۹ء میں آپ نے دوسرے علماء کے ساتھ مل کر جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد ڈالی، آپ نے دین کے خاطر بہت مجاہدے اور تکلیفیں برداشت کی، قوم وملت کے مفاد میں ہمیشہ پیش پیش رہے، تحریکِ آزادی میں آپ کا بڑا کردار رہے، آپ کے ذِکرِ خیر سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

۲/اکتوبر ۱۹۵۱ء میں آپ کو مدرسہ عبد الرب کی مجلسِ شوریٰ میں شامل کیا گیا تھا، آپ کی شمولیت کے بعد مجلس کے جتنے اجلاس ہوئے، سب آپ ہی کی زیرِ صدارت منعقد ہوئے، آپ کی مدرسہ عبد الرب سے وابستگی تاوقتِ وفات یعنی ایک سال تین ماہ تک رہی۔ آپ ریاؤنمود سے کوسوں دور رہتے۔

مجلس شوریٰ مدرسہ عبدالرب نے آپ کی وفات پر تعزیتی تجویز ان الفاظ میں منظور کی۔ مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

تعزیتی تجویز:

''مدرسہ عبدالرب کی مجلسِ شوریٰ کا یہ اجلاس اپنے سرپرست واہم رُکن حضرت علامہ مفتیٔ اعظم محمد کفایت اللہ دہلویؒ کی وفات حسرت آیات پر انتہائی رنج وملال کا اظہار کرتا ہے، آپ ۲/اکتوبر ۱۹۵۱ء سے تادمِ آخر یعنی ۳۱/دسمبر ۱۹۵۲ء تک مجلس کے محض رُکن ہی نہیں بلکہ صدر کی حیثیت سے ہر اجلاس میں تشریف لاتے اور مجلس کی سرپرستی فرماتے رہے، آپ

کے بیش بہا مشوروں سے ادارہ مستفید ہوتا رہا، آپ موت عالِم موت العالَم کے حقیقی مصداق ہیں، آپ کی ذات والا صفات صرف ایشیا ہی میں نہیں بلکہ بین الاقوامی شخصیت کی حامل تھی۔

مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب کا یہ اجلاس اللہ رب العزت کی بارگاہِ قدس میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، نیز مجلس کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے''۔آمین

(روئیداد اجلاس ۷ ۲ ر ربیع الاول ۲ ۷ ۱۳ ھ ۱۴ رجنوری ۱۹۵۳ء)

عاجز نے آپ کی قطعہ تاریخ وفات اس طرح قلم بند کی ہے:

مجدد مفتیٔ اعظم کفایت		روایت ہم مگر وہ تھے درایت
وہی تھا اپنی جمعیت کا بانی		کھپادی اُس نے اپنی زندگانی
وہ جلسوں میں ضیا پاشی بھی کرتا		مدارس کی نگہبانی بھی کرتا
اب ایسے رہنما دنیا میں کم ہیں		جو افسردہ ہوئے امت کے غم میں
اُٹھا نہ شور کوچہ اور گلی میں		خموشی سے گئے مہرِ ولی میں
خدایا اب وہ میٹھی نیند سووے		کفایت جنت الفردوس ہووے

(۱۳۷۲ء)

آخری شعر کے دوسرا مصرعہ ''کفایت جنت الفردوس ہووے'' سے سن وفات ۱۳۷۲ھ نکلتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی متوطن اللہ داد پور، ضلع فیض آباد، آپ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی کے وصال کے بعد ۱۹۵۳ء میں مدرسہ عبدالرب دہلی کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن نامزد ہوئے۔

آپ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء کو ضلع اناؤ بانگر مئو میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ ہیڈ ماسٹر تھے۔ ۱۹ر پشت پیشتر آپ کا خاندان ہندوستان آیا تھا، ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں آپ بغرضِ تعلیم دار العلوم دیوبند تشریف لائے، یہاں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی نے خاص شفقت و عنایات سے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ ۱۳۱۵ھ میں دار العلوم کے نصاب کی تکمیل ہوئی، فراغت کے بعد ۷ر برس دیوبند کے علمی روحانی ماحول میں گزارے، لیکن آپ کے والد شوقِ ہجرت میں مدینہ منورہ کے لئے رختِ سفر باندھ چکے تھے جس کی وجہ سے آپ بھی والد صاحب کے ہمراہ روانہ ہوگئے، قیامِ مدینہ کے دوران تقریباً ۱۰ یا ۱۲ر سال سے زیادہ مسجد نبوی میں درسِ حدیث کی عظیم خدمت باوجود تنگی وعسرت کے توکلاً علی اللہ انجام دی۔

آپ بھی شیخ الہند کے اُن رفقاء میں شامل تھے جنہیں راہِ حق میں گرفتار کیا گیا اور مالٹا کی اسارت ہوئی، ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں جب حضرت شیخ الہند کی رہائی ہوئی تو اُستاذِ محترم کی معیت ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔

۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں جب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے مستعفی

ہونے کے بعد دارالعلوم کی مسندِ حدیث خالی ہوگئی تو ایسے میں سب کی نظرِ انتخاب آپ ہی کی ذاتِ گرامی پر پڑی، اورآپ دارالعلوم میں شیخ الحدیث وصدرالمدرسین کے منصب عالی مقام پر فائز ہوئے۔آپ کے زمانۂ صدارت میں طلباء کی تعداد میں دوگنا سے بھی زیادہ اضافہ ہوا، بالخصوص دورۂ حدیث میں یہ تعداد ۳رگنے سے متجاوز ہوگئی ،مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی کتاب بذل المجہود کا مقدمہ آپ ہی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ آپ علمی وعملی اعتبار سے بلندترین مقام ومرتبہ کے حامل تھے، یہاں تک کہ آپ شیخ الاسلام کے خطاب سے یاد کئے جانے لگے، جوصدیوں میں کسی کو ملتا ہے۔اس کے علاوہ آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کے حالات کودیکھ کرمیدانِ سیاست میں قدم رکھااورمسلمانوں کے غیرمعمولی خدمت کر کے ایک تاریخ رقم فرمائی۔

بےشمار مدارس اوردینی تحریکات کی سرپرستی فرماتے رہے، مدرسہ عبدالرب دہلی میں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۷ء تک مجلس کے مؤقر رُکنِ رکین رہے، ہرمیٹنگ میں تشریف لاتے اوراہم امور میں اپنی بصیرت افروزاوروقیع رائے گرامی سے ادارہ کو مستفیض فرماتے۔

بالآخر ۱۲رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ردسمبر ۱۹۵۷ء میں علم واخلاق کا یہ روشن آفتاب دُنیائے اسلام کومجلّیٰ ومنورکرکے ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

اناللہ واناالیہ راجعون

سید الملت حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی:

آپ جید عالم دین، مؤرخِ اسلام، ماہر سیاست، محدث عصر اور مصنف کتبِ کثیرہ تھے، آپ محدثِ وقت علامہ سید انور شاہ کشمیری کے اجل تلامذہ میں سے ایک تھے۔ دارالعلوم سے علوم اسلامیہ پڑھ کر فارغ ہوئے، فراغت کے بعد جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد یوپی میں ایک عرصہ تک مدرس و مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے حکم پر جمعیۃ علماء ہند کے نہایت فعال و متحرک ناظمِ عمومی رہے، کانگریس کے بڑے مخلص سپاہی اور صفِ اوّل کے لیڈر رہے، کئی بار جیل گئے متعدد مفید کتابوں کے مصنف تھے، دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ مجموعی حیثیت سے علم و عمل، حلم و اخلاق میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔

مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ دہلی میں جب مجلسِ شوریٰ کا قیام عمل میں آیا آپ اُس کے اہم رکن بنائے گئے۔ آپ نے ۲۵ رسال مجلسِ شوریٰ کے رُکن ہونے کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ نے اس مدت میں مدرسہ کو اپنی مخلص آراء اور قیمتی مشوروں سے خوب فائدہ پہنچایا، اجلاسہائے مجلسِ شوریٰ کی کارروائیاں آپ ہی کی نوکِ قلم سے لکھی ہوئی ہیں، آپ کا وصال ۱۶ رشوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ راکتوبر ۱۹۷۵ء میں ہوا۔ آپ کے انتقالِ پُرملال پر مجلسِ شوریٰ میں جو تعزیتی تجویز منظور کی گئی وہ مندرجہ ذیل ہے:

تعزیتی تجویز :۔

''مجلسِ شوریٰ مدرسہ مولوی عبدالرب کا یہ جلسہ، مجلس کے قدیم اور معزز رُکن حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مرحوم کی وفات پر دِلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے، حضرت مولانا اپنی گونا گوں خصوصیتوں کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، مرحوم نے سالہا سال تک مدرسہ عبدالرب کی شاندار اور بے لوث خدمات انجام دیں اور مدرسہ نے ہمیشہ اُن کے قیمتی مشوروں سے رہنمائی حاصل کی، مرحوم کا شمار ملک کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا وہ نہ صرف ایک مقدس اور بلند پایہ عالم دین تھے بلکہ وہ بہت بڑے مؤرخ اور مصنف تھے، ملک کے خدمت گذاروں میں بھی اُن کا مقام نمایاں ہے، وہ حقیقی معنی میں مجاہد آزادی تھے، ملک کی جدوجہد آزادی میں اُن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، انہوں نے حق وصداقت کی راہ میں بارہا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اُن کی زندگی اہل علم کے لئے مشعلِ راہ تھی۔

مرحوم کی رحلت سے ملک وملت کو عموماً اور مدرسہ عبدالرب کو خصوصاً ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔ یہ جلسہ دست بہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمتِ خاص سے نوازیں''۔ آمین

حاجی محمد دین چھتری والے

حاجی صاحب بڑے مخیر اور دینی مدارس و مکاتب سے خصوصی لگاؤ رکھنے والے صاحب دِل آدمی تھے، ۱۹۵۱ء میں آپ کو مدرسہ کی مجلسِ شوریٰ کا ممبر نامزد کیا گیا لیکن مدرسہ کے ساتھ والہانہ تعلق قدیم مدت سے چلا آ رہا تھا، یہ وہ مخلص لوگ تھے جو مدرسہ کی خدمت کو اپنی خوش نصیبی و نیکفالی تصور کرتے تھے، مدرسہ کے طلبہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے، اُن کی ضروریات کا خیال رکھنا اپنا ایمان سمجھتے اب ایسے لوگ ڈھونڈنے سے نہیں ملتے آپ سولہ سال مدرسہ کے باضابطہ ممبر رہے کبرِ سنی کی وجہ سے جب مدرسہ آنا جانا مشکل ہو گیا تو مجلس کی رکنیت سے از خود مستعفی ہو گئے۔ حاجی صاحب کے اخلاص کو سلام۔۔۔حاجی صاحب اُن لوگوں میں سے نہ تھے کہ خواہ مدرسہ کے احوال وکوائف کی ایک دِن بھی جا کر خبر نہ لیں مگر منتظمین کی فہرست میں اپنا نام جلی قلم سے لکھا ہوا ہونا چاہئے۔

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتا چلوں

حاجی صاحب نے ۱۹۶۷ء میں اپنا استعفاء پیش کیا، چنانچہ روئیداد میں مکتوب ہے:

''جناب حاجی محمد دین صاحب کا استعفاء پیش ہوا، حاجی صاحب کی معذوری کی بنا پر نہایت افسوس کے ساتھ اس کو منظور کیا گیا''۔

(روئیداد ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ مطابق ۳ راگست ۱۹۶۷ء)

اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کی مخلصانہ، ہمدردانہ دینی خدمات کو قبول فرمائے۔آمین

قائد ملت مفتی عتیق الرحمن عثمانی

۱۹۴۷ء کے بعد جن ہستیوں نے مدرسہ عبدالرب کے انتظام وانصرام میں نمایاں کردار ادا کیا اُن میں حضرت مفتی عتیق الرحمن عثمانی کا نام سرفہرست ملتا ہے، آپ ایک علمی عملی اور روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے والد دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی، فقیہ باکمال مفتی عزیز الرحمن عثمانی ہیں اور دادا حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی جو دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے۔

مفتی صاحب کی پیدائش ۱۹۰۱ء میں ہوئی دیوبند میں ہی بچپن، لڑکپن اور تعلیم وتربیت کے تمام مراحل طے کئے ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں محدثِ عصر حضرت علامہ انورشاہ کشمیری سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا فراغت کے بعد اپنی استعداد و صلاحیت کی بنا پر دارالعلوم دیوبند میں افتاء وتدریس کے منصب پر مامور ہوئے۔ چند سال بعد ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں دارالعلوم میں جو اختلاف ہوا تھا اُس میں آپ اپنے اساتذہ علامہ انورشاہ کشمیری، علامہ شبیر عثمانی اور مفتی عزیز الرحمن رحمہم اللہ کے ساتھ گجرات، ڈابھیل تشریف لے گئے مگر وہاں کی آب وہوا آپ کے موافق نہیں آئی، کچھ سال قیام کر کے کلکتہ کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں درسِ قرآن، امامت وخطابت جیسے دینی اُمور سے منسلک رہے۔

ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کرنے کا تخیل، آپ کے ذہن میں قیامِ کلکتہ کے دوران ہی پیدا ہوا تھا، آپ ۱۹۳۷ء میں کلکتہ سے دہلی تشریف لے آئے اور قرول باغ جو مسلم آبادی سے بھرا ہوا علاقہ تھا وہاں ایک چھوٹی سی مگر خوبصورت کوٹھی کرائے

پر لی، جسے ادارہ کا دفتر بنا کر کام کرنا شروع کر دیا، دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں تقسیم وطن کا سانحہ پیش آیا جس سے پورا ملک ہل گیا، وہیں دہلی بھی حد درجہ متاثر ہوئی، پورا قرول باغ اُجڑ گیا، ادارہ کا دفتر بھی وہاں سے جامع مسجد اُردو بازار میں منتقل کیا گیا، تقسیم وطن کے حادثے میں جب مسلمان بے یارو مددگار تھا، نفسی نفسی کا عالم، قیامت خیز منظر کی منھ بولتی تصویر بن گئی تھی۔ ایسے وقت میں آپ اور دیگر سیاسی اور سماجی علماء و دانشور جہاں ملک بھر میں چل پھر کر مسلمانوں کو حوصلہ دے رہے تھے وہیں اُجڑتی دِلّی کو بچانے اور بسانے کی کوشش میں مفتی عتیق الرحمن اور مولانا حفظ الرحمن پورے عزم و استقلال کے ساتھ مصروفِ عمل تھے آج انہی حضرات کی محنتوں اور کاوِشوں کا ثمرہ ہے جو دہلی کے مساجد و مدارس اور گلی کوچوں میں مسلمان نظر آتے ہیں۔

بالخصوص مدرسہ عبدالرب کے لئے آپ نے بڑی محنتیں کیں، ۱۹۴۹ء میں مدرسہ کی مجلسِ شوریٰ کا قیام عمل میں آیا تھا جس کا صدر آپ ہی کو بنایا گیا، ابتداء سے لیکر تا وفات آپ ہی صدر رہے اِس مدرسہ سے آپ کا والہانہ قلبی تعلق تھا، کیونکہ یہ مدرسہ اکابرِ علمائے دیوبند کی خاص توجہ کا مرکز رہا اور آپ کے تایا جان علامہ شبیر احمد عثمانی جب تک ہندوستان میں رہے، مدرسہ کی سرپرستی کرتے بلکہ ہر سال سالانہ جلسے کے موقع پر مدرسہ میں تشریف لاکر باقاعدہ بیان فرماتے تھے۔

آپ نے اپنی سیاسی، فکری، ایمانی بصیرت کے ساتھ مدرسہ عبدالرب کے نظم وضبط کو بحسن وخوبی چلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، ہر میٹنگ میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرماتے، ۱۹۴۷ء کے بعد مدرسہ ہذا کے لئے سب سے بڑا مسئلہ

جائیدادوں کی حفاظت کا تھا، آپ نے مقبوضہ جائیدادوں کی واگذاری اور بازیابی کے لئے حتی الامکان کوشش کی وہ الگ بات ہے کہ کامیابی نہ مل سکی۔ لیس علی الانسان الا ما سعی، آپ نہایت متحمل مزاج، بردباراور سنجیدہ ذہنیت کے حامل تھے، اخیر عمر میں فالج کے مرض میں گرفتار ہوئے اور ۱۲؍مئی ۱۹۸۴ء میں واصل الی اللہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو ٹھنڈا فرمائے اور خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاری

آپ مدرسہ عبدالرب کی مجلسِ شوریٰ کے ۱۱؍سال فعال ومتحرک رُکن رہے ۱۳۴۲ھ میں دار العلوم دیوبند سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کی، مولانا علمی اور تدریسی لائن کے بڑے ذکی، ذہین، صاحب تدبر اور بے نظیر فاضل تھے، تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ تصنیفی مشغلہ بھی رہا، آپ نے متعدد رسائل وکتب تحریر فرمائیں، مثلاً حفظ الرحمان لمذہب النعمان، مالابار میں اسلام، اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق اور قصص القرآن جیسی بلند پایہ اور محققانہ کتابیں لکھ کر عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

لیکن ۱۹۴۷ء کے حادثے نے آپ کا رُخ ملک وملت کی خدمت کی طرف موڑ دیا اور عالم دین کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ وقت جس خدمت کا متقاضی ہو اُس پر لبیک کہے یہی سب سے بڑی دین کی خدمت مانی جاتی ہے، ہمارے اکابر اسلاف کا

یہی وطیرہ رہا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی تعلیم ملتی ہے، مولانا حفظ الرحمن اس کے پورے مصداق تھے، آپ عزم و استقلال کے پہاڑ، ہمت و جرأت میں فقید المثال تھے، دہلی کا چپہ چپہ آپ کی بہادری کی گواہی دیتا ہے۔ ۱۹۴۷ء کے زمانے میں ہر طرف افراتفری، لوٹ مار، ہٹو بھاگو، کا ماحول تھا، ایسے وقت میں آپ نے وہ کارنامہ انجام دیا جسے تاریخ کبھی بھلا نہیں سکتی۔

جب دہلی میں کشت وخون کی گرم بازاری تھی مولانا کے ہندو دوستوں نے اُن سے بڑے اصرار کے ساتھ کہا کہ شہر میں آپ کی حفاظت مشکل ہوگئی ہے اسلئے ہمارا مشورہ ہے کہ آپ پناہ گزینوں کے حفاظتی کیمپ میں منتقل ہوجائیں مگر انہوں نے اُن کے اس مشورے کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہمارے لئے اس سے زیادہ شرم اور بزدلی کی کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ خود اپنے ہی وطن میں ہم پناہ گزیں بن کر رہیں؟ بے شک یہ سخت آزمائش کا وقت ہے مگر ہمیں اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔

ملک وملت کے لئے آپ کی غیر معمولی خدمات ہیں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تحفظ کی زبردست کوشش کی، دراصل آپ کو ملت کا اعتماد حاصل تھا، آپ کی مثال اُس مجاہد کی سی ہے جو راہِ خدا میں تھکنے کا نام نہیں لیتا، آپ مجاہد ملت کے خوبصورت لقب سے یاد کئے جاتے رہیں گے۔

مدرسہ عبدالرب میں مجلسِ شوریٰ کا قیام یکم رجون ۱۹۴۹ء میں ہوا تھا، ۱۹۵۱ء میں مجلس کے افراد کی تعداد پانچ سے سات کی گئی دو نام بڑھائے گئے ایک نام حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا اور دوسرا نام آنجناب مولانا حفظ الرحمن سیوہاری کا،

آپ ہر مجلس میں پابندی سے تشریف لاتے اور مجلس کو اپنے قیمتی مشوروں سے فیض پہنچاتے یہ مبارک سلسلہ تا دمِ آخر رہا، عمر کے آخری لمحے سخت بیماری میں گذرے، بالآخر ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں اس دارِ فانی سے رُخصت ہوئے، اللہ تعالیٰ آپ کیمحنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین

آپ کی وفات کے بعد مدرسہ عبدالرب کی مجلس شوریٰ نے جو تعزیتی تجویز منظور کی اُسے ملاحظہ فرمائیں:

تجویز تعزیت:

''مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب کا یہ اجلاس اپنے معزز و محترم رُکن رکین مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن کی وفات پر دِلی رنج والم ظاہر کرتا ہے اور اُن کے تمام پسماندگان کو اپنی ہمدردی کا یقین دِلاتا ہے علم وفضل کے اعلیٰ کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خلق خدا کا وہ درد، اور ترقئ ملک وملت کا وہ جذبہ عطا فرمایا تھا جس نے آپ کی زندگی کو جہادِ مسلسل اور سعئ پیہم بنا دیا تھا اسی بنا پر صحیح معنی میں آپ کو مجاہد ملت کہا گیا۔

حضرت مجاہد ملت کی وفات موتُ العالِم موت العالَم کی صحیح تصویر اور نا صرف مجلسِ شوریٰ بلکہ پوری ملت کے لئے نقصانِ عظیم ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو عبادِ مقربین کے زمرے میں داخل فرمائے اور بے انتہاء نعمتوں سے نوازے''۔ آمین (روئیداد ۱۹۶۲ء)

شیخ حاجی جمیل الرحمن (چشمہ والے) :

محترم الحاج شیخ جمیل الرحمن چشمہ والے ساکن نیا محلہ گلی قاسم جان دہلی بھی ان نیک بخت ہستیوں میں ہیں جنہیں مدرسہ عبدالرب کی بے لوث خدمت کا موقع ملا۔ ۱۹۶۷ء میں مدرسہ کے سابق رُکن حاجی محمد دین چھتری والے اپنی معذوری کے باعث مستعفی ہو گئے تھے اُن کی جگہ آپ کو ۱۶؍جنوری ۱۹۶۸ء میں مجلس کا رُکن نامزد کیا گیا، آپ مجلس کے منعقد ہونے والے ہر اجلاس میں بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ تشریف لاتے اور مجلس کو مدرسہ کے مفاد میں مفید نیک مشورے دیتے، ۱۹۷۶ء میں آپ کا وصال ہو گیا، تا دمِ آخر مدرسہ کی خدمت سے وابستہ رہے۔

شیخ محمد عمر (لیس والے) :

الحاج شیخ محمد عمر ولد حاجی رفیع الدین ساکن حویلی حسام الدین بلی ماران، آپ دہلی کے باثر اور معزز شخصیات میں سے تھے ۲۳؍اگست ۱۹۸۲ء کی میٹنگ میں مدرسہ عبدالرب دہلی کی مجلسِ شوریٰ کے تین نئے ممبر نامزد کئے گئے، ان میں ایک آپ کا اسم گرامی بھی شامل تھا، ادارہ آپ کی مخلصانہ خدمات سے ڈھائی تین سال ہی منتفع ہو پایا کہ آپ ۱۹۸۵ء میں بعمر ۷۲؍سال اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے ۔ ۲۸؍جنوری ۱۹۸۵ء کی میٹنگ میں جو تعزیتی تجویز منظور ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہے:

تجویز تعزیت:

''شوریٰ مدرسہ عبدالرب کا یہ جلسہ جناب الحاج محمد عمر لیس والے رُکن

شوریٰ کی وفات حسرت آیات پر دِلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے، مرحوم مختلف تنظیموں اور اداروں کے سرگرم رُکن، ملّی اور دینی معاملات میں غیر معمولی دِلچسپی رکھنے والی ممتاز ہستی تھے ان کی رحلت سے ادارہ ایک سرپرست سے محروم ہوگیا، ہم سب بارگاہِ ربِّ جلیل میں دست بہ دعا ہیں کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے''۔ آمین (روئیداد ۲۸؍جنوری ۱۹۸۵ء)

حاجی محمد موسیٰ بٹلہ:

محترم جناب حاجی محمد موسیٰ بٹلہ ولد حاجی محمد یاسین (صابن والے) ساکن پھاٹک حبش خاں، کھاری باؤلی، دہلی۔ آپ دِلّی کی پنجابی برادری کے ایک دیندار، امانتدار اور اُصول پسند آدمی ہیں، مدارس ومساجد کا خاص خیال رکھتے ہیں، قومِ پنجابیان کو آپ پر بھرپور اعتماد ہے، ضرورتمند اداروں اور علاقوں کا خود جا کر معائنہ کرتے ہیں دِل مطمئن ہونے کے بعد دِل کھول کر تعاون کرتے ہیں۔

۱۹۹۶ء میں آپ مدرسہ عبدالرب دہلی کے رُکن منتخب ہوئے اور کچھ عرصہ بعد نائب صدر کے عہدہ پر مقرر ہوگئے، راقم الحروف ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۸ء تک مدرسہ عبدالرب میں مدرس ہونے کے ساتھ امام ونگراں دارالاقامہ بھی تھا، اس زمانہ میں حاجی صاحب گاہے گاہے نمازِ فجر میں تشریف لاتے رہتے تھے۔ نماز کے بعد طلبہ سے ملاقات کرتے، حال چال معلوم کرتے۔ طلبہ کی اگر کوئی جائز شکایت ہوتی تو اُسے رفع

کرنے کی کوشش کرتے۔

ایسے منتظم بہت کم ہیں جو زمینی سطح پر جا کر حقیقتِ حال کا بچشمِ خود معائنہ کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کی خیر خبر لیتے ہیں، ورنہ کاغذی کارروائی اور دفتری پورٹیں تیار لینا تو سب کے لئے آسان ہے۔

دو اہم یادگار واقعے

حاجی موسیٰ بٹلہ سے متعلق دو یادگار واقعے ابھی تک ذہن میں محفوظ ہیں اور صمیم قلب سے دعائیں نکلتی رہتی ہیں۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب نمازِ فجر میں تشریف لائے ہوئے تھے، سخت گرمی کا موسم تھا، نماز بعد طلبہ نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے حجروں کے لئے پنکھوں کا مطالبہ رکھ دیا، آپ نے فوراً منظور کر کے پنکھے لگوا دیئے۔ اگرچہ بعض اراکین اس پر نا خوش ہوئے کہ بجلی کا بل زیادہ آئے گا مگر حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہم تو ایئر کنڈیشن میں رہتے ہیں اور یہاں مہمانانِ رسول ﷺ کو پنکھے بھی نصیب نہیں، بڑے دُکھ کی بات ہے، اس وقت سے مدرسہ ہذا کے طلبہ کو حجروں میں پنکھے کی ہوا نصیب ہوئی۔

اسی طرح ایک بار اساتذہ نے مشاہرہ جات میں اضافہ کی درخواست پیش کی، مجلسِ شوریٰ میں بحث وتمحیص کے بعد کسی وجہ سے وہ درخواست منظور نہ ہوسکی لیکن حاجی صاحب موصوف نے مدرسہ کے منشی رحیم الدین کو اپنے آفس میں بلوایا اور اساتذہ کے لئے ۲۰۰۰۰/ بیس ہزار روپئے عنایت فرمائے، ہر ایک کے حصہ میں خاصی رقم آئی، جبکہ اُس وقت اساتذہ کی تنخواہ ہی تیرہ یا چودہ سو روپئے ہوا کرتی تھی،

نئے مدرس کا مشاہرہ ۱۲۰۰/روپے سے شروع ہوتا تھا جبکہ آج ۴۰۰۰/روپے سے شروع ہوتا ہے، راقم کے خیال کے مطابق درسِ نظامی کے کسی بھی مدرسہ میں تنخواہوں کا ایسا معیار نہیں ہے، قلت مشاہرہ کا یہ امتیاز صرف مدرسہ عبدالرب کو حاصل ہے، یہ واقعہ غالباً ۲۰۰۴ء کا ہے، اساتذہ نے حاجی صاحب کے ہمدردانہ سلوک سے خوش ہوکر خلوصِ دِل کے ساتھ دعائیں دیں۔

منکرات پر نکیر کرنا حاجی صاحب کے مزاج میں داخل ہے اور اس پر کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ بھی نہیں کرتے یہی ایک اچھے مسلمان کی پہچان ہے۔ ۲۰۱۱ء میں جب مدرسہ کی تعمیر نو شروع ہونے والی تھی، آپ مجلسِ شوریٰ سے مستعفی ہوگئے، استعفاء کی وجہ بھی کچھ اسی طرح کی تھی، جس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے، بہرحال ۲۰۱۱ء میں مدرسہ ہذا آپ جیسے مخلص ہمدرد سرپرست سے محروم ہوگیا۔ اللہ پاک آپ کی مساعئ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین

جناب نظام الدین دہلوی:

محترم جناب نظام الدین دہلوی ولد محمد شفیع مرحوم، مدرسہ سے چند قدموں کے فاصلہ پر واقع محلہ گلی نعلبندان میں رہائش پذیر تھے، اکثر نمازیں مدرسہ عبد الرب میں ہی ادا کرتے اور دیر تک بیٹھتے بھی تھے، ۱۹۸۳ء میں جن دو مقامی ممبران کا اضافہ کیا گیا اُن میں ایک نام آپ مرحوم کا بھی تھا۔ مدرسہ کے اوج وعروج کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات رہیں بالخصوص مدرسہ کی وقف جائیداد باغِ جیمس کی بازیابی اور ناجائز قبضہ ہٹانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے، اخیر عمر

میں سانس کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا، تاہم اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کی انجام دہی سے پس و پیش نہیں کرتے تھے۔

راقم کے ساتھ مرحوم کا ہمدردانہ سلوک رہا، ۵۹ر سال عمر پا کر ۲۰ر دسمبر ۲۰۰۵ء میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، آمین۔ آپ کے صاحبزادگان میں بھائی غیاث الدین مدرسہ کی خدمت کے لئے پیش پیش رہتے ہیں۔

حاجی نذیر الحق پراچہ :

محترم جناب حاجی نذیر الحق پراچہ ولد شیخ عبدالحق پراچہ بھی مدرسہ کے ممبر تھے آپ کے والد اپنے وقت میں سیاسی وسماجی رہنماؤں میں سے تھے، جمعیۃ علماء ہند کے مخلص کارکن رہے۔

آپ پہلے پہاڑی بھوجلہ میں سکونت پذیر تھے پھر ۲۰۰۵ء میں کوچہ چیلان میں مکان لے لیا اور یہیں رہائش اختیار کر لی، ۱۹۹۶ء میں آپ مدرسہ عبدالرب کی مجلس کے ممبر منتخب ہوئے یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب آپ کے برادرِ کلاں سراج الحق پراچہ، دِلّی وقف بورڈ کے چیئرمین تھے اور مجلسِ شوریٰ مدرسہ عبدالرب کو اُس وقت مدرسہ کی وقف جائیدادوں کے تحفظ کا مسئلہ بے چین کئے ہوئے تھا، بالخصوص باغِ جیمس کا تنازع پورے شباب پر تھا، قابضین کی طرف سے کی جانے والی ناجائز تعمیرات کو مجلس کے ایک ممبر نے محلہ نعلبندان کے مسلمانوں کی مدد سے قانونی

کارروائی کرواکر منہدم بھی کرادیا تھا مگر وہ جائیداد باوجود کوشش وجستجو کے مدرسہ کے قبضہ میں پھر بھی نہ آسکی۔

پراچہ صاحب نہایت جرأت مند، صاف گو اور بے باک انسان تھے، راقم الحروف پر آپ کے بہت احسانات ہیں، آپ کسی بھی وقت مدرسہ میں تشریف لے آتے تھے، آپ کا منشاء تھا کہ اساتذہ باہمی رقابت اور رسہ کشی کے بجائے تعلیمی سرگرمیوں میں ہی مصروف رہیں۔ عمر کے آخری دنوں میں آپ کو کئی بار عارضۂ قلب پیش آیا، مدرسہ میں شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء کے جلسۂ ختم بخاری شریف میں شرکت کی، اس کے بعد طبیعت کی مسلسل ناسازی کے باعث مدرسہ میں تشریف نہ لاسکے، بالآخر ۵/ستمبر ۲۰۱۶ء کو ۷۵/سال عمر پاکر اِس دارِفانی سے کوچ کر گئے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

محررین مدرسہ عبدالرب (منشی حضرات)

☆ حافظ سید نذیر احمد صاحب (تا ۱۹۲۷ء)

☆ مولوی عبدالرحمن صاحب (۱۹۲۷ء تا ۱۹۵۲ء)

☆ مولوی شرافت علی صاحب (۱۹۵۲ء تا ۱۹۸۳ء)

☆ منشی ذاکر صاحب (۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۵ء)

☆ منشی محمد اقبال صاحب

☆ مولوی حکمت اللہ صاحب (۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۶ء)

☆ منشی رحیم الدین صاحب (۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۹ء)

☆ مولانا عبدالحلیم صاحب (۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۹ء)

☆ منشی رحیم الدین صاحب ۱۹۹۹ء تا ۲۰۱۱ء

☆ منشی ظہیر احمد نجمی صاحب ۱۰/اپریل ۲۰۱۱ء تا جولائی ۲۰۱۱ء

☆ منشی خلیل احمد صاحب ۱۰/اگست ۲۰۱۱ء تا ستمبر ۲۰۱۱ء

☆ منشی اختر صاحب یکم/اکتوبر ۲۰۱۱ء تا ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۱ء

☆ منشی شکیل احمد صاحب اکتوبر ۲۰۱۱ء تا حال

مولانا عبدالحلیم

مولانا عبدالحلیم ولد ایمان علی ساکن داڑی بھٹر، ڈاکخانہ امل چھاڑی، ضلع اُتر دیناجپور، صوبہ مغربی بنگال، یکم/جنوری ۱۹۶۶ء میں پیدا ہوئے، مختلف مدارس میں تعلیم پائی، فراغت مدرسہ عالیہ فتحپوری سے ہونے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے دوبارہ دورہ پڑھ کر سند حاصل کی، مولانا محمد فاروق واصفی کے توسط سے مدرسہ عبدالرب میں ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۹ء تک امامت، تدریس اور دفتری امور انجام دیئے، مدرسہ ہی میں قیام پذیر تھے، مطبخ ودارالاقامہ کی ذمہ داریاں سب آپ کے اوپر تھیں، دفتری اُمور میں حسابات، گوشوارہ جات کی رہبری کے لئے حاجی محمد شفیع پیکارڈ واچ کمپنی نے مولانا بشیر احمد قاسمی محرر وامام مدرسہ حسین بخش کو زحمت دی، مولانا بشیر احمد کچھ وقت فارغ کر کے مدرسہ عبدالرب میں تشریف لاتے اور مولانا عبدالحلیم کو کام سمجھا کر جاتے، حاجی صاحب کو مولانا بشیر احمد کی دفتری کارکردگی پر اعتماد تھا۔

حضراتِ ائمہ مسجد مدرسہ عبدالرب

☆	جناب حافظ علیم الدین صاحب	(تا ۱۹۳۰ء)
☆	قاری محمد آدم صاحب	(۱۹۳۰ء تا ۱۹۵۴ء)
☆	مولانا حافظ حسین الدین صاحب	(۱۹۵۴ء تا ۱۹۷۸ء)
☆	مولانا محمد یاسین صاحب	(۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۰ء)
☆	مولانا محمد ایوب صاحب	(۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۳ء)
☆	حافظ ابواللیث صاحب	(۱۹۸۳ء تا چند ماہ)
☆	مولانا ذوالحسن صاحب	(۱۹۸۴ء تا دو ماہ)
☆	مولانا غلام سرور صاحب	(۱۹۸۴ء تا تین ماہ)
☆	مولانا نیاز احمد صاحب	(۱۹۸۵ء تا چند ماہ)
☆	مولانا یوسف صاحب	(۱۹۸۵ء تا چند ماہ)
☆	مولانا عبدالصمد صاحب	(۱۹۸۶ء تا چار ماہ)
☆	مولانا محسن صاحب	(۱۹۸۶ء تا دو ماہ)
☆	مولانا محمد اکبر صاحب	(۱۹۸۶ء تا ۱۹۸۹ء)
☆	مولانا عبدالحلیم صاحب	(۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۹ء)
☆	مولانا مشرف صاحب	(۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۰ء)
☆	مولانا قاری رشید صاحب	(۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۱ء)

☆ مولانا ظفر الدین صاحب (۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۸ء)

☆ مولانا محمد الیاس صاحب (۲۰۰۸ء تا ۲۰۱۵ء)

☆ مولانا محمد ایوب صاحب (۲۰۱۵ء تا ۲۰۱۷ء)

☆ مولانا راشد ندوی صاحب (۲۰۱۷ء تا حال)

مولانا حسین الدین

مولانا حسین الدین بن روشن ساکن حسن پور، لوہاری، ضلع مظفر نگر ۱۹۴۸ء میں مدرسہ عبدالرب کشمیری گیٹ دہلی میں بغرضِ تعلیم داخل ہوئے اور ۱۹۵۴ء میں تعلیم سے فارغ ہوئے موصوف طالبعلمانہ دور سے نہایت شریف اور ذہین تھے آپ کی صلاحیت اور صالحیت کی بنا پر مجلسِ شوریٰ نے ۱۹۵۴ء میں ہی آپ کو مسجد مدرسہ عبدالرب کی امامت اور مدرسہ عبدالرب میں تعلیم قرآن کی خدمت کے لئے مقرر کردیا، ۱۹۷۸ء تک آپ کی دیرینہ خدمات سے ادارہ مستفید ہوتا رہا، ۱۹۷۸ء کے آخر میں آپ علیل ہوگئے بالآخر جملہ ذمہ داریوں سے سبکدوشی اختیار فرما کر وطنِ مالوف تشریف لے گئے اور پھر وہیں ۱۹۸۳ء میں انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی دیرینہ علمی ودینی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور جنت الفردوس میں داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین

آپ کی اولاد میں معین الدین، حافظ قمر الدین ہیں، حافظ صاحب ماشاءاللہ مدرسہ سے برابر ربط وتعلق رکھتے ہیں۔

مؤذنین وفراشِ مدرسہ

☆ صوفی اصغر علی (۱۸۹۷ء تا ۱۹۶۰ء)

☆ صوفی امجد علی (۱۹۶۰ء تا ۱۹۸۳ء)

☆ صوفی عبدالخالق (۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۴ء)

☆ مولوی صوفی ذوالحسن (۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۶ء)

☆ بھائی نصیرالدین (۱۸۹۶ء تا ۲۰۰۸ء)

☆ مولوی عبدالقیوم

☆ مولوی کریم الدین (فروری ۲۰۰۹ء تا ستمبر ۲۰۱۱ء)

☆ مولوی غلام ربانی (۱/ماہ)

☆ مولوی عاشق الٰہی (جنوری ۲۰۱۲ تا اگست ۲۰۱۲ء)

☆ مولوی محمد مفید (۲/ماہ)

☆ مولوی حمیداللہ خان (نومبر ۲۰۱۲ء تا اپریل ۲۰۱۳ء)

☆ مولوی عبدالرحمان (۲/ماہ)

☆ مولوی عبدالعظیم (۱/ماہ)

☆ مولوی محمد فضیل (۱/ماہ)

☆ مولوی نورالاسلام (اکتوبر ۲۰۱۳ء تا جون ۲۰۱۴ء)

☆ مولوی محمد اخلاق (۴/ماہ)

☆ مولوی عبدالخالق (نومبر ۲۰۱۴ تا مئی ۲۰۱۵)
☆ مولوی ذاکرحسین (۲/ماہ)
☆ مولوی عبدالخالق (نومبر ۲۰۱۵ء تا جون ۲۰۱۶ء)
☆ مولوی محمد عمیر، مولوی محمد عامر (جولائی ۲۰۱۶ء، دو ماہ)
☆ مولوی محمد ارشد (ستمبر ۲۰۱۶ء تا اکتوبر ۲۰۱۶ء)
☆ مولوی محمد فردوس (نومبر ۲۰۱۶ء تا جون ۲۰۱۷ء)
☆ مولوی محمد مجاہد (جولائی ۲۰۱۷ء تا ستمبر ۲۰۱۷ء)
☆ مولوی عبدالوارث (دو ماہ)
☆ مولوی محمد عابد (دسمبر ۲۰۱۷ء تا مئی ۲۰۱۸ء)
☆ مولوی محمد شمیم (جولائی ۲۰۱۸ء تا جون ۲۰۱۹ء)
☆ مولوی شمس الدین (ایک ماہ)
☆ مولوی ابرارالحق (ایک ماہ)
☆ مولوی محمد دِلشاد (دو ماہ)
☆ قاری محمد عامر (اکتوبر ۲۰۱۹ء تا جون ۲۰۲۰)
☆ مولوی محمد ریحان (جولائی ۲۰۲۰ء تا مئی ۲۰۲۱ء)
☆ مولوی شمس الدین (۲۰۲۱ء تا حال)

مولوی صوفی اصغر علی

مولوی صوفی اصغر علی ولد نیاز علی موصوف میرٹھ کے رہنے والے تھے اِس مدرسہ میں تعلیم کی غرض سے آئے تھے ابتداء سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم مدرسہ ہذا میں ہی حاصل کی، خدمت کا جذبہ دیکھ کر اساتذہ نے آپ کو مسجد میں اذان اور مدرسہ کی صفائی پر مامور کر دیا، کام بھی کرتے اور پڑھتے بھی رہے، فراغت کے بعد مستقل مدرسہ کے ملازم مقرر ہو گئے اور ۱۸۹۷ء سے تا ۱۹۶۰ء تقریباً ۶۰ سال طویل مدت غیر معمولی خدمت کی، شادی کے بعد دہلی کو ہی مستقل وطن بنالیا تھا۔

موصوف نے بچپن سے بڑھاپے تک مدرسہ اور مسجد کی صفائی سُتھرائی کی خدمت سرانجام دی ہے، نیک اور پارسا انسان تھے۔ ۱۹۴۷ء کے حادثہ میں بھی یہاں جم کر رہے۔ آپ کا وصال سجدہ کی حالت میں ہوا تھا، س ۱۹۶۰ء میں زیارتِ بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے، واپس تشریف لانے کے چند ماہ بعد ۱۹۶۰ء ہی میں واصل الی اللہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

صوفی امجد علی

آپ صوفی اصغر علی کے صاحبزادے تھے، والد کی ضعیف العمری میں ہی والد صاحب کی ذمہ داری نبھانے لگے جس کی وجہ سے اہل مدرسہ نے صوفی اصغر علی کی

وفات کے بعد صوفی امجد علی کو مستقل ملازم رکھ لیا۔

روئیداد میں لکھا ہے:

''خادم مدرسہ و مسجد صوفی اصغر علی کی وفات کے بعد جناب صدر مولانا محبوب الٰہی صاحب اُن کے لڑکے امجد علی کا تقرر بمشاہرہ مبلغ ۴۰ روپے ماہانہ مجلسِ شوریٰ کی اُمید پر کر چکے ہیں، مجلس نے اُس کی تصدیق کی''۔

(روئیداد ۳/اگست ۱۹۶۱ء)

اور پوری عمر اسی طرح گذار دی، یہ اپنے والد مرحوم کی طرح اساتذہ اور طلبہ سے بہت محبت کرتے اور اُن کی اضافی خدمت کو اپنی سعادت تصور کرتے۔ ۸/فروری ۱۹۸۳ء میں انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دیرینہ و مخلصانہ خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

صوفی عبدالخالق

صوفی امجد علی کے انتقال کے بعد مدرسہ کے صدر مدرس مولانا محمد سعید دہلوی اور اہل محلہ کی سفارش پر اراکینِ مجلسِ شوریٰ نے اُن کے صاحبزادے عبد الخالق کو اُن کے والد مرحوم کی جگہ مدرسہ کی صفائی اور اذان وغیرہ کی خدمت کے لئے ۱۷/مارچ ۱۹۸۳ء کی میٹنگ میں ملازم طے کر دیا، لیکن نامساعد حالات کے پیشِ نظر وہ اِس ذمہ داری سے ایک سال بعد ہی سبک دوش ہو گئے تھے مگر آج بھی وہ مدرسہ کی بے لوث مخلصانہ مالی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ مدرسہ اور مسجد کے بہت سے کام خاموشی سے کرا دیتے ہیں کسی کو خبر بھی نہیں ہونے دیتے ہیں کہ کون کرا رہا ہے، سخی، خوش مزاج اور کم گو انسان ہیں۔

مولوی صوفی ذوالحسن :

مولوی صوفی ذوالحسن ولد شیخ سلیمان آسامی، مدرسہ عبدالرب میں ۱۹۸۲ء میں داخل ہوئے، ابتدائی فارسی سے دورۂ حدیث شریف تک مکمل تعلیم حاصل کی، ۱۹۹۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے، موصوف نے زمانۂ طالب علمی کے چند سال مدرسہ میں اذان واقامت اور صفائی ستھرائی کی ذمہ داری بھی نبھائی، آج کل موصوف مسجد گولروالی، گندہ نالہ، موری گیٹ میں امامت کرتے ہیں، باوضع اور بھلے آدمی ہیں۔

بھائی نصیرالدین:

آپ گلی نعلبندان کے رہنے والے تھے، مدرسہ کے رکن جناب نظام الدین نے آپ کو مدرسہ عبدالرب میں لاکر اذان صفائی وغیرہ کی خدمت پر مامور کردیا بہت محنتی، جفاکش، مخلص اور بےلوث خدمت گذار تھے، عاجز نے انہیں بہت قریب سے دیکھا ہے بلکہ ایک زمانہ تک ساتھ رہنا بھی نصیب ہوا، اُن کے مؤذن رہنے کے زمانہ میں عاجز مدرسہ عبدالرب میں امام تھا، ضعف بصر کے باوجود تیزاب سے بیت الخلاء خود صاف کرتے، اساتذہ کی اضافی خدمت سے کبھی انکارنہیں کرتے، پیرانہ سالی میں اُن کے بیٹے کے قتل کا جو المناک حادثہ پیش آیا اُس سے موصوف کی صحت گرتی چلی گئی، جس کی وجہ سے مدرسہ چھوڑ کر گھر میں صاحب فراش ہو گئے، چند سال کے بعد وفات ہوگئی، اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

مولوی عبدالقیوم

مولوی عبدالقیوم ولد نور محمد ساکن رکھیا سینی، تھانہ مرنائی، ضلع گواپرا، آسام، موصوف کئی سال مدرسہ عبدالرب میں پڑھے، مشکوٰۃ کے بعد دورۂ حدیث میں ترقی نہ مل سکی تو جامعہ رحیمیہ مہدیان میں داخل ہوئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی، موصوف نے مدرسہ ہذا میں تعلیم کے ساتھ اذان وصفائی کی خدمت بھی سرانجام دی، آج کل جامعہ ربانیہ عقانیہ رکھیا سینی میں بچوں کو ایک مکتب میں دینیات کی تعلیم دے رہے ہیں۔

مدارس کی اہمیت

شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال کی نظر میں

ان مکتبوں اور مدرسوں کو اپنے حال پر باقی رہنے دو، اگر یہ ملّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ جس طرح اسپین میں مسلمانوں کی ۸۰۰ رسالہ حکومت کے باوجود آج غرناطہ وقرطبہ کے کھنڈرات کے سوا اسلامی تہذیب کا کوئی نقش نظر نہیں آتا۔ اسی طرح ہندوستان میں آگرہ کا تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ہوگا۔

مصنفِ کتاب کا سرسری تعارف

از: حضرت مولانا مفتی عبدالوکیل صاحب قاسمی سہارنپوری

(اُستادِ حدیث وتفسیر مدرسہ عبدالرب دہلی)

مولانا ظفرالدین ولد میاں جی نجرو بن میاں جی نور محمد عرف ہیرا مرحوم ساکن گاؤں جارلا، پوسٹ کھنڈیولا، تحصیل پہاڑی، ضلع بھرتپور (راجستھان) ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۱۹۷۸ء میں پیدا ہوئے۔

میرا اور مولانا کا باہم ربط وتعلق کم وبیش ۲۱؍سال سے ہے مدرسہ میں ہم دونوں کا تقرر ایک آدھ ماہ کے وقفہ کے ساتھ یعنی مولانا کا شوال ۱۴۲۱ھ میں اور میرا محرم ۱۴۲۲ھ ۲؍ماہ کے فاصلے کے ساتھ ہوا۔ ابتداء میں مولانا کے ذمہ تدریس کے ساتھ دارالاقامہ کی نگرانی اور مسجد مدرسہ عبدالرب میں امامت کی ذمہ داری بھی تھی، آپ بہت سنجیدہ، خوش خلق، سادہ اور خاموش مزاج ہیں یہی وجہ تھی کہ دارالاقامہ میں رہنے والے طلبہ مولانا سے بہت زیادہ مانوس رہے ورنہ عموماً طلبہ آزاد خیال ہوتے ہیں اور کم عمر ناظم صاحب کو جلدی سے گردانتے نہیں مدرسہ کے اندرونی نظام کو بہتر بنانے میں ناظم صاحب کی حکیمانہ صلاحیتوں کا بڑا دخل ہوتا ہے وہی مدرسہ کی اصل رُوح اور جڑ کی حیثیت رکھتی ہے اور ماشاء اللہ طلبہ پر کنٹرول کرنے کی صلاحیت اللہ رب العالمین نے اِن کی ذاتِ والا صفات میں ودیعت فرما رکھی ہے اس میں کوئی مبالغہ بھی نہیں کیونکہ جنہوں نے مولانا کو قریب سے دیکھا اور معاملات میں پرکھا ہے وہ اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ الحمدللہ! علمی استعداد بھی بہت عمدہ ہے۔ **اللھم زد فزد**

مفتی بشیرالدین سابق صدر مدرس کے دَور میں آپ نے چند معقول اعذار کی وجہ سے دارالاقامہ کی نگرانی اور مسجد مدرسہ عبدالرب کی امامت سے استعفاء پیش کیا مگر اربابِ مدرسہ استعفاء قبول کرنے سے اسلئے انکار کرتے رہے کہ آپ کی کارکردگی قابل اطمینان اور تسلی بخش تھی وہ چاہتے تھے کہ دارالاقامہ کا نظم وضبط جس طرح چل رہا ہے اِسی سکون وعافیت کے ساتھ چلتا رہے مگر امامت ونظامت سے استعفاء دینا آپ کی اپنی مجبوری بن گئی تھی کیونکہ اپنے بال بچوں کی تعلیم وتربیت کا نا قابل تلافی نقصان ہورہا تھا اگر یہاں رہتے ہوئے باہر کرائے پر بچے رکھتے تو کئی دُشواریاں تھی ایک تو یہ کہ باہر رہ کر مدرسہ کا اندرونی دارالاقامہ کی نگرانی کا حق ادا نہیں ہوسکتا تھا، دوسرے تنخواہ ہی کتنی تھی جو کرایہ مکان کا بار برداشت کیا جاسکتا۔ اس دوران آپ پر سخت آزمائشی حالات بھی آئے۔جس کے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں لیکن آپ نے صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، بالآخر اللہ نے اُن حالات سے نجات عطا فرمائی۔

بہرحال آپ کے مسلسل اصرار کرنے پر اراکین سوچنے پر مجبور ہوئے مدرسہ کے اُس وقت مہتمم مولانا محمد فاروق واصفی مجددی تھے انہوں نے اراکین سے سفارش کرکے استعفاء منظور کرایا۔ بالآخر ۲۰۰۸ء میں آپ کا استعفاء منظور ہوا البتہ مدرسہ میں تدریس کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

امامت ونظامت سے مستعفی ہونے کے فوراً بعد مولانا محمد طاہر میرٹھی مدرس مدرسہ ہذا کے توسط سے ایک مسجد بنام مسجد نذیرن، وزیر پور گاؤں، اشوک وہارئی دہلی میں امام مقرر ہوگئے، وہیں اہل مسجد نے رہائشی مکان بھی دے دیا ہے۔ ماشاء اللہ

اچھی گذر بسر ہو رہی ہے۔اوقاتِ مدرسہ کے بہت پابند ہیں۔

۲۰۱۳ء میں آپ کو اراکین مجلسِ شوریٰ اور اساتذۂ مدرسہ ہذا کے اتفاق رائے کے ساتھ صدر مدرس نامزد کر دیا گیا، آپ کی صدارت میں جملہ اساتذۂ کرام و طلبۂ عزیز بحسن وخوبی تعلیمی تدریسی اور تربیتی سفر طے کر رہے ہیں، صحاحِ ستہ میں بخاری شریف جلدِ ثانی اور سنن ابوداؤد شریف آپ سے متعلق ایک عرصہ سے فرائض تدریس میں ہیں۔

شروع ہی سے آپ کا لکھنے پڑھنے کا مزاج ہے، تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا ذوق 'نورٌ علٰی نور' ہے۔آپ نے مختلف فنون پر بیش بہا جامع اور مختصر رسالے لکھے ہیں، کمال یہ ہے کہ اکثر نظم ونثر دونوں طرح ہیں، نظم ونثر کا یہ امتزاج بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ آپ کی چند اہم کتابوں کا سرسری تذکرہ سطورِ ذیل میں کیا جاتا ہے:

"تحفۃ الطالبین"

جس میں ۴۳ رابوابِ صرف ، اسم وفعل کے اوزان، خاصیتِ ابواب کے علاوہ نحو کے اہم قواعد مثلاً بحثِ مستثنٰی، اسم کی اقسام، جیسے معرکۃ الآراء مسائل نظم کئے گئے ہیں تا کہ انہیں حفظ کر کے ہمیشہ کے لئے نہاخانوں میں محفوظ کر لیا جائے۔

"درسِ اُصولِ فقہ"

اس کتاب میں تقریباً ۱۵۰ ر سے زائد اشعار ہیں اسے نورالانوار کی ترتیب پر نظم کیا گیا، یہ کتاب بھی نظم ونثر کا حسین سنگم ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعِ

اُمت اور قیاس کے علاوہ ادلۂ مختلفہ جیسے استحسان، مصالح مرسلہ، شرع سابق، سد ذرائع، عرف، استصحاب، قولِ صحابی وغیرہ کا بھی خوبصورت انداز میں ذِکر ہے۔

"سہل اُصولِ حدیث"

یہ کتاب کمال درجے کی ہے، اُصولِ حدیث کو آپ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب نخبۃ الفکر کی ترتیب کے مطابق نظم میں قلم بند کیا ہے۔ تقریباً ۱۰۰ سے زیادہ اشعار ہیں پھر نثر میں اُس کی خوبصورت طریقہ سے تشریح مع امثلہ بیان کی ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔ یہ تینوں کتابیں طلبہ وعلماء میں تلقیٔ بالقبول اور اکابر کی طرف سے تمغۂ تہنیت حاصل کر چکی ہیں۔

"محافظ ربّانی" یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کے دو نام ہیں'' محافظِ ربانی اور بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلّی)، دونوں ناموں سے مدرسہ کی سن تاسیس نکلتی ہے، اول سے ۱۲۹۲ھ دوسرے سے ۱۸۷۵ء موصوف کو اِس طرح کے فنون میں بھی خوب مہارت حاصل ہے۔ یہ کتاب ۱۸۷۵ء سے لیکر اب تک مدرسہ عبدالرب کی سرگذشت ہے، عرصۂ دراز سے یہ ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی جسے اللہ نے مؤلف موصوف کے ذریعہ پورا کرایا۔

آپ کو اِس کام میں کئی سال لگ گئے جس مدرسہ کا تعارفی خاکہ دو صفحہ پر بھی مشتمل نہ تھا موصوف نے تقریباً پانچ سو سے زائد صفحے تیار کر کے نا صرف یہ کہ قابل قدر خدمت انجام دی بلکہ مدرسہ کی تاریخ میں روشن باب کا اضافہ کر دیا، مؤلف کی محنت کو داد دینی پڑ یگی کہ قدیم ترین بچے کچے رجسٹر جن میں مدرسہ کا ریکارڈ ملاوہ اتنے

بوسیدہ، خستہ ودیمک خوردہ ہوگئے تھے کہ اُن کوایک ایک صفحہ دیکھنا پڑھنااور پلٹنا بھی ایک مشکل کام تھا، بعض جگہوں سے صفحے غائب یا پھٹ چکے تھے، مؤلف نے اُن میں سے حاطب اللیل کی طرح تاریخی مواد اکھٹا کیا اور بھی دوسری تاریخی کتابوں سے استفادہ کیا، اللہ تعالیٰ اجرِعظیم عطافرمائے۔آمین

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین موصوف کواور ہمت عطا کرے اور ہم سب اساتذہ میں باہم اُلفت ومحبت بنائے رکھے۔

☆☆☆☆☆

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں
اکبرالہ آبادیؔ

ابھی سے پاؤں کے چھالے نہ دیکھو
ابھی یارو سفر کی ابتدا ہے
اعجازرحمانیؔ

ترانہ مدرسہ عبدالرب دہلی

بقلم: حضرت علامہ ابوالماجد فانی قاسمی میواتی

السلام اے ماہِ تاباں جامعۂ عبد رب — مرحبا صد آفریں گہوارۂ علم و ادب
تربیت، تعلیمِ دیں کا تو حسیں باغِ ارم — فن اسلامی کا مرکز، خوب ہے بزمِ طرب
تو ہے تہذیب وتمدن کا بھی اسلامی حصار — صفۂ نبویؐ سے ملتا ہے ترا علمی نسب
آگہی فکر و تدبر اور اسلامی شعور — تیری تعلیمات سے دُنیا ہوئی ہے منقلب
حکمت وفہم وفراست کا ہے تو بحر فرات — کردیا سیراب سب کو آئے جو بھی تشنہ لب
تو ہے وہ شمعِ فروزاں جس سے روشن ہے جہاں — مٹ گئی جہل و ضلالت تیرگی کرلی سلب
تیری ہے تاریخ کیسی داستاں تیری طویل — فصلِ گُل کے ساتھ میں دیکھا خزاں کا بھی کرب
ملتِ اسلامیہ کا ہو گیا سورج غروب — مذہبِ اسلام پر ڈھایا فرنگی نے غضب
جس نے اسلامی قلعے مسمار کرکے رکھ دیئے — سلطنت اسلامیہ سب بن گئی دار الحرب
ایسے نازک دور میں بن کرکے اسلامی حصار — تو نے قال اللہ کی ہر سو لگائی پھر ضرب
تیری بنیادِ مقدس ایسے ہاتھوں نے رکھی — اُن کی عظمت مرتبہ کا معترف عجم وعرب
عبدِ رب احمد علی اور حضرتِ نانوتوی — وقت کے رازی وغزالی و ابدال وقطب
تیرے معماروں میں اوّل ہیں یہ ارواحِ ثلاث — علم و دانش سے مجلّٰی اور مصفی بالقلب
ڈیڑھ سو سالہ تیری تاریخ زرّیں ہے بہت — ہر زماں میں علم کے جھنڈے کئے تو نے نصب
شہ ولی اللہ کے مردانِ حر اصحابِ خیر — ملت اسلامیہ کے تھے وہ قبلہ و کعب
شاہ اسحاقِ محدث دہلوی کی نظر خاص — عبد رب کو کر چکی تھی مستند اور منتخب
ان کے والد عبد خالق تھے محدث باکمال — اُن کا جو سوزِ جگر تھا بن گیا اُن کی طلب

عبدرب نے اس چمن کو سینچا اپنے خون سے اور کتنے ہی جیالوں کا ہے خوں اس میں جذب
مولوی احمد حسن ، فخر الحسن ، عبد العلی نے شمع تجھ میں جلا کے کر دیا عالی حسب
حضرتِ مولا شفیع ، محبوب اور شیخِ رفیع نے عمر اپنی بِتائی تیری خدمت میں عجب
تھے کبھی محمود شیخ الہند تیرے سرپرست حضرتِ مدنی کا بھی تو رہ چکا علمی مطب
تھانوی سیوہاروی مفتی کفایت اور عتیق سب کو تیرے ارتقاء کی فکر رہتی روز و شب
حاجی فخر الدین و حاجی عبد ستار ولطیف تیری تعمیر و ترقی میں لگے رہتے تھے سب
بر اُفق تجھ کو چڑھایا حاجی اسماعیل نے اس مجاہد نے سنوارے تیرے گیسوئے مضطرب
تیرے معماروں میں تھا ہر اِک مجاہد مجتہد کاروانِ حریت کا، مل گیا اُن کو لقب
تیری مشعل علم نے دُنیا کو روشن کردیا بھارت وافغان وایراں تا خراسان وعرب
سانحہ تقسیم تجھ کو کر گیا زیر و زبر ہر طرف تھے تیرے دُشمن بوجہل اور بولہب
جل گیا تیرا نشیمن کھا گئی تجھ کو خزاں تیری ہریالی اُجاڑی کرلیا سب کو غصب
پھر اُٹھے کچھ دردمنداں باندھ کے اپنی کمر جب ہوئے سینہ سپر وہ تھم گیا شور وشغب
بعد تقسیمِ وطن بھی آئے ہیں طوفاں بہت نصرتِ باری رہی در ساعت سہل وصعب
تیرے سالاروں نے دیکر کے تجھے خونِ جگر تیرے قلعے کو بچایا جب لگی اس میں نقب
آج کے سالار تیرے ہرطرح آفاق ہیں ان کا اخلاص و جہد تیری بقاء کا ہے سبب
حال کے استاذ تیرے راسخین علم ہیں علم اور اذکار میں اُن کی زبانیں ہیں رطب
علم کی شمع تو ایسی روشنی چاروں طرف علم کے پروانے تجھ پہ آئے من کل حدب
شیخ ظفر الدین صاحب تیرے استاذ حدیث اُن کی منشاء پہ یہ فانی نے لکھا ہے بے تعب

ترانۂ دوم: مدرسہ عبدالرب دہلی

بقلم: حضرت علامہ ابوالماجد فانی قاسمی میواتی

محبوب مدرسہ عبدالرب اے بزمِ اشاعتِ قرآنی   اے علم و ہنر کا گہوارہ اے شمعِ ہدایت یزدانی

تہذیب و تمدن اسلامی تعلیم کا ایسا ابرِ کرم   اُٹھتی ہیں گھٹائیں تجھ سے جو کرتی ہیں گوہر افشانی

تو فکر و تدبر اسلامی حکمت کا چشمۂ جلواں ہے   عرفان کے بحرِ قلزم سے یہاں اُٹھتی ہیں موجیں عرفانی

تو آج کا دارِ ارقم ہے صفہ سے تیری نسبت ہے   بغداد بخارا یا بصرہ تیرا رشتہ ہے ان سے روحانی

زرّین بہت تاریخ تری ہیں دِل کش تیرے افسانے   ہر دور میں علمِ نبوت کی تدریس کی کی ہے نگرانی

اُٹھا تھا جو طوفاں یورپ سے ظلمت کی گھٹائیں لہرائیں   موجوں کے تلاطم کو روکا دریا کی روکی طغیانی

اسلامی قلعہ قرآنی محل خطرات جو آئے ایماں پر   نکلے ہیں مجاہد جو تجھ سے دی اپنے سروں کی قربانی

افکارِ دہریہ شدھی کرن یا مرزائی کا حملہ ہو   تیرے علم کی جوت جگانے سے ملت کی ہوئی ہے رہبانی

دیکھی ہیں بہاریں بھی تو نے اور دورِ خزاں بھی دیکھا ہے   پھولوں کو بخشی شادابی بلبل کو دی خوش الحانی

عبد الرب اور احمد علی نانوتوی کا تو سوزِ جگر   راتوں کو سجدے میں روئے اور دن میں کی جاں افشانی

ہاں عبدِ علی نے بھی تجھ کو سینچا ہے دے کے لہو اپنا   تیرے دورِ نشاۃ ثانی میں تجھے اس نے بخشی تابانی

تری عمر ہے گر چہ ڈیڑھ صدی پر کام ہزارا ہے تیرا   تیرے کارِ نمایاں آفاقی خدمات ہیں تیری لاثانی

اس وقت دہکتے شعلوں میں ایک مردِ بطل تیار ہوا   تیرے مرہم رکھا زخموں پر تھا نام عتیقِ عثمانی

استاد بھی سب قابل تیرے وہ علم کے بہتے دریا ہیں   ہیں ظاہر و باطن میں یکساں ہیں آج کے علماء حقانی

تیرا میخانہ آباد رہے بنیں مے کش رازی غزالی   فانی کی دعا ہے رند ترے بن جائیں رومی جیلانی

اساتذۂ مدرسہ عبدالرب کی تالیفات

نام کتاب	نام مؤلف
(۱) محافظِ ربانی (بتاریخ مدرسہ عبدالرب دِلی)	مولانا ناظفرالدین قاسمی بھرتپوری
(۲) سہل اصولِ حدیث (منظوم ومنثور)	....
(۳) درسِ اصولِ فقہ (منظوم ومنثور)	....
(۴) تحفۃ الطالبین (منظوم)	....
(۵) ہم رفع یدین اور قرأت خلف الامام کیوں نہیں کرتے؟	....
(۶) تراویح بیس رکعت کیوں؟	
(۷) نماز کے ضروری مسائل	
(۱) صبح وشام کے ذِکر ووظائف	مفتی عبدالوکیل قاسمی سہارنپوری
(۱) آسان نظامت	مفتی محمد عاقل قاسمی میواتی
(۲) طاعات کا دروازہ کھولنے والے پانچ کام	....
(۳) قنوتِ نازلہ مصائب کا نبوی علاج (زیرترتیب)	....
(۱) بدعات وخرافات کے خدوخال	مفتی انیس الرحمان قاسمی میواتی

دین اسلام کے قلعے

از: ابوالماجد فانی قاسمی میواتی (آڈدوکا، گوپال گڑھ، بھرت پور (راجستھان))

یہ دینی مدارس دیں کے قلعے اسلام انہی سے پائندہ — توحید و عقائدِ ایمانی اسلام انہی سے تابندہ
تہذیب وتمدن اسلامی ان کے ہی بدولت ہے زندہ — اسلامی بقا کے ضامن یہ اسلام انہی سے رخشندہ
ملت کا تشخص ان سے ہے ان سے ہی رہے گا آئندہ — افکار و شعار اسلامی ہیں ان سے ہی افزا آئندہ
پہچان کے ان کی قوت کو فسطائی ہیں کافی رنجیدہ — اغیار پے لرزہ طاری ہے، ہے باطل ان سے شرمندہ
اسلام مخالف طاقت بھی ہیں بیحد ان سے ترسیدہ — ہے مغرب ان سے شوریدہ صیہونی ان سے لرزیدہ
اسلامی ثقافت کے مرکز ہیں علم و ہنر کے گہوارے — اسلامی روایت کے نگراں اسلامی ادب کے مہہ پارے
عرفان کے بحرِ قلزم میں طوفان یہیں سے اُٹھتے ہیں — یہاں رشدوہدایت کے موتی حکمت کے گوہر لٹتے ہیں
یہ آج کے دارِ ارقم ہیں صفہ سے ان کی نسبت ہے — ملت کے علومِ شرعی کی وابستہ ان سے قسمت ہے
اسلام کے پاور ہاؤس ہیں طاقت بھی یہیں سے ملتی ہے — جگ سارا منور ہے جس سے وہ شمع یہیں پر جلتی ہے
دنیا کے گوشۂ گوشۂ میں خدمات ہیں ان کی آفاقی — اسپین نہ بن پایا بھارت اسلام انہی سے ہے باقی
نکلا تھا فتوئ آزادی کل ان کی ہی دیواروں سے — ان سے ہی مجاہد نکلے تھے جو کھیلے تھے تلواروں سے
وہ جذبۂ شوقِ شہادت میں سرشار رہے ہیں متوالے — اس دیش کے خاطر ہوم ہوئے جوان سے نکلے جیالے
زرین بہت ماضی ان کا ہیں دِل کش ان کے افسانے — ہر دور میں دعوتِ حق کیلئے پیدا ہوئے ان سے فرزانے
پر آج یہ کیسا ظلم وستم یہ کیسی ظلمت چھائی ہے — گلشن کو پھونکا مالی نے اور ان پر تہمت آئی ہے
آتنگی گڑھ کہہ کر کے انہیں دنیا نے بہت بدنام کیا — ہیں دہشت گردی کے اڈے یاروں نے یہ الزام دیا
کہیں سیمی کے کہیں لشکر کے یہ کیمپ بتائے جاتے ہیں — داعش سے ان کے رشتوں کے کہیں تار ملائے جاتے ہیں
کوتاہ نظر اور تنگ ذہن سینوں میں جن کے نفرت ہے — آنکھوں میں کھٹکتے ہیں ان کے فسطائی جن کی فطرت ہے

کیوں حب وطن کا سرٹیفکٹ ان سے ہی مانگا جاتا ہے مشکوک وفا ہے کیاں ان پر الزام لگایا جاتا ہے
ہر سمت سے ان کی عظمت پر یہاں تیر چلائے جاتے ہیں چوں طرفہ ان کی راہوں میں کیوں خار بچھائے جاتے ہیں
باطل کو کبھی حق کہتے نہیں یہ فرعونوں کی خواہش پر ناراض زمانہ رہتا ہے اتنی سی خطا اور لغزش پر
تعلیم کہاں سے حاصل کی یہ پوچھو ان شیطانوں سے جو خون کی ہولی کھیل رہے ہیں دُنیا کے انسانوں سے
آندھی بھی ہزاروں آئیں گی طوفاں بھی ہزاروں آئیں گے یہ شمعِ فروزاں بنکر کے یوں دُنیا کو چمکائیں گے
مالک سے دعا ہے فانؔی کی آباد رہیں یہ میخانے ایوبی اور غزالی ہوں جو ان سے نکلیں دیوانے

☆☆☆

نام ونشاں ہمارا

ازمؤلفِ کتاب

دُنیا سے ہو گئے گم وہ سارے بطلِ باطل جس نے مٹانا چاہا نام و نشاں ہمارا
مسجد مدرسہ مکتب ، کا ہے خدا محافظ اِن کے معاندوں کا ہوگا بہت خسارا
ہاں عالموں سے دِل میں، رکھتے ہیں جو کدورت لیتا ہے مول نفرت ، احمدؐ سے وہ بیچارا
دینِ خدا کی خدمت کرتے ہیں جو لگن سے سب کے وہی ہیں رہبر، حق کی ضیاء کا تارا
اہل جفا نے ان پر، ڈھایا ہے ظلم بے حد صبر و قرار انکا ہے سب پہ آشکارا
محنت کشی سے ہر دَم، جاری عمل ہے جن کا روزِ جزا میں پھوٹے ، گا اُن کا آبشارا
دُنیا میں تنگ داماں، تقدیرِ رب پہ راضی سب کا برا ہے لیکن، رب کا یہی ہے پیارا
کفر وعناد جن کا، شیوہ ہے اس جہاں میں دار البقاء میں اُن کا ، کوئی نہیں سہارا
ہو جائیں گے سبھی شر، برکت سے رب کی زائل راہِ ظفرؔ میں جو بھی، حائل ہے سنگِ خارا

نعت سرکارِ دو عالم کی

از: استاذِ محترم ابوالاخلاق حضرت مولانا فتح محمد شاطرؔ القاسمیؒ

(سابق استاذِ حدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری)

کلیوں میں لطافت ہے سرکارِ دو عالم کی — ہر پھول میں رنگت ہے سرکارِ دو عالم کی

غنچہ و کلی ہی کیا مہکا ہے جہاں سارا — پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکارِ دو عالم کی

اللہ کا نام آئے ، نام آئے محمد ﷺ کا — کونین میں شہرت ہے سرکارِ دو عالم کی

طیبہ کی زمیں ہے تو ، یہ تیرا مقام اللہ — جنت ہے تو جنت ہے سرکارِ دو عالم کی

کہلائے گدا اُن کا شاطرؔ یہ تری قسمت — اُلفت ہے محبت ہے سرکارِ دو عالم کی

☆☆☆

نعت شریف

از: استاذِ محترم ابوالاخلاق حضرت مولانا فتح محمد شاطرؔ القاسمیؒ

(سابق استاذِ حدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری)

مرا دل ہے یا رب فدائے محمد — مجھے بھاگئی اب ادائے محمد

بھلاؤں میں کیوں دِل سے اللہ اکبر — کہ ہے روح پرور ندائے محمد

بزرگی میں بعد از خدا ہے نہ ہوگا — کوئی دوسرا ماسوائے محمد

میں سرمہ سمجھ کر لگا لوں خدایا — ملے گر کہیں خاک پائے محمد

چلو عاصیو! چل کے اُن کو منالیں — رضائے خدا ہے رضائے محمد

ہے شاطرؔ کی یہ آرزو میرے اللہ — مجھے در پہ اپنے بلائے محمد

کتاب ہذا کے مصادر و مراجع

نام کتاب	مصنف
نزہۃ الخواطر	مولانا حکیم سید عبدالحی لکھنوی
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ احوال و کمالات	مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی
تذکرہ فیض رسانی	شائع شدہ منجانب مدرسہ عبدالرب
مجلہ احوال و آثار	مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی
مقالاتِ فریدی	مفتی نسیم احمد فریدی
واقعاتِ دارالحکومت دہلی	مولوی بشیر الدین دہلوی
دہلی کی یادگار ہستیاں	مولانا امداد صابری
تذکرہ علماء ہند	مولانا رحمن علی، مترجم مولانا زین العابدین محدث اعظمی
دہلی کے قدیم مدارس اور مدرسین	مولانا امداد صابری
تفسیر ابر کرم	مولانا امیر الدین واعظ جامع مسجد دہلی
فخر العلماء	مولانا سید اشتیاق اظہر
سوانح علماء دیوبند	ڈاکٹر نواز دیوبندی
گلزارِ آسیہ	مولانا محمد عبدالرب دہلوی

سید العلماء	مفتی نسیم احمد فریدی
یادگار دہلی	سید احمد ولی اللّٰہی
تحریک آزادی میں مسلم علماء عوام کا کردار	مفتی محمد سلمان منصور پوری
تاریخ دارالعلوم دیوبند	مولانا محبوب رضوی
تاریخ شاہی	مفتی محمد سلمان منصور پوری
تذکرہ عبدالعلی	حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری
تذکرۃ المرغوب	مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری
دہلی اور اسکے اطراف	مولانا حکیم سید عبدالحی لکھنوی
ذِکر صالحین	مولانا مرغوب احمد لاجپوری ڈیوزبری
مقاماتِ خیر	مولانا ابوالحسن زید میاں فاروقی
سوانح نذیری	مولانا عبدالقیوم پالنپوری
حیاتِ نعمانی	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی
مفتی کفایت اللہ مطالعہ	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری
دارالعلوم اور دیوبند کی تاریخی شخصیات	مولانا خورشید حسن دیوبندی
یادیں میرے اپنوں کی	جناب ماسٹر منظور عثمانی
آثارِ الصنادید	سر سید احمد خاں صاحب
بصائر القرآن	مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

دیوبند تاریخ وتہذیب کے آئینے میں	ڈاکٹر عبید اقبال عاصم علیگڑھ
میرے زمانے کی دِلّی	ملّا واحدی
مکتوباتِ قاسم العلوم	ڈاکٹر انوار الحسن شیر کوٹی
ملفوظاتِ حکیم الامت	مولانا اشرف علی تھانویؒ
حیات النذیر	سید افتخار عالم بلگرامی
مدارس اہل حدیث دہلی	مولانا خالد حنیف صدیقی
دیوانِ فقیر	مولانا محمد حسین فقیر دہلوی
تاریخ ندوۃ العلماء (اول)	مولانا محمد اسحاق جلیس ندوی
تاریخ ندوۃ العلماء (دوم)	مولانا ڈاکٹر شمس تبریز خان
حیاتِ شیخ الہند	مولانا سید اصغر حسین دیوبندی
فردوس آسیہ	مولانا محمد عبدالرب دہلوی
تاریخِ مظاہر	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت بالخیر